العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مجدد مائۃ حاضرہ اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی

جلد پنجم

مکتبہ نبویہ ۰ گنج بخش روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

کتاب النکاح

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

تالیف لطیف

امام اہلسنت مجدد دین وملت عظیم البرکۃ رفیع الدرجۃ محی السنۃ ماحی الفتنۃ شیخ الاسلام والمسلمین
عمدۃ المحققین تاج الفحول المدققین غیظ المنافقین قالع اساس النجدیین قامع المرتدین سمو
المکانۃ والمکان اعلیٰ حضرت مولٰنا الحاج القاری الشاہ محمد احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

حصہ اوّل

مکتبہ نبویہ ۰ گنج بخش روڈ لاہور

نام کتاب : ــــــــــــ العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ ،

تصنیف : ــــــــــــ اعلیحضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

موضوع : ــــــــــــ فقہ حنفی (کتاب النکاح)

کتابت : ــــــــــــ محمد یوسف کیلانی

تعداد : ــــــــــــ ایک ہزار

صحتِ کتابت : ــــــــــــ مولٰینا اختر شاہجہانپوری

مطبع : ــــــــــــ اردو ڈائجسٹ پرنٹرز - لاہور

ناشر : ــــــــــــ مکتبۂ نبویہ - گنج بخش رح روڈ لاہور

طباعتِ اوّل : ــــــــــــ ۱۳۴۶ھ

طباعتِ دوم : ــــــــــــ ۱۳۹۲ھ

قیمت مجلد ہر دو حصص : ــــــــــــ ۱۶/۵۰ روپے

قیمت خصوصی ایڈیشن : ــــــــــــ ۲۷/- روپے

فہرست حصّہ اولیٰ کتاب النکاح فتاویٰ رضویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

امام اہل سنت مجدّدِ دین و ملت عظیم البرکت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اہل حق کے محبوب دینی رہنما اور روحانی پیشوا ہیں۔ اہل سنت و جماعت اُن کے زیربارِ احسان ہیں۔ انہوں نے نہایت نامساعد حالات میں حفاظت دین متین کا بیڑا اٹھایا اور مخالفتوں کی نہایت ہی تند و تیز آندھیوں میں بلا لومۃ لائم اپنے فرض منصبی کو کما حقّہ انجام دیا۔ اُنہوں نے اُس وقت عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شمع فروزاں کے گرد مسلمانوں کو پروانہ وار طواف کرتے ہوئے جان دینے کی دعوت دی جب کہ دشمنانِ اسلام نام نہاد مسلمان علماء کے ذریعے توحید کے نام پر حب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اہل اسلام کے قلوب سے خارج کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ سواد اعظم اسلام نے ان کی دعوت پر لبیک کی۔ اور ان کو اپنا امام و راہ نما تسلیم کیا۔

اعلیٰ حضرت کی ان پُرخلوص مساعی کی بارگاہ نبوی میں قبولیت کی یہ بین دلیل ہے کہ ان کا نام نامی و اسم گرامی اہل سعادت کے لیے موجب فرحت و انبساط اور اہل شقاوت کے لیے باعث انقباض ہے۔ اور ان سے انتساب صحیح۔ خالص اور سچا سنی حنفی ہونے کا نشان قرار پا گیا ہے۔

ان کے بلند ترین علمی مراتب کو ان کے مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ پچاس علوم و فنون پر انہوں نے ایک ہزار کے لگ بھگ نہایت دقیق علمی کتب و رسائل تصنیف کیے ہیں۔ فقہ میں ان کو جو مقام رفیع حاصل تھا۔ اس کی مثال ملنی محال ہے۔ ان کی تصانیف اس حقیقت پر شاہد عدل ہیں۔ جہاں آپ نے عقائد اسلامیہ میں رخنہ ڈالنے والوں کی گرفت کی، وہاں ملت اسلامیہ کی اُس وقت صحیح رہنمائی فرمائی جب کہ پاک بھارت کے اکثر علماء گاندھی کے دام تزویر میں پھنس کر "ملک" کو "دین" پر ترجیح دے رہے تھے

اس نازک موقع پر بھی سعید الفطرت لوگوں نے آپ کے خبردار کرنے پر توبہ کی۔ گویا اعلیٰ حضرت علماء کرام میں سے وہ بزرگ ہیں، جنہوں نے اس صدی میں قرآن و حدیث کی روشنی میں دو قومی نظریہ پیش کیا۔

اس محسن ملتِ اسلامیہ کی تصانیف کی جس قدر اشاعت ہونی چاہیئے تھی نہیں ہو سکی۔ حضرت سید محمد معصوم شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین چک سادہ شریف گجرات۔ نے لاہور میں نوری کتب خانہ قائم کیا اور اعلیٰ حضرت کی سینکڑوں کتب کو دوبارہ زیور طبع سے آراستہ کر کے نایاب نہیں ہونے دیا (جزاہ اللہ) لیکن ابھی بیشتر کتب نایاب ہیں۔ اور بہت سی قلمی مسودات کی صورت میں پڑی ہیں۔ اندریں حالات مکتبہ نبویہ لاہور کی مجلس علمیہ کے ممتاز فقہا نے فیصلہ کیا کہ امام اہلسنت مجدد دین وملت عظیم البرکۃ رفیع الدرجۃ محی السنۃ ماحی الفتنۃ شیخ الاسلام والمسلمین عمدۃ المحققین تاج الفحول المدققین غیظ المنافقین قاطع اساس النجدیین قامع المرتدین سمو المکانۃ والمکان اعلیٰ حضرت مولٰینا الحاج القاری الشاہ محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی ان تصانیف کو منظر عام پر لایا جائے جو رفتہ رفتہ نایاب ہوتی جا رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ پر اعلیٰ حضرت کی فقید المثال رشحات کو زیور اشاعت آراستہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد قیام پاکستان کے بعد لاہور میں چھپی۔ دوسری جلد بیک وقت میرٹھ (بھارت)، اور لائل پور (پاکستان)، سے طبع ہوئی، اور پھر سوم و چہارم جلد مبارک پور (بھارت) میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئیں۔ برصغیر میں اس فتاویٰ کی پانچویں جلد (کتاب النکاح) نایاب تھی اور دونوں ممالک میں آئینِ نو کی تدوین کے بعد مسلمانوں کے عائلی قوانین میں اس عظیم الشان علمی، فقہی اور قانونی شاہکار کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ برصغیر کے وکلا، علماء، فقہا اور طلبا مختلف فتاویٰ کے باوجود ایک شدید کمی محسوس کر رہے تھے۔ چنانچہ مکتبہ نبویہ حالات کی ناہمواری اور کاغذ کی انتہائی گرانی کے باوجود اس عظیم شاہکار کو آپ تک پہنچانے میں کامیاب ہو رہا ہے۔

ہماری دلی خواہش ہے کہ اہلِ علم اس بے مثال فقہی خزینہ کو اپنے مطالعہ میں لائیں۔ ہم ان کے بھرپور تعاون سے ہی اعلیٰ حضرت کی دیگر نایاب کتابوں کو طبع کرانے میں کامیاب ہوں گے۔

السعی منا والتوفیق من اللہ تعالیٰ

ناظمین مکتبہ نبویہ، لاہور

مرکزی مجلس رضا لاہور نے "اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام" پر انعامی مضامین لکھنے کی دعوت دی تھی۔ نتیجہ حوصلہ افزا رہا تھا۔ بہت سے اہل علم حضرات نے مضامین لکھے۔ حضرت سید شجاعت علی صاحب مدظلہ (کراچی) کا مضمون بھی منتخب مضامین میں سے ہے پیش نظر کتاب چونکہ خالصتہً فقہ سے متعلق ہے۔ لہٰذا یہ مناسب سمجھا گیا کہ اس قیمتی مقالے کو بطور پیش لفظ شامل کتاب کر دیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاُستاذ احمد رضا خاںؒ
بین الفقہاء والاُصولین

جب کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ "وہ علم فقہ میں ماہر ہے" تو اس کے لازمی معنی یہ کہ وہ تفسیر حدیث، علم کلام اور تمام دینی و دنیاوی نقلی وعقلی اصولی وفروعی علوم پر کامل دسترس اور وسیع نظر رکھتا ہے۔ ایک فقیہہ طبیب کے مانند ہے جو صرف دواؤں کے نام ہی نہیں جانتا بلکہ خواص بھی جانتا ہے۔ اور حسب موقعہ استعمال سے بھی واقف ہے اس لیے اعمش نے ابوحنیفہؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ یامعشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ "اے فقہا تم لوگ طبیب ہو اور ہم تو محض عطار ہیں (یعنی محدثین) (الخیرات الحسان)

لہٰذا میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی عظمتِ شان اُن کے ماہر فقہ ہونے سے وابستہ ہے۔ اور اس ایک جامع اور مکمل وصف نے ان کو مرجع اوصاف حمیدہ بنا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ واقعتاً اُن علوم وفنون سے مرصع تھے جو ایک فقیہہ کے لیے ضروری ہیں۔ آپ میں استدلال و انبساط کا وہ ملکہ بدرجہ اتم موجود تھا جو ایک اصولی کے لیے ضروری ہے۔ اصول فقہ کی تعریف ہے کہ:

النظر فی الادلۃ الشرعیۃ من حیث	ادلہ شرعیہ میں اس انداز سے غور وفکر کرنا کہ اُن
تؤخذ الاحکام والتکالیف	سے احکام وتکالیف شرعیہ معلوم ہوسکیں۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۵۳)

ظاہر ہے کہ یہاں نظر سے مراد دلائل شرعیہ (قرآن۔ حدیث۔ اجماع۔ قیاس) کا دیکھنا نہیں ہے بلکہ ان ادلہ میں ایسے انداز سے ترتیب دینا کہ مطلوبہ نتیجہ حاصل ہوسکے۔ اور یہ کام نہایت دقت طلب اور اہم ہے۔ یہ کام وہی شخص انجام دے سکتا ہے جو علوم تفسیر پر حاوی ہو۔ علوم حدیث اور اس کے متعلقات کا عالم ہو۔ اجماع اور اس کے شرائط کا واقف ہو۔ قیاس کی باریکیوں اور نکتوں کا شناسا ہو۔

پھر خود علم فقہ نہایت وقت نظر کا طالب ہے کیونکہ فقہ کی تعریف ہے۔

العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ	ان احکام شرعیہ فرعیہ کا جاننا جو اپنی تفصیلی دلیلوں سے
المکتسب من ادلتھا التفصیلیۃ	اخذ کیے گئے ہیں۔ (تنویر الابصار)

محققین کے نزدیک فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسائل کے ساتھ ساتھ ان کے مآخذ اور دلائل پر بھی پوری نظر رکھتا ہو۔ بلکہ فقیہ درحقیقت مجتہد ہوتا ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے۔

لیس الفقیہ الا المجتھد عند ھم و	اصولیین کے نزدیک فقیہ مجتہد ہی ہوتا ہے اور مقلد
اطلاقہ علی المقلد الحافظ للمسائل مجاز	جو مسائل کا یاد کرنے والا ہو اس کو مجازاً فقیہ کہتے ہیں

اور اگر اہل حقیقت سے دریافت کیجئے تو وہ کہتے ہیں کہ فقیہ علم و عمل کے جامع کو کہتے۔ چنانچہ حسن بصری کا قول ہے۔

انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاھد	دنیا سے اعراض کرنے والے آخرت میں راغب اور اپنے
فی الاخرۃ البصیر بعیوب نفسہ۔	عیوب سے واقف شخص کو فقیہ کہتے ہیں۔

اب جبکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فقیہ تھے تو اس کے ثبوت میں ہمیں مندرجہ ذیل چیزیں پیش کرنی ہیں۔

(۱) ان کا علوم شرعیہ (بانواعہا) میں ماہر ہونا۔

(۲) ان کا علوم دنیویہ (جس کا شرعی علوم سے گہرا ربط ہے) میں دسترس رکھنا۔

(۳) استنباط و استدلال پر قادر ہونا۔

(۴) اجتہادی کارنامے پیش کرنا۔

(۵) دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی لگن نیز اپنے عیوب پر نگاہِ اصلاح۔

اگر کسی شخص میں مذکورہ صفات ثابت ہو جائیں تو بلاشبہ وہ دنیا کا کامیاب ترین انسان ہے اور یقیناً وہ کمالِ انسانیت کے اُس آخری مرتبہ پر فائز ہے۔ جو اب دنیا میں انسانوں کو مل سکتا ہے

میری نظر سے مولانا موصوف کی جو بھی سوانح گزری ہیں اُن میں زیادہ تر آپ کی کرامات یا ذاتی خصائل اور بعض نجی زندگی کی جھلکیاں ہیں۔ اور مذکورہ بالا عنوانات میں سے اگر کچھ ہے تو وہ بہت کم اور وہ بھی غیر مرتب۔ مذکورہ بالا عنوانات میں سے سرِدست میں (۳) و (۴) کو مختصراً پیش کر رہا ہوں۔

مختصراً اس لیے کہ بلامبالغہ یہ کام اتنا اہم ہے کہ مدت دراز تک غور کرنے کے باوجود میں اس کا استقصا کرنے سے قاصر رہا ہوں۔ البتہ وقتاً فوقتاً یہ کام جاری رہنا چاہیئے۔ زیر نظر مضمون کا نام اس مضمون کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو مجھے یہاں بیان کرنا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی استنباطی اور اجتہادی قوت کا مظاہرہ ٹھیک ٹھیک وہیں ہوتا ہے۔ جب وہ متقدمین و متاخرین اصولیین و فقہاء کے جھرمٹ میں گھرے ہوئے ہوں پھر ادب و فرق مراتب کا دامن تھامے ہوئے مردانہ وار اختلاف رائے کرتے ہیں اور پختہ دلائل سے اپنا موقف ثابت کر دیتے ہیں اور اس وقت آپ پر یہ شعر بلاشبہ صادق آتا ہے۔

اِنِّیْ وَاِنْ كُنْتُ الْاَخِیْرَ زَمَانُہٗ	میں اگرچہ بلحاظ زمانہ متاخر ہوں مگر میں وہ کارہائے
لَاٰتٍ بِمَا لَمْ تَسْتَطِعْهُ الْاَوَائِلُ	نمایاں پیش کردوں گا جن سے اگلے لوگ بھی قاصر رہے

استنباط و استدلال:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ استنباط و استدلال میں نہایت ماہر تھے۔ وہ اتنا صحیح اور حقیقت سے قریب تر استدلال فرماتے کہ کسی کو مجال انکار نہ رہتی۔ پھر خصوصیت یہ تھی کہ سلف صالحین کے طریقے اور ان کی بتائی ہوئی راہوں سے کبھی نہ ہٹتے۔ یہ بے لگام استنباط و استدلال جس میں نہ تو قرائن مقالیہ و حالیہ کا لحاظ ہو نہ الفاظ سے ربط ہو نہ حقائق سے تعلق ہو۔ ہمارے زمانہ میں بہت عام ہے اور ہر شخص بہ کار دبار حجام کہ اسلام پہ چھری چلا رہا ہے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ وہ اسلام کی بلندیوں کا ساتھ نہیں سکتے تو انہوں نے اسلام کو اپنی ذہنی پستیوں کی طرف جھکانا شروع کر دیا جب "مجتہدین عصر" کا رشتہ عالم روحانیات سے منقطع ہو گیا تو انہوں نے اسلام کی "مادی تعبیر" شروع کر دی۔ اور اپنی دانست میں انہوں نے اس کو اسلام کی بہترین خدمت سمجھا لیکن حقیقت اس کے برعکس نکلی۔ کیونکہ وہ لوگ جن کی "دلجوئی" اور "مروت" میں مجتہدین زمانہ نے اسلام کی "مادی تعبیر" پیش کی وہ ویسے ہی دشمن اسلام رہے جیسے کہ تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام پہ خارجی دباؤ سے بے نیاز ہو کر سوچا اور لکھا۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے مخالفین اسلام کو "مؤلفۃ القلوب" اور "مختوم علیہم" دو طبقوں میں منقسم کرنے کے بجائے مؤخر الذکر پہ ہی اکتفا فرمایا لہٰذا با وجہ پختہ اور مستحکم استدلال کے انداز تخاطب عموماً وہی ہے جو مختوم علیہم کے ساتھ ہونا چاہیئے یہ ٹھیک ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ مال غنیمت سے بعض فقہاء نے ساقط کر دیا ہے۔ مگر مؤلفۃ القلوب کے وجود سے درحقیقت انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے افراد جو تدریجاً ہدایت ربانی کی طرف قدم بڑھاتے

ہموں ہر زمانہ میں رہے ہیں اور رہیں گے ان کو نظر انداز کرنا اسلام کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اور جس طرح یہ طبقہ مسلم وغیر مسلم میں پایا جاتا ہے اسی طرح یہ طبقہ خود مسلم فرقوں میں بھی رہتا ہے۔ اور تبلیغ کا کام درحقیقت اسی طبقہ میں مفید ہوتا ہے۔ بہر حال اصل قدر و قیمت اس استدلال کی ہے جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمایا۔ یوں تو آپ کی ۷ سو سے زائد تصانیف آپ کے اس کمال پہ گواہ ہیں مگر اس مختصر مقالہ میں اس کی صرف چند مثالیں ہی پیش کی جا سکتی ہیں۔

پانی میں مسام ہیں یا نہیں ؟

کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ پانی میں مسام ہیں یا نہیں ؟ آپ نے فوراً جواب دیا (لفظ فوراً میں نے اس لیے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ملفوظات میں سے نقل کر رہا ہوں۔ اس طرح برملا جواب دینا کسی شخص کے مستحضر علم کی دلیل ہوتا ہے)

جواب : نہیں۔ کہ پانی میں بالطبع (طبیعت کے لحاظ سے) خلا بھرنے کی قوت رکھی گئی ہے ضرور ہے کہ جو مسام فرض کیے جائیں وہ پانی کہ ان سے اوپر ہے ان کی طرف اترے گا اور انہیں بھرے گا۔ اور مسام ہونے پر فلسفہ جدیدہ کی یہ دلیل کہ شکر ڈالنے سے پانی میں حل ہو جاتی ہے اور اس کا حجم نہیں بڑھتا مقبول نہیں جب زیادت قدر احساس کو پہنچے گی ضرور حجم بڑھتا محسوس ہوگا۔ مگر ایک استدلال اس پہ یہ خیال میں آتا ہے۔ کہ حوض کے کنارے ایک شخص کھڑا ہے دوسرا غوطہ لگائے اور باہر والا شخص بآواز پکارے اگر مسام ہیں تو ضرور سنے گا اور سنتا ہے تو معلوم ہوا کہ مسام ہیں۔ بخلاف اس کے ایک کمرہ صرف آئینوں (شیشوں) کا فرض کیجیے جس میں کہیں درز نہ ہو اس کے اندر کی آواز باہر نہ آئے گی اور باہر کی اندر نہ جائے گی۔ اگرچہ اندر باہر وہ شخص متصل ہو کر کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو بآواز بلند پکارے۔ مگر یہ استدلال بھی کافی نہیں۔ آواز پہنچنے کے لیے ملاء فاصل میں تموج چاہیئے مسام کی کیا حاجت ؛ ہاں جہاں تموّج نہ ہو بذریعہ مسام پہنچے گی آئینہ میں نہ تموج نہ مسام لہٰذا نہ پہنچے گی۔ پختہ وخام عمارات میں تموج نہیں مسام و منافذ ہیں ان سے پہنچے گی۔ آب و ہوا خود اپنے تموج سے پہنچاتے ہیں اور یہی اصل ذریعہ صوت (آواز) ہے ہوا میں تموج زائد ہے کہ پانی سے لطیف ہے وہ زیادہ پہنچاتی ہے اور پانی کم۔ تالاب میں دو شخص دونوں کناروں پر غوطہ لگائیں اور ان میں سے ایک اینٹ پر اینٹ مارے دوسرے کو آواز پہنچے گی۔ مگر نہ اتنی کہ ہوا میں۔

(ملفوظات حصہ اوّل صد ۱۳۲)

مذکورہ بالا بحث سے چند امور ثابت ہوئے۔

(۱) اہل علم آپ کو سائنسی معلومات میں بھی ماہر سمجھتے تھے اس لیے آپ سے اس قسم کے سوالات کیے جاتے جاتے تھے ورنہ کسی "مولوی محض سے" کوئی طبعیات کا سوال کس امید پر کریگا۔؟

(۲) مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کے سوالات کا جواب دینے سے قطعاً پہلو تہی نہ فرماتے تھے جیسا کہ اُس زمانہ میں عام طور پر مروج تھا کہ اگر کوئی کسی عالم سے اس قسم کا سوال کرتا تو اس کو زجرو توبیخ کے بعد مشورہ دیا جاتا کہ یہ کسی سائنسدان سے پوچھئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ خوب جانتے تھے کہ اسلام کی عظمت اسی وقت باقی رہ سکتی ہے جبکہ علماء اسلام ہر سوال کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہوں۔

(۳) آپ صرف اپنے دلائل پر ہی اکتفاء نہ کرتے بلکہ مخالفین کے دلائل پر بھی مطلع تھے اور حق یہی ہے کہ کسی مخالف کی ٹھوس تردید اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہم اس کے دلائل سے باخبر ہوں۔

(۴) سب سے اہم چیز جو یہاں بتانا مقصود ہے وہ آپ کا طرز استدلال ہے جو بہت سادہ مگر مضبوط ہے اس ضمن میں یہ بتانا ضروری ہے کہ ہمارے قارئین یہ خیال نہ فرمائیں کہ طبعیات کا صرف یہ ایک ہی مسئلہ ہے جس پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے گفتگو فرمائی ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ یہ ان سینکڑوں مسائل میں سے ایک ہے۔ جو مولانا کے وسیع علوم کے غماز ہیں مولانا نے طبعیات کے جن مسائل پر تحقیقی کام کیا ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں ۱۔ پانی میں رنگ ہے یا نہیں۔ ۲۔ پانی کا رنگ سپید ہے یا سیاہ۔ ۳۔ موتی شیشہ۔ بلور پیسنے سے خوب سپید کیوں ہو جاتے ہیں؟ ۴۔ آئینہ میں ملنڈپہ جائے تو وہاں سپیدی کیوں معلوم ہوتی ہے۔ ۵۔ آئینہ میں اپنی صورت اور وہ چیزیں جو پیٹھ کے پیچھے ہیں کس طرح نظر آتی ہیں ۶۔ شعاع کی جنبش۔ ۷۔ شعاعیں جتنے زاویوں پر جاتی ہیں اتنوں پر پلٹتی ہیں۔ ۸۔ رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں۔ ۹۔ کان کی ہر چیز گندھک پارے سے متولد ہے۔ ۱۰۔ گندھک نر ہے پارا مادہ وغیرہ۔

یہاں یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ ان چیزوں کا مولانا کے فقہی کارناموں سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ فقاہت سے مراد یہاں وہ محدود تصور نہیں جو ہم جیسے ناقص العلم لوگوں نے پیدا کیا ہوا ہے۔ بلکہ فقاہت مرجع علوم اور منبع معارف ہے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت اسی معیار کو پیش کر رہی ہے اور اگر یہ سب چیزیں فقہ سے بے تعلق ہوئیں تو مولانا ان کو اپنے مشہور فتاویٰ میں ہرگز جگہ نہ دیتے۔

اثباتِ جزو لایتجزّیٰ :

متکلمین نے جزو لایتجزٰی کے اثبات پر بہت دلائل قائم کیے ہیں مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کمال ہی کر دیا کہ قرآن سے اثباتِ جزء کی دلیل مستنبط کی۔ فرماتے ہیں میں نے تو جزو لایتجزٰی کا قرآن عظیم سے اثبات کیا ہے ارشاد ہے وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ۔ اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کر دیا۔ پارہ پارہ کرنا۔ مُمزق بمعنی اسم مفعول نہیں کہ اس صورت میں تحصیل حاصل ہو گی بلکہ بمعنی مصدر ہے۔ (ملفوظات ص ۱/۴۸)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی جامعیت اور اختصار کے ساتھ استدلال فرمایا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ باری تعالیٰ (جل وعلا) فرما رہا ہے کہ کفار کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا کامل و مکمل طور پر واقع ہو چکا ہے۔ اب یہاں دو باتیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ ٹکڑے کرنے والا اللہ ہے (کہ اس کی طاقت بے انتہا ہے) دوسری یہ کہ اصدق الصادقین خبر دے رہا ہے۔ کہ یہ ٹکڑے کرنا مکمل طور پر واقع ہو چکا ہے۔ یعنی اب اگر مزید ٹکڑے ہونا ممکن ہوں تو کل مُمزق صادق نہیں اور کل ممزق صادق ہے تو اب مزید ٹکڑے ممکن نہیں اور ہم اسی چیز کو جزو لایتجزٰی سے تعبیر کرتے ہیں۔ کراچی کے ایک مشہور و معمر ترین عالم مولانا حافظ محمد ایوب صاحب دہلوی کہ ان جیسا سلجھا ہوا فلسفی اور متکلم اور اعجوبہ روزگار شخص پہلے نہیں پایا (باستثناء استاذ محترم) اُن سے جزو لایتجزٰی کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی ہم نے اثنا گفتگو میں اسی آیت سے استدلال کیا وہ حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ پچاس سال سے میں اس امر پر غور کر رہا ہوں اس دلیل کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ آخر آپ کو یہ کیسے معلوم ہوئی؟ تب میں نے بتایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔ مولانا یہ سنتے ہی مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مانوس ہوئے اور میں نے موقع مناسب سمجھتے ہوئے چند اور ایسی علمی باتیں نقل کر دیں۔ جن کا بہت ہی عمدہ اثر ہوا۔ یہاں ایک وضاحت ضروری ہے۔ کہ مولانا محمد ایوب صاحب اگرچہ ایک عمر رسیدہ عالم ہیں مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے وہ صرف اس حد تک واقف تھے کہ بریلی میں کوئی پیر صاحب گزرے ہیں جو صلوٰۃ وسلام کے مسئلہ پر بہت زور دیتے ہیں۔ اور بعض مسائل میں اپنے معاصرین سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔ لہٰذا مولانا موصوف نے کبھی ان کی کتابوں کی طرف توجہ نہ کی اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ کتابیں پڑھتے بھی نہیں۔ اکثر قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ اچھوتے استدلال پر بہت خوش ہوئے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ اشعار مقررین بہت اچھی لے میں پڑھتے ہیں اور پھر ان کی

شرح کرتے ہیں اس طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ عوام میں مشہور ہوئے ہیں مگر بحیثیت ایک نعت گو شاعر۔ کچھ کرامات بھی بیان کرتے ہیں۔ اس طرح آپ بحیثیت ولی لوگوں میں پہچانے جاتے ہیں مگر افسوس کہ ابھی تک مولانا کو علمی حلقوں میں متعارف کرانے کی کوششیں نہیں ہوئیں۔ اس لیے آپ کی شخصیت علمی حلقوں میں اس طرح متعارف نہیں جیسا کہ اُسے حق ہے۔ مولانا نے علوم و معارف کی جو میراث ہمارے لیے چھوڑی ہے اگر ہم زندگی بھر اُسے سمیٹنے کی کوشش کریں تو جمع نہیں کر سکتے مگر حیف صد حیف کہ ابھی ہم نے اُسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فلاسفہ کی بے تکی باتوں کی خوب دھجیاں اڑاتے تھے۔ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا انسان کو حیوان سے نطق ہی ممتاز کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ۔ یہ تمیز کس کے نزدیک ہے؟ جاہل فلاسفہ حمقاء کے نزدیک؟ پھر فرمایا ہر شئی ناطق ہے۔ شجر حجر دیوار و در سب ناطق ہیں نص ہے۔ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ۔ اعضا کہیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے ناطق کیا جس نے ہر شے کو ناطق کیا اور نصوص کا ان کے ظواہر پر حمل واجب بلا ضرورت ان میں تاویل باطل و نامسموع۔ (ملفوظات ص۴۷)

ابن ہمام سے اختلاف:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ متقدمین و متاخرین فقہاء و اصولیین پر نہایت فراخدلی سے تنقید فرماتے ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتح القدیر کو جگہ جگہ "محقق علی الاطلاق" لکھتے ہیں مگر جب یہی محقق علی الاطلاق وضوء میں بسم اللہ و ذکر الٰہی کو واجب عملی قرار دیتے ہیں تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اقول لم یأت المستدل بشئ حتی سمع ما سمع۔ (فتاوی رضویہ ص۲۱)	مستدل (ابن ہمام) نے کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی یہاں تک کہ جو سُنا گیا وہ سننا پڑا۔

پھر فرماتے ہیں اور مسئلہ تسمیہ اولاً تنہا محقق کی اپنی بحث ہے۔ کہ نہ ائمہ مذہب سے منقول نہ محققین مابعد میں مقبول۔ خود ان کے تلمیذ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کی جو بحثیں خلاف مذہب ہیں ان کا اعتبار نہ ہوگا۔ علامہ قاسم نے تو یہاں تک کہا مگر مولانا فرماتے ہیں کہ اقوال یعنی جبکہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو۔

کما افتوا بجواز الاجارۃ علی التعلیم والاذان والاقامۃ الخ (فتاوی رضویہ ص۲۱)	جیسے متاخرین نے فتوی دیا کہ تعلیم، اذان اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے۔

مذکورہ بالا سطور سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ اگر کسی عالم کے پاس قوی دلائل ہیں تو وہ اپنے پیشرو سے حق اختلاف رکھتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی محقق علی الاطلاق کیوں نہ ہو۔

۲۔ ائمہ مذہب (جیسے ابو حنیفہ و ابو یوسف و امام محمد) سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف جائز ہے

۳۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہایت روشن دماغ تھے وہ محققین سے اختلاف کرتے بلکہ ائمہ مذہب سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے۔ اس طرح آپ نے بعد والے اہل علم کے لیے یہ گنجائش باقی رکھی ہے کہ اگر اختلاف زمانہ سے ان کے بیان کردہ کسی مسئلہ پر مزید بحث کی جاسکتی ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بحث کی ہو اور اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہو تو بعد والے محققین کے لیے تحقیق کی راہیں مسدود نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ روشن ہو جاتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایک محقق کا کام انسانی ذہنوں میں گرہیں لگانا نہیں بلکہ اُن گرہوں کا کھولنا ہے۔

ابن نجیم سے اختلاف:

وضو میں جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں ان پر پانی بہانا فرض ہے اس سلسلہ فقہا نے حسب عادت کچھ باریکیاں پیدا کیں۔ ان پر بحث کے دوران کہتے ہیں۔ منہ، ہاتھ، پاؤں تینوں عضووں (اعضاء) کے تمام مذکور ذروں پر پانی کا بہنا فرض ہے۔ فقط بھیگنا۔ ہاتھ پھر جانا یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہیں اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوندیں ہر ذرہ ابدان مذکورہ پر سے بہیں۔ درمختار میں ہے۔ ایک قطرہ بھی بہنا کافی ہے۔ فیض میں ہے کہ مذہب اصح ہے کم از کم دو قطرے بہہ جائیں۔ پھر صاحب بحر کا قول نقل کیا کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ:

ان الغسل مجرد بل المحل بالماء	بے شک دھونے کے معنی صرف تر کر لینا ہیں۔
سال او لم یسل ولاجله جعل	جگہ کا پانی سے خواہ بہے یا نہ بہے اسی لیے بہانے کو ابن نجیم
فی البحر الاسالة مختلفا فیها	نے ابو یوسفؒ اور طرفین کے درمیان مختلف فیہ قرار دیا
بینه و بین الطرفین و زعم	ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ بہانے کی شرط لگانا ظاہر روایت
ان اشتراطها هو ظاهر الرواية	ہے۔ پس وہ حق جس سے روگردانی ممکن نہیں اور اسی

فالحق الذی لا محید عنه ولا
یحل المصیر الا الیه ان تاویله
ما فی الحلیة عن الذخیرة انه سال من
العضو قطرة او قطرتان ولم یتدارك
كیف ولولا ذلك لكان هذا والعیاذ
باللہ تعالیٰ انكار النص وتبدیلا للشرع
فان اللہ تعالیٰ امر بالغسل وهذا لیس
بغسل لا لغة ولا عرفا وقد قال فی البحر
نفسه الغسل بفتح الغین ازالة الوسخ
عن الشیٔ ونحوه باجراء الماء علیه
لغة وهل الاجراء الا الاسالة اقول
فما كان ینبغی لمثل هذا المحقق
الحبران یجعله مختلفا فیه کی یجترئ
علیه الجاهلون۔ (فتاویٰ رضویہ ص۱۹)

کی طرف رجوع ضروری ہے یہ ہے کہ اس کی وہ تاویل کی جائے جو حلیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ عضو سے ایک دو قطرے بہہ جائیں لیکن پے در پے پانی کے قطرات نہ ٹپکیں۔ اور اس کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر مذکورہ تاویل نہ مانی جائے تو عیاذاً باللہ نص کا انکار لازم ہوگا اور شرع کی تبدیلی لازم آئے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غسل کا حکم دیا ہے اور یہ نہ تو لغۃً غسل ہے اور نہ شرعاً حالانکہ بحر میں کہا ہے کہ لغت میں غسل غین کے فتح سے، میل وغیرہ کا دور کرنا ہے اس پر پانی جاری کر کے اور اجراء و اسالت دونوں ایک ہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان جیسے محقق کو نہیں چاہیے تھا کہ اس مسئلہ کو مختلف فیہ قرار دیں تاکہ جاہل اس پر جرأت کریں۔

قطع نظر مسئلہ کی صحیح نوعیت کے ہمیں فقیہہ کی ذہنیت اور افتاد طبع معلوم کرنی چاہیئے تو حقیقت حال یہ ہے۔ کہ ابن نجیم نے اپنی کتاب البحر الرائق میں جو عبارت لکھی ہے وہ یہ ہے (غسل کے لغوی معنی لکھنے کے بعد)

واختلف فی معناه الشرعی فقال ابو
حنیفة ومحمد هو الاسالة مع التقاطر
ولو قطرة حتی لو لم یسل الماء بان
استعمله استعمال الدهن لم یجز
فی ظاهر الروایة ..... وعن ابی یوسف
هو مجرد بل المحل بالماء سال او لم یسیل۔ (البحر الرائق ص۱۱)

اور اس (غسل) کے شرعی معنی میں اختلاف ہے تو طرفین نے کہا کہ وہ بہانا ہے مع ٹپکنے کے خواہ ایک ہی قطرہ کیوں نہ ٹپکے۔ حتیٰ کہ اگر پانی نہ بہا اس طرح کہ اس نے پانی کو تیل کی مانند استعمال کیا تو ظاہر روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ (غسل شرعی) صرف جگہ کا بھگو لینا ہے پانی سے خواہ بہے یا نہ بہے

اب قابل غور امر یہ ہے کہ آیا فی الواقع اسالت طرفین اور ابو یوسف کے درمیان مختلف فیہ ہے یا نہیں؟ تو نوادر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا ابن نجیم کا اس مسئلہ کو اختلافی کہنا نہ تو شان محققین کے خلاف ہے اور نہ ہی ہم اس کو زعم کہہ سکتے ہیں۔ البتہ حلیہ نے ذخیرہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس سے تطبیق کی شکل نکل سکتی ہے مگر یہ کب ضروری ہے کہ ایک محقق دوسرے کی تاویلات کو مان لے۔ کیونکہ ابو یوسف جیسے عالم نے جب غسل میں مجرد بل کو کافی قرار دیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس بل سے مسح تو مراد لیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس لیے کہ ابو یوسف کو اتنا ضرور معلوم ہوگا کہ تمام اعضاء وضو مسوح نہیں بلکہ بعض مغسول اور بعض ممسوح ہیں۔ البتہ ان کے قول میں غسل کی اُن حدود و قیود کی نفی ہو گی جو دیگر ائمہ لگاتے ہیں اور اس قسم کی چیزیں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں بکثرت ہیں کیونکہ وہ حتی الامکان یُسر کی راہ چلتے ہیں۔ لہٰذا وجود اختلاف سے انکار تو ممکن نہیں البتہ اس اختلاف کا ذکر تقاضائے مصلحت ہے یا نہیں؟ تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خلاف مصلحت ہے۔ کہ اس طرح ناواقف لوگ پانی تیل کی طرح چپڑ کر وضو کریں گے۔ جو کسی طرح صحیح نہیں۔ یہاں سے آپ کی فضیلت ابن نجیم پر ظاہر ہوئی کہ وہ محض محقق تھے اور آپ مصلحت بین اور رمز شناس بھی ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان کہ اگر حلیہ کی تاویل کو نہ مانا جائے تو

لکان ھٰذا والعیاذ باللہ تعالیٰ انکارا للنص وتبدیلا للشرع	البتہ یہ نص کے انکار اور شریعت کی تبدیلی کے مترادف ہوگا (والعیاذ باللہ)

تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے آپ کی شدت طبع پر دلیل بنایا جائے کیونکہ یہ بات آپ از خود نہیں فرما رہے ہیں بلکہ اس کا ماخذ رد المحتار کی یہ عبارت ہے۔

ثم علی ھٰذا التاویل یندفع ما اورد علی ھٰذہ الروایۃ من ان البل بلا تقاطر مسح فیلزم ان تکون الاعضاء کلھا ممسوحۃ مع انہ تعالیٰ امر بالغسل والمسح (رد المحتار ص۸۹)	پھر اس تاویل سے وہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے جو اس روایت پر کیا گیا ہے کہ بھگونا بغیر تقاطر کے مسح ہے تو لازم آئے گا کہ تمام اعضا مسوح ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دھونے کا حکم بھی دیا ہے اور مسح کا بھی۔

اس تمام بحث سے ہمارے فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کی جس افتاد طبع کا پتہ لگتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ مذہب

صحیح ترجیح اور احوط کی تائید کرنی چاہیئے اور اس کے خلاف جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ نہیں کہا جانا چاہیئے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

امام نووی سے نفیس اختلاف :

ایک بحث ہے کہ وضو کے بعد اعضاء وضو کو کپڑے سے پوچھنا چاہیئے یا نہیں! بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اس پر استدلال کرتے ہوئے ایک روایت بیان کی گئی کہ جو صحیحین میں موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل سے فارغ ہوئے تو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک کپڑا بدن پوچھنے کے لیے پیش کیا مگر آپ نے نہ لیا اور پانی کو ہاتھ سے پونچھ پونچھ کر جھاڑ دیا لہٰذا معلوم ہوا کہ وضو یا غسل کے بعد کپڑے سے پونچھنا مکروہ ہے۔ علامہ نووی جو شارح مسلم ہیں اور جلیل القدر محدث و فقیہ ہیں۔ اس روایت کی تاویل میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ ایک خاص واقعہ تھا اس کو عموم پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کپڑا میلا ہو اور آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا ہو۔ مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کمال فراست و تفقہ کی داد دینا پڑتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

وفیہ بعد ان تکون ام المؤمنین اختارت لہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ھذا مع علمہا بکمال نزاھتہ ونظافتہ ولطافتہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ تاویل دور از کار ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا باوجود آپ کی لطافت طبع کے جاننے کے آپ کی خدمت میں اس قسم کا کپڑا پیش کریں۔

یہاں سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نظریہ خوب واضح ہو کر سامنے آتا ہے کہ وہ ہر قیمت پر تمام بزرگان دین کی عظمتوں کو فرق مراتب کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔ علامہ نووی نے اپنی تاویل سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت طبع تو ظاہر کر دی مگر ام المومنین کی طرف توجہ نہ کی۔ پھر خود دوسری بہترین توجیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے وہ کپڑا صرف عجلت کی وجہ سے نہ لیا۔ پھر اس تاویل پر خود ہی اعتراض کرتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

اعتراض: اگر آپ کو جلدی ہی تھی تو پوچھنے اور ہاتھ سے صاف کرنے میں کیا فرق پڑتا۔؟

جواب: بے شک آپ کو جلدی تھی جیسا کہ بخاری کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فانطلق وھو ینفض یدیہ۔ آپ اپنے ہاتھ کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ایسی صورت میں کپڑے کو اپنے ساتھ لے جانا مناسب خیال نہ فرمایا اور بغیر کپڑے کے قطرات کو ہاتھ سے جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے

پھر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اعضاء کو کپڑے سے صاف کرنے کی ممانعت کی دلیل نہیں بلکہ دلیل سنت ہے۔ کیونکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا جو آپ کی عادات شریفہ سے واقف تھیں۔ ان کا کپڑا پیش کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے۔ کہ یہ آپ کی عادات مبارکہ میں تھا۔ اس بحث سے آپ کی وقت نظر واضح ہوتی ہے۔ ایک طویل بحث کے بعد آپ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ بالجملہ تحقیق مسئلہ وہی ہے۔ کہ کراہت اصلاً نہیں۔ فتاویٰ رضویہ ص ۲۹

تنبیہ:

بہار شریعت (مولانا امجد علی صاحب مرحوم) میں ہے کہ آداب طعام سے۔ ہے کہ کھانے سے ہاتھ دھو کر کپڑے سے صاف نہ کیے جائیں۔ بعض حضرات پونچھنے والوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور سمجھتے ہیں کوئی گناہ کیا جا رہا ہے۔ بعض جگہ ہم نے دیکھا کہ تولیہ ہاتھ سے چھین لیا گیا۔ یہ سب غلط ہے۔ اگر کوئی پونچھتا ہے تو ممانعت نہ کرنی چاہیئے کسی مناسب موقعہ پر بتا دیا جائے۔ کیونکہ پونچھ لینا بہر حال مکروہ نہیں۔ ہر مسئلہ کو اس کی اہمیت کے مطابق ہی رکھنا چاہیئے۔

علامہ طحاویؒ سے اختلاف:

ایک مسئلہ ہے کہ زکام کی وجہ سے جو پانی ناک سے نکلتا ہے وہ ناقض وضو ہے یا نہیں۔ تمام علماء احناف کی تصریحات موجود ہیں کہ جو بلغم دماغ سے اترے وہ ناقض وضو نہیں۔ مگر علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ زکام کا پانی ناقض وضو ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء کا عام اصول ہے کہ جو بہنے والی چیز بوجہ علت ومرض خارج ہو وہ ناقض وضو ہے۔ مثلاً آنکھیں دکھنے سے جو پانی بہتا ہے ناقض وضو ہے۔ اس پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے رد بلیغ مدلل فرمایا ہے۔ دلائل فقہیہ کے بعد آپ فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں ان تمام دلائل قاہرہ وصل بازغ کے بعد اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو یہ استظہار آپ ہی واجب الرد تھا۔ زکام ایک عام چیز ہے۔ غالباً جب سے دنیا بنی ہے کوئی فرد بشر جس نے چند سال عمر پائی ہو (چند سال کی بھی قید ضروری نہیں (مولف) اُسے کبھی نہ کبھی اگرچہ جاڑوں کی فصل ہی میں زکام ضرور ہوا ہوگا یقین عادی کی رو سے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام وتابعین اعلام وائمہ عظام رضی اللہ عنہم کو خود بھی ہوا ہے۔ ایسی عموم بلوی کی چیز میں اگر نقض وضو کا حکم ہوتا۔ تو ایک جہاں اس سے مطلع ہوتا۔ مشہور ومستفیض حدیثوں میں اس کی تصریح آئی ہوتی۔ کتب ظاہر الروایۃ سے لے کر متون وشروح وفتاویٰ سب اس کے حکم سے

معلوم ہوتے نہ کہ بارہ سو برس بعد ایک مصری فاضل سید علامہ طحطاوی بعض عبارات سے بطور احتمال نکالیں اور خود بھی اس کے اصل موضع بیان یعنی نواقض وضو کے ذکر تک اس کی طرف ان کا ذہن نہ جائے حالانکہ آب رمد کا مسئلہ در مختار میں وہاں بھی مذکور تھا۔ باب الحیض میں جا کر خیال تازہ پیدا ہوا۔ ایسا خیال زنہار قابل قبول نہیں ہو سکتا تمام اصول حدیث و فقہ اس پر شاہد ہیں۔ پھر کچھ بعد میں عربی عبارت میں رد فرماتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس جیسے موقع پر اگر احاد ہوں تب بھی قابل قبول نہیں کہ توفر دواعی کے باوجود ایک مسئلہ کا قرون اولیٰ میں پتہ نہ ہونا اس کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔ اس تحقیق کے بعد فرماتے ہیں۔ وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ فتاوی ص؟

یہ چند مثالیں ہیں جو آپ کی عظیم فقاہت پر دلیل ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک مقالہ میں چند امثلہ پر اکتفا کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف کیا۔ بلکہ اصل وقت طلب کام یہ ہے۔ کہ وہ کونسا فقیہہ ہے جس سے مولاناؒ نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو اگر ایسا کوئی شخص نکل آیا تو یہ ایک بڑی تحقیق ہو گی۔ مولاناؒ ایک مجتہد کی طرح ہر ذی علم سے اختلاف کرتے ہیں۔ مگر۔

طرز اختلاف:

آپ کا اختلاف ان لوگوں سے قطعاً مختلف ہے جو اختلاف برائے شہرت یا اختلاف برائے خلاف کے قائل ہوں۔ آپ کے اختلاف کی جو نمایاں خصوصیت ہے وہ یہ کہ آپ کا اختلاف مبنی بر انصاف ہے۔ پھر یہ کہ آج کل اختلاف کرنے والے کچھ اس طرز پر سوچتے ہیں کہ پہلے دل میں ارادہ کر لیا کہ فلاں شخص سے اختلاف کرنا ہمارے لیے ضروری ہے اب اس مقصد کی تکمیل کے لیے اس کے کلام پر غور و خوض کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مد مقابل کی ہر خوبی عیب نظر آنے لگی۔ اس مجنونانہ اختلاف سے کلام میں جا بجا ہٹ دھرمی اور ضد صاف دیکھی جا سکتی ہے۔ مگر مولانا ایک مسئلہ بیان فرما کر اس کے تمام ادلہ جمع کرتے ہیں اور اتنے ادلہ جمع کرتے ہیں کہ اگر میں یہ کہہ دوں تو مبالغہ نہ ہو گا کہ "جتنے عالم وجود میں ہوتے ہیں پھر ان کا تجزیہ کرتے ہیں اور بحث کے اختتام پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اچانک کسی عالم سے اختلاف ہو گیا پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کبھی یہ اختلاف بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچا جس کی مثال اختلاف مع الطحاوی رحمۃ اللہ میں گزری اور کبھی بڑھتے بڑھتے حیرت انگیز طریق پر اتحاد میں منقلب ہو گیا۔ اور اس کی مثالیں آپ کے کلام میں بکثرت موجود ہیں مگر مقالہ کی حیثیت ان کے ذکر سے مانع ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اختلاف میں ایک اہم بات ہے کہ جب یہ اختلاف کسی کوشش سے

رفع ہی نہیں ہوتا تب ایک مجتہد کی طرح آپ فریق مخالف کے غلطی پر ہونے کا ظن غالب کر لیتے ہیں اور اس کے بعد پھر کوئی رعایت اور کسی سہل گیری، یا کسی مروت کے قائل نہیں رہتے۔ اس موقعہ پر مولاناؒ کے مطالعہ کرنے والوں کی خدمت میں ایک معروضہ ہے وہ یہ کہ مولاناؒ کے اختلاف کو میں ایک خاص حیثیت سے منقسم کرتا ہوں۔ ۱۔ اختلاف مع المتقدمین۔ ۲۔ اختلاف مع المعاصرین۔ اول الذکر اختلاف اور موخر الذکر اختلاف دونوں میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا طرز صاف صاف جداگانہ ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں۔

(۱) متاخر الذکر اختلاف بنیادی طور پر حضور اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے مسائل سے شروع ہوا۔ درمیان میں بعض فقہی مسائل بھی آگئے۔ مولانا ایک سچے عاشق رسول تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کا اعتراف ان کے مخالفین اور معاندین آج تک کرتے ہیں لہٰذا دلائل کے ساتھ جذبات کا شامل ہونا فطری امر تھا۔

(۲) بہت ہی اہم بات یہ ہے کسی مخالف کی تحریر کا جواب دینے اور اس کے احوال و اطوار سے ذاتی واقفیت رکھنے کے بعد جواب دینے میں فرق لازمی ہوگا۔ مولانا اُن "وہ لوگوں" سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے۔ جن کی عبارات سے آپ نے اختلاف کیا۔ اور اس معاملہ میں آپ کے پیش نظر یہ آیت تھی۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِىْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ (پ ۴ ع ۲) — بلاشبہ دشمنی اُن کی زبانوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے دل میں چھپائے بیٹھے ہیں۔ کہیں زائد ہے۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان تحریر میں بہت محتاط ہوتا ہے مگر اس کے باوجود جو باتیں آپ کے مخالفین سے ظاہر ہوئیں ان میں سے بعض غلط تھیں۔ لیکن وہ اپنی مجلسوں میں جن خیالات کا اظہار کرتے وہ بہت گھناؤنے تھے۔ یہ چیز اب بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا آپ کی تحریر ان دونوں حیثیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہوئی۔ اگر ایک ہی حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہوتی تو بہت ہی زائد اثر انداز ہوتی یعنی ان لوگوں کے لیے جو تحریر کا مقابلہ تحریر سے کرتے ہیں "اور شان نزول سے" ناواقف ہیں۔

(۳) محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ اپنے مزاج میں مختلف انبیاء اللہ علیہم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں کسی کو آدمؑ سے کسی کو ابراہیمؑ کسی کو عیسیٰؑ و مریمؑ سے مشابہت ہے اور میرے نزدیک مولاناؒ "حمیت موسوی" کا مجسمہ تھے۔ (واللہ اعلم) کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھائی کی داڑھی پکڑ لی اور بعد میں عذر و معذرت کی۔

سندہ فی الفقہ:

آپ مستند فقیہ تھے۔ فقہ میں آپ کی سند یہ ہے۔ آپ نے روایت کی شیخ عبدالرحمن حنفی مفتی مکہ سے انہوں نے

مفتی مکہ سیدی جمال بن عبداللہ سے انہوں نے محمد عابد انصاری مدنی سے انہوں نے شیخ یوسف سے انہوں نے شیخ عبدالقادر بن خلیل سے انہوں نے شیخ اسماعیل بن عبداللہ سے انہوں نے شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی سے انہوں نے اپنے والد صاحب درد و عزر سے انہوں نے احمد شوبری اور حسن شرنبلالی سے انہوں نے شیخ عمر بن نجیم وغیرہ سے انہوں عبدالبر بن شحنہ سے انہوں نے کمال ابن ہمام سے انہوں نے سراج سے انہوں نے علاؤالدین سے انہوں نے جلال الدین خبازی شارح ہدایہ سے انہوں نے شیخ عبدالعزیز سے انہوں نے جلال الدین کبیر سے انہوں نے برہان الدین صاحب ہدایہ سے انہوں نے فخرالاسلام بزدوی سے انہوں نے شمس الائمہ حلوانی سے انہوں نے قاضی ابوعلی نسفی سے انہوں نے ابوبکر محمد بن فضل سے انہوں نے امام عبداللہ سندموتی سے انہوں نے عبداللہ بن ابی حفص سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی سے انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ سے انہوں نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے رضی اللہ عنہم اجمعین انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اللّٰهمّ ارحم استاذنا الكبير، وفقيهنا الشهير، واسكنه فى فراديس جنانك اللّٰهمّ وفقنا لرعاية تراثه العظيم، والسلوك على مسلكه القويم، بحرمة نبيك الكريم، رءوف رحيم، عليه افضل الصلوٰة والتسليم

(۱) اصل مقالہ عربی میں ہے جس کا کچھ حصہ میں مرتب کر کے پیش کر رہا ہوں۔

(۲) تمام ذی شعور احباب اہلسنت کو معلوم ہو کہ جمال الدین افغانی اور عبیداللہ سندھی اور ان ہی جیسے لوگوں پر ریسرچ کے سلسلہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں دی جا رہی ہیں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو بھی اس فہرست میں شامل کرائیں۔ اس لیے کہ آپ کا کام اس صدی کے مشاہیر کے کام سے کسی حیثیت سے کم نہیں۔ واللہ الموفق۔

سید شجاعت علی عفی عنہ (کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہم اس کی حمد کرتے اور اس کے کرم والے رسول پر درود بھیجتے ہیں

الحمد لله هو الفقه الاكبر و الجامع الكبير لزيادات قبضه المبسوط الدرر الغرر، به الهداية، ومنه البداية، واليه النهاية، بحمده الوقاية، ونقاية الدراية، وعين العناية، وحسن الكفاية، والصلاة والسلام على الامام الاعظم للرسل الكرام، مالكي و شافعي احمد الكرام، يقول الحسن بلا توقف، محمد الحسن ابو يوسف، فانه الاصل المحيط، لكل فضل بسيط، و وجيز و وسيط البحر الزخار، والدر المختار، وخزائن الاسرار، وتنوير الابصار ورد المحتار، على منح الغفار وفتح القدير، وزاد الفقير،

سب خوبیاں خدا کو ہیں ۔ یہی سب سے بڑی فقہ و دانش مندی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض کشادہ کی افزائشیں کہ نہایت روشن موتی ہیں ان کے لیے بڑی جامع ہے۔ اللہ ہی سے آغاز ہے اور اُسی کی طرف انتہا، اُسی کی حمد سے حفظ ہے اور عقل کی پاکیزگی اور عنایت کی نگاہ اور کفایت کی خوبی اور درود و سلام ان پر جو تمام معزز رسولوں کے امام اعظم ہیں ۔ میرے مالک اور میرے شافع احمد کمال کرم والے حُسن بے توقف کہتا ہے کہ حسن والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے والد ہیں، کیونکہ وہی اصل ہیں جو ہر فضیلت کبیر و صغیر و متوسط کو محیط ہیں نہایت چھلکتے دریا ہیں اور چُنے ہوئے موتی اور رازوں کے خزانے اور آنکھیں روشن کرنے والے اور حیران کو اللہ غفار کی عطاؤں کی طرف پلٹانے والے قادر مطلق کی کشائش

وملتقى الابحر[۳۶]، و مجمع الانهر[۳۷]،
وكنز الدقائق[۳۸]، وتبيين الحقائق[۳۹]
والبحر الرائق[۴۰]، منه يستمد
كل نهر فائق[۴۱]، فيه المنية[۴۲]،
وبه الغنية[۴۳]، ومراقي الفلاح[۴۴]،
وامداد الفتاح[۴۵]، وايضاح[۴۶] الاصلاح[۴۷]
ونور الايضاح[۴۸]، و كشف[۴۹]
المضمرات[۵۰]، وحل المشكلات[۵۱]،
والدر المنتقى[۵۲]، وينابيع[۵۳] المبتغى[۵۴]،
وتنوير البصائر[۵۵]، و زواهر
الجواهر[۵۶]، البدائع[۵۷] النوادر[۵۸]،
المنزه وجوبا عن الاشباه
والنظائر[۵۹]، معنى السائلين[۶۰]، و
نصاب المساكين[۶۱]، الحاوي
القدسي[۶۲]، لكل كمال قدسي
وانسي، الكافي[۶۳] الوافي[۶۴] الشافي[۶۵]،
المصفى[۶۶] المصطفى المستصفى[۶۷]،
المجتبى[۶۸] المنتقى[۶۹] الصافي،
عمدة[۷۰] النوازل[۷۱]، وانفع الوسائل[۷۲]
لاسعاف السائل[۷۳]، بعيون المسائل[۷۴]
عمدة[۷۵] الاواخر، وخلاصة[۷۶]
الاوائل، وعلى اله وصحبه،
واهله وحزبه، مصابيح الدجى[۷۷]،

ہیں اور محتاج کے توشے تمام کمالات کے سمندر
اُنہیں میں جاکر ملتے ہیں اور سب خوبیوں کی
نہریں اُنھیں میں جمع ہیں باریکیوں کے خزانے
ہیں اور تمام حقائق کے روشن بیان اور
خوشنما صاف شفاف سمندر کہ ہر فوقیت
والی نہر اُنھیں سے مدد لیتی ہے اُنہیں میں
آرزو ہے اور اُنہیں کے سبب باقی سب سے
بے نیازی اور مراد پانے کے زینے اور تمام
ابواب خیر کھولنے والے کی مدد اور آراستگی
کی روشنی اور اس روشنی کے لیے نور اور
غیبوں کا کھلنا اور مشکلوں کا حل ہونا۔ اور چنا
ہُوا موتی اور مراد کے چشمے اور دلوں کی روشنیاں
اور نہایت چمکتے جواہر عجیب و نادر وہ مثل و
نظیر سے ایسے پاک ہیں کہ اُن کا مثل ممکن نہیں
سائلوں کو غنی فرمانے والے، اور مسکینوں کی
تونگری ہر کمال ملکوتی و انسانی کے پاک جامع
ہیں، تمام مہمات میں کافی ہیں، بھرپور بخشنے
والے، سب بیماریوں سے شفا دینے والے
مصفٰے برگزیدہ پاکیزہ چنے ہوئے ستھرے
صاف سب سختیوں کے وقت کے لیے
سازوسامان ہیں سائل کو نہایت عمدہ منھ
مانگیں مرادیں ملنے کے لیے سب سے زیادہ نفع
بخش وسیلے ہیں، پچھلوں کے تکیہ گاہ اور اگلوں

ومفاتيح الهدى[78]۔ لاسيما
الشيخين[79] الصاحبين[80]، الأخذين
من الشريعة والحقيقة بكلا
الطرفين[81]، والختنين الكريمين
كل منهما نور العين[82] ومجمع
البحرين[83]، وعلى مجتهدی
ملته، وائمة امته،
خصوصا الاركان الاربعة[84]
والانوار اللامعة[85]، وابنه
الاكرم، الغوث الاعظم
ذخيرة الاولياء[86]، وتحفة
الفقهاء[87]، وجامع الفصولين[88]،
فصول الحقائق[89] والشرع المهذب[90]
بكل زين۔ وعلينا معهم
وبهم ولهم، يا ارحم
الراحمين۔ آمين۔ آمين
والحمد لله رب العلمين۔

کے خلاصے اور اُن کے آل واصحاب وازواج و
گروہ پر درود وسلام جو ظلمتوں کے چراغ اور
ہدایت کی کنجیاں ہیں۔ خصوصًا اسلام کے دونوں
بزرگ مصطفٰے کے دونوں یار کہ شریعت وحقیقت
دونوں کناروں کے حاوی ہیں اور دونوں کرم
والے شادیوں کے سبب فرزندی اقدس سے
مشرف کہ اُن میں ہر ایک آنکھ کی روشنی اور
دونوں سمندروں کا مجمع ہے اور ان کے دین
کے مجتہدوں امت کے اماموں پر خصوصًا شریعت
کے چاروں رکن چمکتے نور اور ان کے نہایت
کریم بیٹے غوث اعظم پر کہ اولیا کے لیے ذخیرہ
ہیں اور فقہا کے لیے تحفہ اور حقیقت اور
وہ شریعت کہ ہر زینت سے آراستہ ہے،
دونوں کی فصول کے جامع اور ہم سب پر اُن
کے ساتھ اُن کے صدقہ میں اُن کے طفیل اے
سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان سن لے
قبول کر۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے
ہیں، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

کتابُ النِکاح

مسئلہ[1]:

جس شادی میں رقص اور باجہ وغیرہ ممنوعات شرعیہ ہوں وہاں نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

اس میں شک نہیں کہ یہ ناچ[1] اور اکثر باجے شرعاً حرام و ممنوع ہیں اور اُن کے دیکھنے سننے کا مرتکب فاسق و گنہگار، مگر کفر نہیں کہ نکاح ہی نہ ہو شرع مطہر میں نکاح صرف اس سے ہوجاتا ہے کہ مرد و زن ایجاب و قبول کریں اور دو گواہ سنتے سمجھتے ہوں باقی اُس جلسہ کا کسی ممنوع شرعی پر مشتمل نہ ہونا شرط نہیں شیطان[2] کے طرق اغوا سے ایک بدتر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو حسنات کے حیلہ سے ہلاک کرتا ہے امر بالمعروف[3] و نہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے اس نیک کام میں بہت لوگ حدود خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد و تعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہوجاتا ہے جن کے لیے یہ ناصح مشفق بنے تھے اور یہ بلا حضرات[4] وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر شرک بدعت ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس و لحاظ اسلام و مسلمین دل میں نہیں لاتے اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اُس سے اشد گناہ یعنی شریعت مطہرہ پر افترا کیا معہذا اُس پر لازم کہ اہل ہند اکثر عوام مسلمین مرد و زن کو معاذاللہ زانی و زانیہ اور ان کی اولاد کو ولدالزنا ٹھہرائے

ف۱ مسئلہ ناچ اور اکثر باجے حرام ہیں کفر نہیں اور دیکھنے سننے والا فاسق ۱۲

ف۲ مسئلہ شیطان کبھی حسنات کے حیلہ سے اغوا کرتا ہے ۱۲

ف۳ مسئلہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر امور اسلام سے ہیں مگر بے محل تشدد و تعصب گناہ ہے اور یہ بلا وہابیہ میں بہت زائد ہے ۱۲

ف۴ الرد علی الوھابیة۔

حالانکہ حق سبحنہ وتعالیٰ فرماتا ہے یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖٓ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ غرض امر بالمعروف[1] ونہی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اُس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف وارتکاب منکر میں مبتلا کر دیتا ہے وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ۔ ہاں اگر دولہا[2] دلہن میں سے کسی کا یہ عقیدہ ومذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال ومباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[2] از شہر کہنہ ۱۲- صفر المظفر ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ما قولہم رضی اللہ عنہم اجمعین اس صورت میں کہ شخص واحد کا متولی ہونا دونوں طرف نکاح کا جبکہ وہ اصیل ایک طرف سے ہو اور ولی دوسری طرف سے ہو ساتھ ایسے ایجاب کے کہ قائم مقام قبول ہے جیسے ابن العم نے سامنے گواہوں کے کہا زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی جائز ونافذ ہے یا نہیں اور یہ جواز ونفاذ باجماع علمائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

صورت مسئولہ میں اگر بنت عم نابالغہ ہے اور اس ابن عم سے اقرب اُس کا کوئی ولی حاضر نہیں یا بالغہ ہے اور ابن عم نے خاص اپنے ساتھ نکاح کرنے کا اُس سے اذن لے لیا ہے عام ازیں کہ اس کے لیے اور ولی اقرب ہو یا نہ ہو فان[3] ھٰذہ وکالۃ ولا ولایۃ مجبرۃ علی البالغۃ۔ تو ائمہ ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک یہ شخص کہ ایک جانب سے اصیل دوسری طرف سے ولی یا وکیل ہے طرفین نکاح کا متولی ہو سکتا ہے خلافاً للامام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ہدایہ میں ہے یجوز لابن العم ان یزوج بنت عمہ من نفسہ۔ فتح القدیر میں ہے الصغیرۃ بغیر اذنہا والبالغۃ باذنہا۔ ہدایہ میں ہے وقال زفر رحمہ اللہ تعالیٰ لا یجوز و اذا اذنت المرأۃ للرجل ان یزوجہا من نفسہ فعقد بحضرۃ شاہدین جاز وقال زفر و الشافعی رحمہما اللہ تعالیٰ لا یجوز اھ اقول[4] وبہ ظہر ان ما فی رد المحتار من نفاذ خمس صور بالاتفاق وہی التی لا فضولی فیہا من جانب فانما اراد الاتفاق من ائمتنا الثلثۃ لا جمیع الائمۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پس ان صورتوں میں اس کی تنہا عبارت قائم مقام عبارتین ایجاب وقبول ہو جائے گی اور عبارت دیگر کی حاجت

---

[1] مسئلہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے ایک حد ہے کہ اس سے تجاوز ارتکاب منکر ہے ۱۲

[2] مسئلہ ناچ کو زوجین سے اگر کوئی حلال جانے تو حکم عدم جواز نکاح کی گنجائش ہے ۱۲

[3] مسئلہ بالغہ پر ولایت اجبار نہیں ۱۲

نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے اذا تولی طرفیہ فقولہ زوجت ینتظم الشرطین ولا یحتاج الی القبول عام ازیں کہ یہ شخص وہ لفظ ادا کرے جن میں خود اصیل ہے مثلاً تزوجت یا وہ جس میں ولی یا وکیل ہے جیسے زوجت خلافاً للامام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ فی الثانی۔ فتح القدیر میں ہے قال شیخ الاسلام خواہر زادہ ھٰذا اذا ذکر لفظا ھو اصیل فیہ اما اذا ذکر لفظا ھو نائب فیہ فلا یکفی فان قال تزوجت فلانۃ کفی وان قال زوجتہا من نفسی لا یکفی لانہ نائب فیہ وعبارۃ الہدایۃ وھی ما ذکرناہ انفا صریحۃ فی نفی ھٰذا الاشتراط وصرح بنفیہ فی التجنیس ایضا فی علامۃ غریب الروایۃ والفتاوی الصغریٰ الخ قلت[۲] وعلی ھٰذا عول فی الدر وغیرہ من المعتبرات وافاد البحر وغیرہ ضعف البتۃ خلافہ۔ شہود[۱] کے سامنے منکوحہ کا متمیز ہو جانا ضرور ہے حتی لو حاضرۃ منتقبۃ کفت الاشارۃ وان کان الاحوط کشف الوجہ پس اگر بحالت غیبت صرف بنت عمی یا فلانہ یا بنت عمی فلانہ یا ان کے مثل جس لفظ سے شہود اسے متمیز کر لیں تو اسی قدر کافی ورنہ ذکر اب وجد یعنی فلانہ بنت فلاں بن فلاں کہنا ضروری ہے خلافاً للامام الخصاف ومنتقی الامام الحاکم الشہید والامام شمس الائمۃ السرخسی۔ ردّ المحتار میں ہے فی البحر لا بد من تمییز المنکوحۃ عند الشاہدین لتنتفی الجہالۃ فان کانت حاضرۃ منتقبۃ کفی الاشارۃ الیہا والاحتیاط کشف وجہہا فان لم یروا شخصہا وسمعوا کلامہا من البیت ان کانت وحدہا فیہ جاز ولو معہا اخری فلا لعدم زوال الجہالۃ وان کانت غائبۃ ولم یسمعوا کلامہا بان عقد لہا وکیلہا فان کان الشہود یعرفونہا کفی ذکر اسمہا اذا علموا انہ ارادہا وان لم یعرفوہا لا بد من ذکر اسمہا واسم ابیہا وجدہا وجوز الخصاف النکاح مطلقا حتی لو وکلتہ فقال بحضرتہما زوجت نفسی من موکلتی او من امرأۃ جعلت امرہا بیدی فانہ یصح عندہ قال[۲] قاضی خان والخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء بہ وذکر الحاکم الشہید فی المنتقی کما قال الخصاف اھ قلت وفی التتارخانیۃ

ف۱ مسئلہ گواہوں کے سامنے منکوحہ کا متمیز ہونا ضرور ہے اگر نقاب ڈالے حاضر ہو تو اشارہ کافی ہوگا مگر کشف وجہ احوط ہے اور بحالت غیبت باپ دادا کا ذکر ضروری ہے یعنی فلانہ بنت فلاں بن فلاں کہنا اور اگر گواہ صرف اس کے نام سے اسے پہچان لیں تو اس کا نام لینا کافی ہے اور اگر گواہ صرف فلاں چچا یا ماموں یا پھوپی یا کسی رشتہ دار کی بیٹی یا فلاں بیٹی اتنے سے اس کی تمیز کر لیں تو اتنا بھی کافی ہے اور اگر عورت گھر میں ہو اور اس میں کوئی اور عورت نہ ہو اور شاہد اس عورت کی گفتگو سنیں تو جائز ہوگا۔ ۱۲

ف۲ قال قاضی الخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء بہ ۱۲

عن المضمرات ان الاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوٰی وکذا قال فی البحر فی فصل الوکیل والفضولی ان المختار فی المذھب خلاف ما قالہ الخصاف وان کان الخصاف کبیرا اھ ما فی رد المحتار ملخصا اقول وماعزا فی البحر للامام قاضی خان فانما نقلہ قاضیخان عن الامام شمس الائمۃ السرخسی اما ھو بنفسہ فقد قدم عدم الصحۃ ومعلوم انہ انما یقدم ما یعتمدہ اور اگر بنت عم نابالغہ کے لیے ولی اقرب موجود ہے ای غیر غائب بغیبۃ منقطعۃ یا بالغہ سے خاص اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا اذن نہ لیا اگرچہ اُس نے مطلق تزویج کا اذن دیا ہو تو ان صورتوں میں یہ ابن العم ایک جانب سے فضولی ہوگا اور جو کسی طرف سے فضولی ہو اس کے لیے تولی شطری النکاح جائز نہیں اگرچہ ایجاب وقبول دو عبارتوں جدا گانہ میں ادا کرے ھو الحق الصواب خلافا لما فہم من بعض الکتب یہاں تک کہ تنہا اس کا عقد کر لینا امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک باطل محض ہے کہ اس کے بعد اجازت ولی یا بالغہ سے بھی نافذ نہ ہوگا خلافا للامام الثانی حیث جعلہ من الموقوف فان اجاز من لہ الاجازۃ جاز والا لا۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے یتولی طرفی النکاح واحد لیس بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح اھ ملخصا رد المحتار میں ہے اذا کان فضولیا منہما او من احدھما ومن الاٰخر اصیلا او وکیلا او ولیا ففی ھذہ الاربع لا یتوقف بل یبطل عندھما خلافا للثانی حیث قال یتوقف علی قبول الغائب کما یتوقف اتفاقا لو قبل عنہ فضولی اٰخر قولہ وان تکلم بکلامین خلافا لما فی حواشی الھدایۃ وشرح الکافی من انہ لو تکلم بکلامین یتوقف اتفاقا وردہ فی الفتح بان الحق خلافہ لا وجود لھذا القید فی کلام اصحاب المذھب اھ مختصرا تنویر میں ہے کالابن العم یزوج بنت عمہ الصغیرۃ من نفسہ شامی میں ہے ولا یخفی ان المراد حیث لا ولی اقرب منہ شرح علائی میں ہے: لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اھ اقول فافاد ان الابعد عند حضور الاقرب فضولی فاذا تولی الشطرین بطل اسی میں ہے فلو کبیرۃ فلا بد من الاستیئذان ای قبل العقد اھ (ش)

ف۱ معروضۃ علی العلامۃ البحر والعلامۃ ش۔

ف۲ ولی اقرب کے ہوتے ولی ابعد بے اجازت اقرب نابالغہ سے اور بے اجازت خاص بالغہ بالغہ سے اگر نکاح کرے گا تو ان دونوں صورتوں میں وہ فضولی ہوگا۔ ۱۲

ف۳ جو کسی طرف سے فضولی ہو وہ نکاح کے دونوں شطروں ایجاب وقبول کا متولی نہیں ہو سکتا اگرچہ ایجاب وقبول کی عبارتیں علیحدہ علیحدہ ذکر کرے اور اگر تنہا عقد کریگا تو امام اعظم وامام محمد کے نزدیک باطل ہوگا کہ بعد اجازت ولی یا بالغہ بھی نافذ نہ ہوگا ۱۲

کا نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے نہ صرف وہ بعض رسوم جاہلیت یا افعال جہالت کہ حد فسق وگناہ سے متجاوز نہیں گو اہل تشدد انہیں بنام شرک و پرستش غیر تعبیر کریں، اور وہ[1] اس شرک حقیقی پر مطلع اور اُس پر راضی ہے تو خود کافر مرتد ہے۔ فان الرضا بالکفر کفر اس تقدیر پر[2] اس سے نکاح پڑھوانا ہرگز نہ چاہیے کہ مرتد کے پاس تک بیٹھنا شرعاً معیوب ہے قال تعالٰی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین نہ کہ خاص دینی شرعی کام میں اُس سے مدد لینا قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لا نستعین[3] بمشرك اخرجه احمد وابوداود وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنها بسند صحیح۔ مگر پڑھا دے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا کہ اگر وہ صرف الفاظ ایجاب وقبول کہلوانے والا ہے کہنے والے خود عاقدین یا اُن کے اولیا یا وکلا جب تو بر ظاہر کہ اُسے عقد سے کوئی علاقہ نہیں تو اس کے کفر و اسلام یا بلوغ یا عدم بلوغ سے عقد پر کیا اثر ہو سکتا ہے اور اگر وکیل بھی ہو کہ خود ہی ایجاب یا قبول کرے گا تاہم صحت وکالت کے لیے اسلام خواہ بلوغ شرط نہیں عاقل ہونا درکار وہ حاصل ہے ہندیہ میں ہے تجوز[4] وکالة المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لو کان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فهو علی وکالته الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالته کذا فی البدائع اسی میں ہے لا تصح[5] وکالة المجنون والصبی الذی لا یعقل واما البلوغ والحریة فلیسا بشرط لصحة الوکالة۔ اسی طرح اگر بے توکیل کسی مرد یا عورت بالغ و بالغہ خواہ صبی وصبیہ کا نکاح اس نے پڑھا دیا اور اس نابالغ کا

ف[1] مسئلہ نابالغ عاقل کہ کفر کرے یا کفر پر مطلع ہو کر اُسے پسند کرے کافر مرتد ہے ۱۲

ف[2] مسئلہ مرتد سے نکاح پڑھوانا نہ چاہیے ۱۲

ف[3] مسئلہ مشرک سے استعانت نہ چاہیے خصوصاً امور دینیہ میں ۱۲

ف[4] مسئلہ وکیل کا مسلم و بالغ ہونا ضرور نہیں۔ غیر مسلم و نابالغ سمجھدار بھی وکیل ہو سکتا ہے مرتد کی وکالت درست ہے۔ یوہیں اگر وقت توکیل مسلم ہو پھر مرتد ہو جائے وکالت باطل نہ ہو گی مگر جب کہ دار الحرب میں چلا جائے یوہیں آزاد ہونا بھی شرط صحت وکالت نہیں غلام بھی وکیل ہو سکتا ہے ۱۲

ف[5] مسئلہ مجنون اور ناسمجھ بچہ وکیل نہیں ہو سکتا ۱۲

کوئی ولی شرعی موجود ہے اگرچہ حاکم شرع ماذون بالتزویج یا سلطان اسلام ہی سہی جب بھی صحیح و منعقد ہوگیا کہ اس تقدیر پر یہ فضولی تھا اور فضولی کا عقد ہمارے نزدیک باطل نہیں بلکہ اجازت پر موقوف رہتا ہے تو جس کا نکاح بے اجازت معتبرۂ شرعیہ اس نے پڑھایا اگر وہ خود بالغ یا بالغہ ہے تو خود اُس کے ورنہ اُس کے ولی مذکور کی اجازت پر متوقف رہے گا اگر اُس نے جائز رکھا جائز ہوجائے گا فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ وقد کان یصلح لہٰذہ فکذا تلک اور رد کردیا تو باطل کما ھو شان عقد الفضولی۔ اور اگر ان عورات کے افعال حد کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ اُن پر راضی نہیں جب تو یہ شخص مسلمان ہے صور مذکورہ میں اس سے نکاح پڑھوانے میں اصلا مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر کوئی مرتد یا صبی نابالغ اپنے بیٹے بیٹی بہن بھائی خواہ کسی اور نابالغ یا نابالغہ کا نکاح اگرچہ بزعم ولایت پڑھائے اور ان کا مسلمان باپ یا جوان مسلمان بھائی چچا خواہ کوئی اور ولی شرعی مرد یا عورت۔ یہاں تک کہ وہاں سلطان اسلام یا اُس کی طرف سے کوئی حاکم شرع ماذون بالانکاح بھی نہ ہو تو البتہ اس صورت میں یہ نکاح باطل محض ہوگا کہ مرتد یا[ف۱] نابالغ صالح ولایت نہیں تو عقد عقد فضولی ہُوا۔ اور ایسی حالت میں صدور پایا کہ شرعًا اُس کا کوئی اجازت دینے والا نہیں۔ وکل[ف۲] عقد صدر من فضولی ولا مجیز لہ فھو باطل کما فی الدر وغیرہ وفی الھندیۃ لاولایۃ لصغیر کذا فی الحاوی ولا للمرتد علی احد لا علی مسلم ولا علی کافر ولا علی مرتد مثلہ کذا فی البدائع واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ[۹] ۲۲ رجب ۱۳۰۹ھ از کٹھور ضلع سورت مرسلہ مولوی محمد عبدالحق صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین زادہم اللہ تعالٰی شرفا و تعظیمًا لدیہ۔ اس مسئلہ میں کہ سبحان خاں نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ مسماۃ امینہ بی بی کا خطبہ یعنی منگنی نورالدین عاقل بالغ سے بے کسی شرط واقرار کے کردی۔ جب نکاح کے چند روز رہے، نورالدین سے کہا مخطوبہ کے نام ایک مکان خرید دو تو نکاح کردوں ورنہ تین برس نہ کروں گا۔ اس نے کہا پہلے تم نکاح کردو تو برس چھ مہینے بعد ہاتھ پہنچنے سے میں مکان خرید دوں گا سبحان خاں راضی ہوگیا، اور پانچ چھ دن بعد نکاح کرکے دوسرے دن وداع کردی۔ دو تین مہینے تک زن و شو ہم بستر رہے۔ اب سبحان خاں نے امینہ کو اپنے یہاں روک رکھا اور کہتا ہے نکاح بوجہ شرط مکان فاسد ہُوا حالانکہ عورت نے وقت تکمیل بالنکاح یا اُس سے پہلے سوا ایک سو ساٹھ ستائیس روپے مہر کے کوئی شرط

ف۱ مسئلہ: مرتد کسی کا ولی نہیں ہوسکتا نہ مسلم کا نہ کافر کا نہ اپنے مثل مرتد کا اور نابالغ بھی صالح ولایت نہیں ۱۲

ف۲ مسئلہ: فضولی اگر کوئی ایسا عقد کرے جس کے لیے کوئی اجازت دہندہ نہ ہو تو وہ عقد باطل محض ہے ۱۲

مکان وغیرہ کی نہ کی، نہ بعد وداع کوئی گفتگو زبان پر لائی اور مکان بھی مجہول ہے کہ پختہ وخام کی کوئی تصریح نہ ہوئی۔ نورالدین کا اقرار بھی معلّق تھا کہ پہلے نکاح کردو تو بعد کو خرید دوں گا۔ پس یہ نکاح بلاشرط ہوا یا معلّق بالشرط الفاسد اور اقرار مذکور نورالدین معلّق بالشرط اور اقرار معلق بالشرط باطل ہے یا نہیں۔ وبہر تقدیر شرعًا اس نکاح میں کوئی خلل اور نورالدین سے مکان دلوانا واجب ہے یا نہیں۔ بینوا بیانا شافیا موافقا للمذہب الحنفی من الکتب المعتبرۃ المتداولۃ بین العلماء العظام والفقہاء الکرام توجروا اجرکم اللہ تعالٰی اجرا وافیا۔

الجواب:

نکاح مذکور صحیح و بے خلل اور گمان فساد محض باطل و پرزلل **اولًا** تقریر سوال سے واضح کہ مکان دینا کلام سبحان خاں میں شرط تعجیل نکاح تھا کہ بالآخر وہ بھی نہ رہی نہ شرط فی النکاح **ثانیًا** علی التسلیم زوج پر ایجاب مال للزوجہ مقتضیات عقد نکاح سے ہے نہ اُس کے خلاف ومثلہ لایفسد البیع فکیف بالنکاح۔ اگر واقعی بطریق مہر وشرط بھی نہ صرف بروجہ وعدہ اس قرارداد کا ذکر خود اصل عقد میں آتا تاہم اصلا خلل نہ لاتا، نہ جہالت مکان سے کوئی نقصان آتا کہ وہ بحالت ایفا بالشرط خود معین ہوکر مجہول نہ رہتا اور بے ایفا التزام مہر مثل ہوتا کما حققہ المولی المحقق الشامی قدس سرہ السامی فی ردالمحتار قال فقد صرح فی النہر بانہ فی المبسوط بعد ان ذکر عبارۃ محمد لو تزوجہا علی الف وکرامتہا او یہدی لہا ہدیۃ فلہا مہر مثلہا لاینقص عن الالف قال ھذہ المسألۃ علی وجہین ان اکرمہا واھدی لہا ھدیۃ فلہا المسمی والافمہر المثل اھ وفی البدائع لوشرط مع المسمی شیئا مجہولا کان تزوجہا علی الف درھم وان یہدی لہا ھدیۃ فاذا لم یف بالھدیۃ یجب تمام مہر المثل اھ وجہالۃ الھدیۃ والاکرام ترتفع بعد وجودھا اھ ملخصا وتمامہ فیہ[۱] **ثالثًا** بفرض باطل اسے شرط فاسد بھی مانیے تاہم پُرظاہر کہ وقت عقد اس کا کوئی ذکر نہ ہُوا۔ وہ صرف ایک گفتگو پیش از عقد تھی جس کا طے ہونا باعث علی التزویج ہوا نہ کہ ماخوذ فی التزویج اور شرط[۲] مذکور قبل العقد مبادلات مالیہ میں بھی ملتحق بالعقد نہیں ہوتی۔ مالم یتفقا علی المواضعۃ علیہ حین العقد نہ کہ امثال نکاح بین جامع الفصولین

ف۱ مسئلہ ایک ہزار روپیہ اور کچھ ہدیہ دینا مہر قرار پایا اور ہدیہ نہ دیا تو مہر مثل واجب ہوگا اور ہدیہ اگرچہ مجہول تھا مگر جب وجود میں آگیا تو جہالت جاتی رہی ۱۲

ف۲ مسئلہ شرط فاسد جو عقد سے پہلے ہو وہ مبادلات مالیہ میں بھی ملتحق بالعقد نہیں ہوتی اگر عاقدین پہلے کوئی شرط فاسد کریں پھر عقد کریں اور وقت عقد اُس شرط کو ذکر نہ کریں تو اُس شرط فاسد قبل العقد سے عقد باطل نہ ہوگا ۱۲

میں ہے لو شرطا شرطا فاسدا قبل العقد ثم عقد لم یبطل العقد **رابعاً**: التحاق بھی سہی یعنی مان لیجیے کہ وہ شرط فی النکاح ہی تھی، اور فاسد بھی تھی اور نفس عقد میں ملحوظ و ماخوذ بھی رہی۔ تو نکاح[ف۱] ان عقود میں نہیں کہ شروط فاسدہ سے فاسد ہو سکے، بلکہ وہ شرط ہی خود فاسد ہوتی۔ اور نکاح صحیح و بے خلل رہتا ہے اور جہالت بدل کا علاج مہر مثل ہے خلاصہ میں ہے فی شرح الطحاوی العقود ثلثۃ عقد یتعلق بالجائز من الشرط وھو ذکر البدل والفاسد من الشرط یفسدہ کالبیع والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن مال وعقد لا یتعلق بالجائز من الشرط والفاسد من الشرط لا یبطلہ کالنکاح والخلع والصلح عن دم العمد والعتق عن مال فھذہ العقود تصح بغیر ذکر البدل وتجوز بالبدل المجھول الخ وفی زیادات القاضی الامام فخر الدین العقود التی یتعلق تمامھا بالقبول اقسام ثلثۃ قسم یبطلہ الشرط الفاسد وجھالۃ البدل وھو مبادلۃ المال بالمال کالبیع والاجارۃ وقسم لا یبطلہ الشرط الفاسد ولا جھالۃ البدل وھو مبادلۃ المال بما لیس بمال کالنکاح والخلع الخ اھ ملخصاً بیان حکم نکاح میں یہی وجہ کافی ووافی تھی۔ مگر استیفائے سائل کا استیفائے جواب ذکر وجوہ سابقہ پر حامل ہوا وباللہ التوفیق۔ بالجملہ صورت مستفسرہ میں نکاح کو فاسد خیال کرنا سخت جہالت بے معنی ہے۔ رہا مکان تقریر سوال سے ظاہر یہ کہ وہ بطور مہر نہ مانا گیا نہ عاقدین نے عقد میں اُسے بدل بضع قرار دینے پر لحاظ کیا۔ بلکہ نور الدین کی طرف سے بدرخواست سُبحان خاں ایک وعدہ تھا۔ جس پر رضامندی ہو کر تزویج ایک جُدا مہر مسمی پر واقع ہوئی اس صورت میں وہ مکان دینا بے شک مکارم اخلاق سے ہے۔ اور ایفائے[ف۳] وعدہ شرعاً محبوب اور خلف وعدہ ناپسند و مکروہ۔ تو نور الدین کو بھی چاہیے کہ بشرط دسترس (جس کی تصریح وہ اصل وعدہ میں کرچکا) امینہ کو ایک مکان خرید دے اقرار[ف۴] اگرچہ تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبسوط کی کتاب الاقرار میں فرماتے ہیں تعلیق الاقرار بالشرط باطل۔ خلاصہ میں ہے التی تبطل بالشروط الفاسدۃ ولا یصح تعلیقھا بالشرط ثلثۃ عشر البیع والقسمۃ والاجارۃ

ف۱ مسئلہ نکاح میں اگر شرط فاسد ہو تو نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ۱۲

ف۲ مسئلہ بیع و اجارہ و قسمت وغیرہا شروط فاسدہ سے فاسد ہوتے ہیں ۱۲

ف۳ مسئلہ ایفائے وعدہ محبوب ہے اور پورا نہ کرنا ناپسند و مکروہ ۱۲

ف۴ مسئلہ اقرار تعلیق بالشرط کا صالح نہیں اور وعدہ صالح ہے اور جب وعدہ شرط پر معلق ہوگا تو پورا کرنا لازم و واجب ہو جاتا ہے ۱۲

(الیٰ قولہ) والاقرار مگر یہ ظاہر کہ یہ اقرار **مصطلح فقہی نہیں** فانہ[ف۱] اخبار من حق کائن علیہ ھٰذا ھو التحقیق عندی اوھٰذا من وجہ وانشاء منجز من وجہ کما لھج بہ کثیرون - **بلکہ وعدہ ہے اور وعدے کی تعلیق بالشرط جائز بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں وعدہ تعلیق پاکر واجب ہوجاتا ہے اشباہ میں ہے فی القنیۃ** : وعدہ ان یاتیہ فلم یاتہ لا یاثم ولا یلزم الوعد الا اذا کان معلقا کما فی کفالۃ البزازیۃ وبیع الوفاء کما ذکرہ الزیلعی **وجیز کردری میں ہے** المواعید باکتساب صورۃ التعلیق تکون لازمۃ - **توظاہر اطلاق عبارات مذکورہ سے صورت دائرہ میں بھی نورالدین پر جس نے وعدہ معلقہ بتقدیم نکاح کیا تھا - اور شرط تقدیم متحقق ہوئی بحال دسترس وجوب وفا مستفاد ہوسکتا ہے مگر بعد احاطہ کلمات ائمہ نظر غائر استظہار کرتی ہے کہ یہ وجوب ہو بھی تو دیانۃً ہے - قضاءً[ف۲] وفائے وعدہ پر جبر نہیں** الا فی الکفالۃ وفی بیع الوفاء علی قول - وقد ذکرنا الوجہ فیھما فیما علقنا علی ردالمحتار - **امام فقیہ النفس فخرالدین خانیہ میں فرماتے ہیں**[ف۳] رجل اجر دارہ کل شھر بدرھم وسلم ثم باعھا من غیرہ وکان المشتری یاخذ اجرۃ الدار من ھٰذا المستاجر ومضی علیٰ ذٰلک زمان وکان المشتری وعد البائع انہ اذا رد علیہ الثمن یرد دارہ ویحتسب ما قبض من المستاجر من ثمن الدار فجاء البائع بالدراھم واراد ان یجعل الاجر محسوبا من الثمن قالوا لیس للبائع ان یجعل ذٰلک من الثمن وما قال المشتری للبائع کان عدۃً فلا یلزمہ الوفاء بذلک حکما فان انجز وعدہ کان حسنا والا فلا شیئ علیہ اھ ملخصًا - **ہندیہ میں ظہیریہ سے اسی صورت خانیہ میں ہے** ان انجز وعدہ کان حسنا والا فلا یلزمہ الوفاء بالمواعید - **خیریہ میں ہے** سئل فی رجل[ف۴] لہ وظیفۃ فرغ عنھا لاخر

ف۱ مسئلہ اصطلاح فقہ میں کسی حق ثابت کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں - اور کسی بات کی خبر دینے کہ آیندہ کرونگا یہ وعدہ ہے اقرار فقہی نہیں -

ف۲ مسئلہ ایفائے وعدہ پر جبر نہیں قاضی مجبور نہیں کرسکتا وہ وعدہ جو معلق ہو اُس کی وفا دیانۃً لازم واجب ہے کہ وفا نہ کرنا گناہ ہے، مگر ایک قول پر کفالت و بیع الوفا میں قاضی وفائے وعدہ پر جبر کرسکتا ہے -

ف۳ مسئلہ کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دیدیا تھا - پھر اسی مکان کو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالا - اب مشتری کرایہ وصول کرتا ہے مگر بائع سے وعدہ کرلیا ہے کہ جب تو ثمن مجھے واپس کریگا تو مکان واپس کردوں گا اور کرایہ کے روپے ثمن سے مجرا دونگا مشتری کے پاس بائع ثمن کے روپے لایا اور کرایہ کے روپے اس میں سے مجرا کرنے کو کہتا ہے اگر مشتری حسب وعدہ ایسا کرلے تو بہتر ہے ورنہ اُس پر جبر نہیں کیا جاسکتا -

ف۴ مسئلہ کسی وظیفۂ مقررہ مثلاً پنشن سے کچھ رقم لے کر دوسرے کے حق میں (باقی برصفحہ آیندہ)

بعوض وقدرۃ القاضی لاھلیتہ ونذر المفرغ لہ للفارغ اذا رد الیہ نظیر المدفوع بفرغ لہ فھل لا یلزم
الوفاء بہ شرعا **اجاب** لا یلزمہ الوفاء بما نذر اذ النذر لا یلزم الوفاء بہ الا بشروط وھی متخلفۃ
فی ھذا ولو فرضنا اجتماع شرائطہ فالقاضی لا یقضی بہ علی الناذر کما صرحوا بہ قاطبۃ اھ ملخصًا
فافھم ولا تعجل۔ قرۃ العیون میں ہے قال سیدی الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یلزم الوفاء بالوعد شرعا۔
اسی طرح اور کتب میں ہے وتمام تحقیق المسألۃ حسب ما ارانا اللہ تعالیٰ فی تعلیقنا المذکور
بہرحال یہاں ایجاب قضاء کی گنجائش نہیں تو نہ امینہ کو اُس پر مطالبہ جبری پہنچتا ہے نہ حاکم جبراً امکان دلا سکتا
ہے۔ خیریہ میں ہے ھذا اذا ذکر علی سبیل انہ من المھر وان ذکر علی سبیل العدۃ فھو غیر لازم بالکلیۃ
الا ان یتبرع الزوج ہاں اگر معلوم ہو کہ وہ بھی علی جہۃ المھر مشروطا اور عاقدین کو عقد میں اُس کی طرف لحاظ تھا
تو حکم وہی ہے جو اوپر گزرا کہ اگر مکان دے گا تو باقی مہر مسمی بھی بدستور لازم ورنہ مہر مثل کہ اُس مقدار مسمی سے
کم نہ ہو کما اسلفنا عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳ - ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ رضامند زید کو تھی اور جابر نے جبر کیا بلا رضامندی
ہندہ اور بغیر رضامندی دلیوں کے عمرو سے فرضی مہر مقرر کر کے ایجاب و قبول کرایا۔ اور وقت ایجاب کے مسماۃ
آہ وزاری اور فریاد و واویلا انکار کرتی تھی۔ مسماۃ کے اس انکار و آہ وزاری شور و واویلا کو اذن قرار دے کر
دولہا سے ایجاب و قبول کرا کے نکاح مشہور کر کے شیرینی تقسیم کر دی۔ ایسا نکاح نزدیک علمائے حقانی
جائز ہے یا ناجائز، اگر جائز ہو یا ناجائز ہو تو ادلہ مع آیات اور حدیث کے تحریر فرمائیے، بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ (ف۱) نابالغہ تھی، جب تو اُس کا انکار اقرار کوئی چیز نہ تھا اس کے ولی سے اجازت
لینی تھی۔ اور اگر (ف۲) بالغہ تھی تو اگرچہ اذن لیتے وقت اُس کا انکار بلکہ صحیح مذہب پر صرف آواز اور فریاد سے رونا ہی

(حاشیہ صفحہ سابقہ) فارغ ہو جائے اور دوسرا اُس سے وعدہ کرے کہ اگر میرا یہ روپیہ تو واپس کر دے گا تو میں تیرا یہ وظیفہ
مقررہ پھر تجھ پر لوٹا دوں گا اس سے اُس پر لوٹانا لازم نہ ہوگا۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ف۱ نابالغہ کا اقرار و انکار کوئی چیز نہیں، اجازت اس کے ولی سے لی جائے۔

ف۲ مسئلہ اذن لیتے وقت بالغہ اگر آواز سے روئے تو یہ رد استیذان ہے۔

رد استیذان کے لیے کافی ہو۔ مگر اُس کا حاصل اس قدر کہ نکاح کرنے والے کی وکالت صحیح نہ ہوئی بہر حال یہ نکاح نکاح فضولی ہوا کہ در صورت بلوغ ہندہ اس کی، ورنہ اُس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا۔ اگر بعد نکاح جب خبر نکاح پہنچے رد کیا جائے گا، رد ہو جائے گا اور اجازت دی جائے گی، تو جائز ہو جائے گا۔ فی ردالمحتار عن الذخیرۃ بعضہم قالوا ان کان مع الصیاح والصوت فھورد والا فھورضی وھو الاوجہ وعلیہ الفتوٰی اھ وتمامہ فیہ وفی الدرالمختار لو استاذنھا فی معین فردت ثم زوجھا منہ فسکتت صح فی الاصح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۱۱] از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان مدینہ شاہ مرسلہ نظام الدین ۲۹۔ رمضان ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح قبولیت سے جائز ہے یا کوئی اور بات اور قاضی کا ہونا ضرور ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

نکاح کے لیے فقط مرد و عورت کا ایجاب و قبول چاہیے اور دو مرد یا ایک مرد، دو عورتوں کا اُسی جلسہ میں ان کے ایجاب و قبول کو سُننا اور سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے۔ بس اسی قدر درکار ہے اس سے زیادہ قاضی وغیرہ کی حاجت نہیں۔ فی الدرالمختار ینعقد بایجاب وقبول وشرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معًا علی الاصح فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر اھ ملخصًا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۱۲] از مدراس محلہ چک منڈی مسیت مکہ مرسلہ مولوی عبد الرزاق صاحب امام مسجد غرہ۔ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین کثرہم اللہ تعالیٰ ایک شخص عمرو نے اپنی برادری کو دعوت منگنی کی دیدی اور وہ اسباب جو فی زمانناد ولہا کی جانب سے دیے جاتے ہیں۔ مثلاً ساڑھی اور انگیا اور زیور وغیرہ حاضر کیا۔ اہل برادری نے ولی صغیرہ سے باز پرس کی کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی تو اس نے جواب دیا کہ عبد اللہ صاحب نے اپنی لڑکی مسمی بہندہ میرے لڑکے مسمی بزید کو دے دی ہے۔ لیکن چونکہ مجھے یہ مقصود تھا کہ یہ بات علی رؤس الاشہاد متحقق ہو جائے لہٰذا میں نے آپ کو تکلیف دی ہے علیٰ ہذا القیاس ولی صغیرہ سے دریافت کیا گیا۔ تم نے اپنی لڑکی مسمی بہ ہندہ زید کو دی ہے اس نے کہا ہاں میں نے دی ہے۔ اور آپ کی تکلیف دہی کی

یہی وجہ ہے تو ایسی صورت میں نکاح صغیر و صغیرہ منعقد ہوا یا نہیں۔[۲] اور جو درمختار کتاب النکاح میں مذکور ہے:
وکذا انا متزوجك وجئتك خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح۔ آیا اس عبارت منقولہ سے منگنی نکاح ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتی ہے تو فھو المراد والا اس عبارت کا کیا مطلب؟

الجواب:

ارشادات علمائے کرام میں نظر سے واضح کہ کلمات مذکورہ فی السوال انعقاد نکاح کے لیے اصلا کافی نہیں عمرو وعبداللہ دونوں کے کلام صراحۃً اخبار ہیں کہ ہماری زبان میں صیغۂ ماضی مقرون بلفظ خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لیے ہے نہ امر غیر واقع کے انشا و ایجاد کو پھر کلام عمرو سخن ابتدائی نہیں اہل برادری کے اس بازپرس کا جواب ہے کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی۔ بر ظاہر کہ اس سوال کا جواب اخبار ہوگا نہ کہ انشائے ایجاب۔ یوہیں کلام عبداللہ کا سیاق بھی کہ ہاں دی ہے۔ اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے صاف صاف اُسی معنے اخبار و بیان وجہ جمع کی تاکید کر رہا ہے کما لایخفی علی العارف باسالیب الکلام اور شک نہیں کہ وقوع نکاح سے خبر دینا انشائے عقد سے بالکل مبائن وغیر مؤثر ہے اگر بنظر ظاہر کہیے تو حسب تصحیحات جمہور ائمہ و اختیارات عامۂ متون مذہب مذیل بآکد الفاظ فتوی اور نظر دقیق لیجیے تو امثال مقام میں بالاجماع بلانزاع۔

کما حققنا ذلك بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتنا اعجب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار من فتاوٰنا ولنقتصر ھھنا علی الاشارۃ الی بعض عبارات الافتاء تنزلا الی الطریقۃ الاولٰی جواہر الاخلاطی میں ہے اقر بالنکاح بین یدی الشھود لاینعقد ھو المختار وقیل ینعقد والاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوی اصلاح وایضاح میں ہے النکاح اثبات وھذا اظھار والاظھار غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھو المختار۔ ہندیہ میں ہے الصحیح انہ لایکون نکاحا کذا فی الظھیریۃ۔ وجیز کردری میں ہے لاینعقد فی المختار الصحیح۔

علاوہ بریں دینا عطا ہبہ یہ الفاظ خود ہی نکاح میں صریح نہیں کنایہ ہیں اور عقد و وعدہ دونوں کو محتمل منگنی ہونے پر بھی۔ عرف شائع میں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیٹی فلاں کو دی ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ بہ نیت خطبہ کہے جائیں تو خطبہ ہی ٹھہرے گا مجلس وعدہ میں صادر ہوں تو وعدہ ہی قرار پائے گا درمختار میں ہے:

لفظ تزویج[ب] ونکاح صریح وما عداھما کنایۃ وھو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملۃ فی الحال کھبۃ وتملیك

ف: مسئلہ نکاح و تزویج یہ دو لفظ عقد نکاح میں صریح ہیں باقی الفاظ کنایہ۔ جو لفظ تملیک عین فی الحال کے لیے وضع کیے گئے ہوں، جیسے ہبہ و صدقہ و عطیہ وغیرہا ان سے نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ قرینہ سے معلوم ہوتا ہو کہ ان سے نکاح مراد ہے اور گواہ بھی

وصدقة وعطية بشرط نية او قرينة وفهم الشهود المقصود اھ ملتقطاً خانیہ میں ہے اذا قال لاب البنت وهبت ابنتك منی فقال وهبت فقال تبلت قالوا ان کان هذا القول من الخاطب علی وجه الخطبة ومن الاب ایضا علی وجه الاجابة لا علی وجه العقد لم یکن نکاحا اھ ملخصاً۔

شرح طحاوی پھر مجتبی پھر مجموعۂ علامہ القروی وواقعات المفتین علامہ قدری افندی وغیرہا میں ہے: قال له هل اعطیتنیها فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان لعقد النکاح فنکاح۔

سوال سے ظاہر کہ یہ مجلس منگنی ہی کی تھی اور کوئی قرینہ واضحہ الیسا نہ پایا گیا جو ان الفاظ کو انشائے عقد کے لیے متعین کرے تو یوں بھی منگنی ہی ٹھہرے گی نہ نکاح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

جواب سوال دوم ۔ نکاح عقد ہے اور منگنی وعدِ عقد و وعد کا تباین بدیہی تو منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعاً غلط ابھی کلمات علما سے عقد و وعد کا تفرقہ گزرا اس کے نصوص کے نقل بدیہی پر استدلال ہے جئتك خاطبا سے انعقاد نکاح نہ اس وجہ سے ہے کہ خطبہ عقد ہو بلکہ الفاظ مذکورہ خود الفاظ عقد ہی قرار پائے ہیں۔ یعنی جبکہ نیت وقرینہ متحقق ہو لما علمت ان ما عدا التزویج والنکاح کنایة تفتقر الیهما ولہٰذا علما انہیں الفاظ ایجاب کے ساتھ شمار فرماتے ہیں وجیز کردری میں ہے کتاب النکاح تسعة عشر فصلا الاول فی الالة کل لفظ یفید ملك الرقبة انعقد به کقوله بعت وتزوجت وانکحت وملکتك ووهبت وتصدقت وجئتك خاطبا وجعلت نفسی لك۔

خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے ینعقد بقوله تزوجت وانکحت وملکتك ووهبت وتصدقت وجئتك خاطبا وجعلت نفسی لك وبعت۔

اقول[۳۴] وباللہ التوفیق فقہ اس میں یہ ہے کہ جئتك خاطباً کسی خطبۂ متقدمہ سے اخبار نہیں بلکہ انشائے طلب تزویج ہے اور انشائے طلب عین حاصل امر تو جئتك خاطبا بمعنی زوجنی ولہٰذا زیہ میں ان دونوں کا ایک حکم رکھا۔ حیث قال جاء رجل فقال زوجنی بنتك او جئتك خاطبا او جئتك تزوجنی بنتك فقال زوجتك فالنکاح واقع لازم ولیس للخاطب ان لا یقبل اور زوجنی الفاظ مفیدۂ عقد سے ہے ۔ توکیلا یا ایجابا علی اختلاف الرأیین والاولٰی اظهر عندی کما بیناه فیما علقناه علی هامش رد المحتار

ف مسئلہ کسی نے لڑکی کے باپ سے کہا تو نے اپنی لڑکی مجھے دی اُس نے کہا دی اس نے کہا قبول کی اگر یہ ایجاب قبول منگنی کے لیے ہوں تو منگنی ہے اور نکاح کے لیے تو نکاح ۔ انظرہ مع ما ذکرہ ۱۲ منہ

تو اسی طرح جئتک خاطبًا بالجملہ لفظ خطبہ باضافت بیانیہ بعد تحقق نیت وقیام قرینہ الفاظ عقد سے ہے نہ الفاظ خطبہ باضافت لامیہ یعنی وہ الفاظ کہ شرعاً خطبہ قرار پائیں نہ کہ وہ الفاظ کہ صراحۃً اخبار ہوں اور معنی انشا سے منزلوں دُور کما لا یخفی علی ذی شعور رہا نکاح میں عدم جریان مساومت:

اقول[۳۵]: وباللہ التوفیق اُس کا منشا خود یہی ہے کہ عادۃً نکاح سے پہلے منگنی وغیرہ مقدمات ہو چکتے ہیں تو اُن کے بعد الفاظ مجلس عقد کو مساومت پر حمل نہیں کرسکتے بخلاف بیع کہ نہ وہاں ایسا تقدم نہ اُس کے لیے کوئی مجلس قرینۂ قصد عقد فتح القدیر پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے النکاح لا یدخلہ المساومۃ لانہ لا یکون الا بعد مقدمات ومراجعات فکان للتحقیق بخلاف البیع۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ عبارت مذکورۂ سوال کے معنے اگر یہ ٹھہریں کہ امثال الفاظ بعد قیام قرینہ قصد عقد مثل جلسۂ نکاح بعد خطبہ وقراءت خطبہ وغیرہما بحکم دلالت ظاہرہ جانب عقد منصرف ہونگے نہ سوئے مساومت کہ یہاں کوئی محل مساومت نہیں تو بے شک صحیح ہے اور یہی معنی مقصود ومراد الاتری ان الکلام فی الکنایۃ ولا انعقاد بہا الا عند قیام القرینۃ کما علمت مگر اس بنا پر ہر منگنی یا الفاظ مذکورۂ عمرو وعبداللہ کو نکاح نہیں ٹھہرا سکتے کما بینا اور اگر یہ معنی لیں کہ جو کچھ الفاظ خاطب ومخطوبہ یا مخطوب الیہ میں جاری ہوں خواہی نخواہی نکاح ٹھہریں گے اگرچہ معنے مساومت وطلب وعدکو محتمل اور قرینۂ معینۂ قصد عقد سے عاری ہوں تو محض باطل نہ ہرگز یہ مراد علما۔ علما تصریحات فرماتے ہیں کہ احتمال مساومت واستیعاد یعنی صورت واقعہ میں معنی استیام وطلب وعد کا احتمال ہونا مانع انعقاد نکاح ہے خزانۃ المفتین میں برمز فتاوائے امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے لو قال بالفارسیۃ دختر خویش مرا دادی فقال دادم لا ینعقد النکاح لان ھذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا اراد بہ التحقیق دون الاستیام۔ ہندیہ میں محیط سے ہے اذا قال لغیرہ دختر خویش مرا دہ فقال دادم ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیرفتم ولو قال مرا دادی؟ فقال دادم لا ینعقد النکاح مالم یقل الخاطب پذیرفتم الا اذا اراد بقولہ دادی التحقیق دون السوم اسی طرح بزازیہ میں ہے رد المحتار میں شرح علامہ مقدسی سے نقل فرمایا انما توقف الانعقاد علی القبول فی قول الاب او الوکیل ھب ابنتک لفلان اولابنی او اعطھا مثلا لانہ ظاھر فی الطلب وانہ مستقبل لم یرد بہ الحال والتحقق فلم یتم بہ العقد بخلاف زوجنی بنتک بکذا بعد الخطبۃ ونحوھا فانہ ظاھر فی التحقق والاثبات الذی ھو معنی الایجاب۔

شرح طحطاوی وغیرہ سے گزرا کہ ھل اعطیتنیہا مجلس عقد میں مفید عقد ہے اور جلسۂ وعد میں طلب وعد

بالجملہ الفاظ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے پھر الفاظ مذکورۂ عمرو و عبداللہ تو مساوات و تحقیق دونوں سے مہجور اور خاص اخبار میں متعین ہیں تو انہیں اس عبارت سے بھی کچھ علاقہ نہیں کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳ از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاک خانہ گٹنگا مقام سرائے بہی مرسلہ سید محمد صفاء الدین صاحب ۱۱۔ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔

سوال اوّل:

ایک عدیم البصر عالم و فاضل اور ایک نگہبان بھی اس کے پاس موجود تھا اُس نے نکاح پڑھایا۔ نکاح جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب:

بلاشبہہ جائز ہے کہ نکاح پڑھانے میں آنکھوں کا کیا کام ہے بلکہ جب وہ عالم ہے تو وہی النسب و اولیٰ خود گواہان نکاح جن کے بغیر نکاح اصلاً صحیح نہیں اگر نابینا ہوں کچھ مضائقہ نہیں کما نص علیہ حتی فی المتون کالکنز والوقایۃ والاصلاح والمختار والھدایۃ والملتقی والتنویر وغیرھا۔ تو نکاح پڑھانے والے کی بینائی کیا ضرور کہ وہ خود نکاح کے لیے ضروری نہیں۔ عاقدین کا آپ ایجاب و قبول کافی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۱۴ دوم:

اگر عدیم البصر عالم نہ ہو اور نگہبان بھی موجود نہ ہو اس صورت میں اُس نے نکاح پڑھایا آیا جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اب بھی جائز ہے جبکہ ٹھیک پڑھادے بے نگاہی یا بے نگاہ بانی کچھ نکاح پڑھانے میں مخل نہیں ہاں جاہل ہونا مخل ہوسکتا ہے کہ جب مسائل نکاح سے آگاہ نہیں تو ممکن کہ وہ صورت کردے جس سے نکاح صحیح نہ ہو اور زوجین بھی بوجہ جہل اُس سے غافل رہیں تو معاذاللہ عمر بھر حرام میں مبتلا ہوں لہٰذا نکاح میں بہت احتیاط لازم عقد کرنے ف۲ والا دیندار متقی مسائل نکاح سے واقف ہو کہ جاہل سے نادانستہ وقوع مخل کا اندیشہ تھا۔ فاسق بددیانت

ف۱ نکاح خواں اور شہود کا بینا ہونا ضرور نہیں۔

ف۲ مسئلہ عقد کرنے والا دیندار متقی مسائل نکاح واقف ہو۔

پر اعتماد نہیں جب وہ خود حلال وحرام کی پرواہ نہیں رکھتا تو اوروں کے لیے احتیاط کی کیا امید بحر الرائق و در مختار و فتح اللہ المعین وغیرہا میں ہے واللفظ للدر یندب اعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد یوم جمعة بعاقد رشید الخ

اقول[۳۶] الرشد ینتظم العلم والعمل اس زمانۂ جہل وفساد میں اکثر وہ صورت رائج ہے کہ اگر اہل علم حاضر جلسہ نہ ہوں تو نکاح میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے یعنی دُلہن سے زید کے لیے صرف وکالت نکاح لی یہ تصریح نہ کرائی کہ اسے دوسرے کو وکیل کر دینے کا بھی اختیار ہے اب زید وکیل جو شرعاً صرف نکاح پڑھانے کا مجاز ہُوا۔ وہ خود نہیں پڑھاتا بلکہ قاضی کوئی اور صاحب باہر بیٹھے ہیں اُن سے آ کر کہتا ہے مجھے فلاں عورت نے اپنے نکاح کا وکیل کیا، دو گواہ گواہی دیتے ہیں، وہ تو اتنا کہہ کر الگ ہو گیا۔ اب قاضی جی نے نکاح پڑھایا یہ نکاح ہرگز نافذ نہ ہوا کہ نہ خود عورت نے ایجاب وقبول کیا نہ اُس کے وکیل ماذون نے بلکہ ایک اجنبی شخص نے کہ اوّل تو وکیل کا اپنی وکالت سے خبر دینا۔ اس قاضی کو اپنی طرف سے وکیل کرنا نہیں اور ہو بھی تو صحیح مذہب میں وکیل نکاح کو دوسرے کے وکیل کرنے کا بے اذن موکل اختیار نہیں فی الدر عن البحر لیس للوکیل (ای فی النکاح) ان یوکل بلا اذن اھ وفی وکالة غمز العیون عن الولوالجیة لو وکل رجلا فی نکاح فوکل الوکیل غیرہ ذکر محمد فی الاصل انه لایجوز فانه قال اذا فعل الثانی بحضرة الاول لم یجز وهو الصحیح اھ ملخصا تو یہ نکاح نکاح فضولی ہُوا۔ اور اجازت زن بالغہ پر موقوف رہا اگر خبر پا کر نفرت وکراہت ظاہر کی جیسا کہ اکثر دختران دوشیزہ سے ایسا ہی واقع ہوتا ہے۔ جب تو ڈھول سے کھال بھی گئی اب وہ نکاح یکسر باطل ہو گیا کہ آئندہ اجازت سے بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ فی الدر المختار لو بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانه بالرد لذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظهار النفرة عند فجاءة السماع۔ یونہی بعض نکاحوں میں مشاہدہ ہوا ہے کہ نکاح خواں نے کلمات ایجاب دولہا کے کان میں کہے کہ حاضرین میں کسی نے نہ سُنے۔ صحیح مذہب میں یوں نکاح نہیں ہوتا بلکہ مجلس واحد میں معاً دو گواہوں کا دونوں الفاظ ایجاب وقبول سننا شرط ہے فی الدر وشرط حضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معا علی الاصح ان باتوں کا منشا دہی جہل و

ف۱ مسئلہ نکاح باعلان ہونا اور ایجاب وقبول سے پہلے خطبہ کا ہونا اور مجلس نکاح کا مسجد میں منعقد ہونا اور روز روز جمعہ ہونا اور نکاح خواں کا رشید یعنی عالم باعمل ہونا مندوب ہے۔

ف۲ مسئلہ نکاح خواں نے کلمات ایجاب اگر دولہا کے کان میں کہے کہ کسی نے نہ سنے تو نکاح نہ ہُوا۔

ناواقفی ہے۔ اوران کے سوا اور بیس اغلاط کا اندیشہ ہے۔ جن سے علما ہی آگاہ ہوتے ہیں یا وہ نیک توفیق والے جنہیں علما کی خدمت وصحبت اور اُن سے مسائل دینیہ کی تحقیقات کا شوق کامل ہے غرض جاہل کی نکاح خوانی قطعًا خلاف اولی ہے۔ جس طرح اُس کی امامت یا مضاربت کہ جو اندیشہ خلل وفساد وہاں ہے وہی نکاح میں بھی کما لایخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ ازجوڑہاٹ ملک آسام ہائی اسکول مرسلہ میاں محمد علی صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۲ھ۔

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ اگر زید نے ایک عورت سے دو گواہ غیر ملکی کے سامنے نکاح کیا پھر زید نے وہ دونوں گواہ جانے کے بعد اپنے نکاح کو ظاہر کیا اور عورت بھی نکاح ہونے پر زید کے مقر ہے اور وہ دونوں گواہان مذکوران ایک غیر ملک میں جاکر ایک عالم سے اور اپنے ملک میں جاکر قاضی کے روبرو دونوں جگہ نکاح ہونے زید کی گواہی دیے ہیں اور دونوں جگہ سے دو خط مع مہر و دستخط کے اور صورت گواہی اُن دونوں گواہوں کے زید کے نکاح ہونے کا ثبوت زید کے ملک کے ایک عالم اور ایک معتبر آدمی کے پاس ارسال کیا پھر ایک برس کے بعد اُن دونوں گواہوں سے ایک گواہ آکر پہلے آتی ہے۔ تین چار آدمی کے روبرو نکاح ہونے زید کی گواہی دی تھی۔ بعدہ دس بارہ روز کے بعد ایک جماعت کے روبرو انکار نکاح زید کا کیا زید اور بی بی کے درمیان میں کوئی جھگڑا اور تنازع نہیں ہے زید بھی ہر خاص وعام کے روبرو کہتا ہے کہ وہ میری بی بی ہے۔ اور بی بی کہتی ہے کہ زید میرا شوہر ہے اور حال چال بھی دونوں کے خاوند اور جورو ہونے کے پائے جاتے ہیں اور مقر نکاح جانبین ہے از روئے شرع شریف کے زید کا نکاح درست اور نافذ ہوا ہے یا نہیں۔ اور نکاح دوبارہ کرنا لازم آئے گا یا نہ اور صورت نکاح دوبارہ میں حد اُن دونوں کے اوپر یعنی زوج وزوجہ کے اوپر لازم ہوگا یا نہیں مع دلیل وبرہان کے جواب باصواب فرمائیں۔ اگر دونوں گواہ انکار نکاح کا ہو جائیں تو اس صورت میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں وہ دونوں زوج وزوجہ ہیں ان کا نکاح صحیح وثابت ہے۔ دوبارہ نکاح کی اصلا حاجت نہیں اگرچہ دونوں گواہ انکار کر جائیں فان الشھود شرط النکاح فی الابتداء دون البقاء۔ جبکہ وہ دونوں

ف امسئلہ شہود ابتداء نکاح میں شرط ہیں یعنی بے اُن کے منعقد نہ ہوگا اور بقاء میں شرط نہیں یعنی شاہدوں کا بقاء نکاح کے لیے باقی رہنا ضرور نہیں۔

باہم مقر نکاح ہیں یہ اُسے اپنی بی بی وہ اُسے اپنا شوہر بتاتی ہے تو کسی کو اعتراض کی ہرگز گنجائش نہیں بلکہ اُن کا صرف یہ باہمی اقرار ہی ثبوت نکاح کے لیے کافی ہے اگرچہ کوئی گواہ گواہی نہ دے فی ردالمحتار صرحوا ان النکاح یثبت بالتصادق۔ پھر اُن کا باہم زن وشو کی طرح رہنا دوسرا مثبت نکاح ہے یہاں تک کہ جتنے لوگ اس حال سے واقف ہیں سب کو اُن کے زوج وزوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز ہے فی الھدایۃ ھل لہ ان یشھد اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد منھما الی الاٰخر انبساط الازواج اھ ملخصًا واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ^١٦ ۱۵۔شعبان ۱۳۱۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بایں شرط نکاح کیا کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دیدوں گا اور اس امر کو اپنے دل میں رکھا یا یہ کہ ہندہ سے بیان کیا تو آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

نکاح صحیح ہے خواہ دلمیں یہ قصد رکھا خواہ عقد میں اس کی شرط کرلی کہ طلاق کا شرط کرنا ہی ارادۂ نکاح دائم پر دلیل ہے ہاں اگر یوں عقد کرے کہ میں تجھ سے ایک مہینہ یا ایک برس یا سو برس کے لیے نکاح کیا۔ تو نکاح نہ ہوگا کہ ایک وقت تک نکاح کو محدود کردینا صورت متعہ ہے اور متعہ محض حرام وزنا درمختار میں ہے بطل نکاح متعۃ وموقت وان جھلت المدۃ أو طالت فی الاصح ولیس منہ مالو نکحھا علی ان یطلقھا بعد شھر او نوی مکثہ معھا مدۃ معینۃ۔ ردالمحتار میں ہے لان اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبدا وبطل الشرط۔ بحر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ^١٧:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید میں کوئی علامت مردی وزنی سے نہیں صرف ایک مخرج ہے جس سے بول آتا ہے۔ مگر پستان اُس کے مثل پستان زنان کے ہیں۔ اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اگر زید اُسے طلاق دے تو ادائے مہر ذمہ زید لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اور نصف مہر بعد طلاق ذمہ زید واجب الادا کہ منکوحہ

ف۱ نکاح متعہ ومؤقت اگرچہ مدت مجہولہ یا طویلہ ہو باطل ہے ۱۲

زید اگرچہ قبل از بلوغ بوجہ انتفائے ہر دو علامت از قبیل خنثی تھی مگر جب بعد بلوغ اُس کی پستانیں مثل پستان زن ظاہر ہوئیں تو اشکال زائل اور اُس کا عورت ہونا منکشف ہوگیا اب بلاشبہ یہ نکاح اپنے محل میں واقع ہوا اور حل استمتاع کو شرعاً مفید کہ شرائط صحت سب موجود ہیں اور موانع شرعیہ بالکل مفقود البتہ فساد خلوت عدم تاکد مہر کا باعث ہے اور خیار عیب[1] کو نکاح میں دخل نہیں تاکہ زید بوجہ اُس کے فسخ نکاح کرسکے اور کُل مہر اُس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے رہا امر حسی کا عائق ہونا وہ ہرگز منافی جواز نہیں۔ فی تنویر الابصار من کتاب الخنثی ھو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنیین فان ظھر لہ ثدی فامرأۃ انتھی مع التلخیص فی الدر المختار من النکاح ھو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحھا مانع شرعی انتھی وفیہ من باب المھر الخلوۃ بلا مانع حسی کرتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعقل بفتحتین غدۃ لا یطاق فیہ الجماع کالوطی فی تاکد المھر انتھی ملخصا وفیہ من ذلک الباب ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ انتھی وفی فتاوی الامام قاضی خان والرتق یمنع الخلوۃ لانہ یمنع الجماع وذکر فی طلاق الاصل من العدۃ یجب علی الرتق ای فلھا نصف المھر انتھی وفیھا من فصل خیارات النکاح وھھنا خیار العیب وھو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لا یثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما وقال الشافعی لہ ان یرد بالقرن والرتق ویفسخ النکاح فان رد قبل الدخول یسقط کل المھر ولا لھا مھر المثل کما ھو حکم الفسخ انتھی مع التلخیص۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت طوائف کسی مرد آشنا کے ساتھ پردہ میں حسب دستور عیاشوں کے جو لغرض مقید رکھنے اور ملتفت ہونے اس کے ساتھ دوسرے مرد کے پردہ میں رکھتے ہیں ہم خانہ رہی ہو تو وہ عورت شرعاً زوجہ تصور کی جائے گی یا نہیں اور اگر زوجہ تصور کی جائے گی تو ایسے ہم خانہ رہنے کے واسطے کوئی مدّت مقرر ہے یا نہیں اور ہے تو کس قدر مدت ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

صورت مسئولہ میں پردہ اُس طوائف کا صرف اُن لوگوں سے جن سے احتمال موافقت کا ہو معتد بہ

ف۱ خیار عیب کو نکاح میں کچھ دخل نہیں۔

ف۲ ظہور پستان سے خنثی مشکل کا عورت ہونا معلوم ہوتا اور اشکال دفع ہوجاتا ہے۔

نہیں ایسا پردہ ثبوت نکاح کی دلیل نہیں ہوسکتا البتہ اگر وہ مرد وزن مثل زوج وزوجہ رہتے اور جو لوگ اُن کے حالات خانگی سے واقف ہیں انہیں زوج وزوجہ تصور کرتے ہوں تو شرعًا زوج زوجہ قرار پائیں گے نہ زانی و زانیہ کہ مسلمان کی طرف بدکاری کی نسبت بے ثبوت شرعی ہرگز جائز نہیں شارع نے جس قدر احتیاط اس بارے میں فرمائی دوسرے معاملہ میں نہ آئی یہاں حسن ظن واجب اور تکذیب قاذف لازم قال اللہ عز اسمہ لولا جاؤا علیہ باربعۃ شھداء الآیہ اور ارشاد ہوتا ہے ولولا اذ سمعتموہ قلتم الآیۃ اگر کوئی مسلمان حر عاقل بالغ عفیف کی طرف نسبت زنا کرے اور چار گواہ سے ثابت نہ کردے تو بعد طلب مقذوف کے اُسے اسّی کوڑے مارے جاتے ہیں اور گواہی اُس کی کبھی قبول نہیں ہوتی قال اللہ تعالیٰ والذین یرمون الآیہ اسی طرح اگر تین گواہ معائنہ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو اُن گواہوں پر حد قذف لازم آتی ہے[ف۱] فی الفتاوی الھندیۃ ان شھد علی الزنا اھ - پس ایسی صورت میں گو گواہان معائنہ نکاح موجود نہ ہوں شرع حکم نکاح کا فرما دیتی ہے اور اس امر کے لیے شرع شریف میں کوئی مدت مقرر نہ فرمائی بلکہ بحالت عدم شہود معائنہ مدار ثبوت انبساط وشہرت پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ ۱۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور زید شب زفاف میں بالکل مخاطب نہ ہوا اور چارپر علیحدہ رہا اور باہم صحبت زید نے ہندہ سے نہیں کی بعدہ معلوم ہوا کہ زید نامرد ہے اور ہندہ نے زید کا عنین ہونے کا بھی ایک عرصہ تک علاج کیا - لیکن صورت صحت ظہور میں نہ آئی اب ہندہ اپنے والدین کے یہاں رہتی ہے اور زید بسبب نامردی کے چاہتا ہے کہ ہندہ کو جان سے مار ڈالے - اس صورت میں نکاح ہندہ کا زید سے درست ہوا یا نہیں اور ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں - جیسا حکم شرع شریف کا ہو ویسا کیا جائے بینوا توجروا -

الجواب:

نکاح ہندہ کا زید سے درست ہے اذ لیس عدم العنۃ من شرائط صحتہ ولو کان کذلک احتیج الی ماذکروہ من باب العنین من المرافعۃ والتاجیل والطلب والتفریق وھذا واضح جدا -

---

ف۱ زنا کی تہمت لگانے والا اگر چار مرد گواہ عادل پیش نہ کرے تو اسّی کوڑے کا مستحق ہے اور ہمیشہ کے لیے وہ مردود الشھادۃ ہے -

ہندہ کو ہرگز روا نہیں کہ بغیر حصول طلاق دوسرے شخص سے نکاح کرے اگر کرے گی نکاح ثانی باطل محض ہوگا۔ اور شوہر ثانی سے قربت زنائے خالص والعیاذ باللہ تعالیٰ وذٰلک لبقاء العصمۃ کما ذکرنا فی العنین وغیرہ فیہا سواء۔ ہاں صورت خلاص یہ ہے کہ زید و ہندہ اپنے معاملہ میں کسی ذی علم کو پنچ کریں ففی الخیریۃ یصح[۱] التحکیم فی مسئلۃ العنین لانہ لیس بحد ولا قود ولا دیۃ علی العاقلۃ ولہم ان یفرقوا بطلب الزوجۃ اھ ہندہ اُس کے حضور عنت شوہر کا دعوے کرے۔ اور اس بنا پر تفریق چاہے پنچ کے نزدیک جب اُس کا عنین ہونا بطرق شرعیہ کہ اُن میں سے ایک طریقہ مثلاً اقرار زید ہے ثابت ہو جائے تو بملاحظہ تفاصیل مذکورہ فی الفقہ سال بھر کی زید کو مہلت دے اور اس تمام برس میں زن وشو یکجا رہیں اگر کچھ دنوں کو ہندہ کہیں چلی جائے گی، وہ دن سال میں معدود نہ ہوں گے۔ جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اس وقت بطلب ہندہ زید و ہندہ میں تفریق کر دی جائے۔ اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہوگا۔ وکل ماذکرنا مفصل فی الدر المختار ورد المختار والفتاوی الخیریۃ وغیرہا من الکتب الفقہیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۲۰]:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مع چند ہمراہیوں کے عمرو کے یہاں اُس کی دختر کو پیام دینے گیا عمرو نے اس کے ساتھ شادی دختر کر دینے پر رضا ظاہر کی اور گفتگو کرنے والوں سے مخاطب ہو کر کہا، میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی۔ اس پر زید نے کہا بہتر ہم کو منظور ہے جب آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہو گئی غرض بات بہمہ وجوہ قرار پا گئی اور طرفین کا اطمینان ہو گیا۔ اب عمرو اُس دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کرنا چاہتا ہے یہ اُسے جائز ہے یا نہیں اور بغیر ترک یا اعراض زید کے دوسرے شخص سے اُس دختر کا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں۔ اور جب کہ عمرو نے کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی اور زید نے اس کے جواب میں کہا بہتر قبول و منظور ہے تو یہ صاف ایجاب و قبول ہو کر نکاح منعقد ہو گیا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگرچہ مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان

---

[۱] مسئلہ عنین میں تحکیم یعنی پنچ بنا لینا جائز ہے کہ وہ حد نہیں جس کا نفاذ بغیر حاکم کے نہ ہو سکے اور نہ قود ہے نہ دیت جن کے لیے حاکم کی حاجت اور پنچ کو حسب شرائط بطلب زوجہ تفریق کر دینا جائز۔

[۲] عنین اور اس کی زوجہ میں تفریق کی صورت۔

دے کر دوسرے سے قصد تزویج کرنا شرعاً مذموم و بیجا و قابل مواخذہ ہے قال تبارک و تعالیٰ ان العہد کان مسئولا اور جس طرح مخطوب منہ پر مواخذہ ہے اسی طرح وہ دوسرا خاطب جس نے مخطوبہ غیر پر پیام دیا شرعاً مرتکب شناعت ہے۔ وقد صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن السوم علی سوم اخیہ والخطبۃ علی خطبۃ اخیہ۔ مگر باینہمہ اگر مخطوب منہ اپنی لڑکی کا خاطب اول سے نکاح نہ کرے اور غیر سے تزویج کر دے یہ نکاح شرعاً صحیح و درست ہو جائے گا اور ترک و اعراض خاطب اول کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ گفتگو جواب تک خاطب و مخطوب منہ کے درمیان آئی۔ اس کی طرف سے مجرد خطبہ تھی اور اس کی جانب سے محض وعدہ نہ عقد ایجاب و قبول پس مخطوبہ ہنوز خاطب کی عصمت نکاح میں نہ داخل ہوئی جس کے سبب غیر سے اُس کی تزویج ناروا ٹھہرے فی العقود الدریۃ سئل فیما اذا خطب وکیل زید ابنۃ عمرو البالغۃ لزید بمحضر من الناس فاجابہ الاب الی ذلک قائلا ان مہر ابنتی کذا ان رضیت فبہا و الا فلا فرضی الخاطب و دفع للاب شیئا من الحلی والالبسۃ لابنتہ فلم ترض البنت بالخطبۃ وردتہا فہل یسوغ لہا ذلک ولا تکون الخطبۃ واقعۃ موقع عقد النکاح اصلا الجواب حیث لم یجر بینہما عقد نکاح شرعی بایجاب وقبول شرعیین لا تکون الخطبۃ واقعۃ موقع عقد النکاح اصلا۔ اور یہ لفظ کہ میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی ہر چند کنایات تزویج سے ہے مگر مجلس عقد میں عقد قرار پاتا ہے اور مجلس وعد میں وعد فی رد المحتار عن فتح القدیر عن شرح الطحاوی لو قال ہل اعطیتنیہا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح اھ واقرہ العلامۃ العلائی والفاضل الرحمتی والسید الطحطاوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور پر ظاہر کہ وہ مجلس مجلس نکاح نہ تھی۔ اور خاطب کا اس وقت مع چند ہمراہیوں کے جانا بات ٹھہرانے اور وعدہ لینے، اور رضامندی حاصل کرنے ہی کے طور پر تھا تو پدر مخطوبہ کے وہ الفاظ بھی وعدہ ہی پر محمول ہوں گے نہ عقد پر یہاں تک کہ خود خاطب کے کلام سے واضح و روشن کہ وہ بھی ان کلمات کو اقرار نکاح و اظہار رضا و قبول خطبہ ہی سمجھا نہ ایجاب و تزویج کہ اس نے جواب میں کہا بہتر ہم کو منظور ہے جب آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہو گئی اور ہر عامی جانتا ہے کہ ہماری زبان میں زبان دینا کسی کام کے وعدہ و اقرار کو کہتے ہیں نہ اُس کے ایقاع و اصدار کو زید نے اگر عمرو سے کچھ روپے مانگے

فا مسئلہ ایک کے نرخ پر دوسرے کا نرخ کرنا یا کسی کی منگیتر کو نکاح کا پیغام دینا مکروہ ہے۔

اور اُس نے دے دیے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ عمرو زبان دے چکا۔ ہاں نہ دیے اور دینے کا وعدہ کر لیا تو یہ لفظ بولنا صحیح ہوگا۔

پس ثابت ہوگیا کہ مخطوب منہ کا وہ کلام محض اجابت تھا نہ لفظ ایجاب دُشتان بینہما ایک وجہ تو عدم نکاح کی یہ ہوئی اور یہیں سے دوسری وجہ بھی ظاہر کہ جب کلام خاطب باعلی ندا منادی کہ وہ سخن مخطوب منہ کا محصل اقدام علی العقد نہ سمجھا تھا۔ بلکہ محض اقرار و وعدہ جانا تو اب اس کا یہ کہنا بھی کہ بہتر ہم کو منظور ہے بر سبیل قبول تزویج نہ تھا۔ بلکہ اس کی اجابت پر اپنی خوشی کا اظہار تھا۔ تو اگر فی الواقع مخطوب منہ کے وہ الفاظ ایجاب ہی ٹھہریں تاہم قبول مفقود ہے اور جملہ اخیرہ کے آپ نے زبان دی تو میری تسکین ہوگئی۔ مفسر مراد موجود جس کے سبب لفظ اوّل صریح قبول ٹھہرا کر الفاظ پر بنا اور نیت کا الغا نہیں کر سکتے اور اس کے سوا بعض وجوہ اور بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو عدم انعقاد نکاح پر دلالت کریں کما لا یخفی علی الماھر الفقیہ۔ وفیما ذکرنا کفایۃ للنبیہ۔

بالجملۃ نہ الفاظ مخطوب الیہ ایجاب کے قابل نہ جانب خاطب سے قبول حاصل نہ مخطوبہ حبالۂ نکاح خاطب میں داخل نہ غیر سے تزویج ناروا و باطل رہا۔ مخطوب منہ پر گناہ وہ بھی اسی وقت تک ہے کہ اس نے بلا وجہ یا کسی رنجش دنیوی کے سبب تزویج خاطب اوّل سے اعراض کیا ہو اور اگر در حقیقت[ف۱] کوئی عذر مقبول پیدا ہوا اور اس نکاح میں اُس نے حرج شرعی سمجھا۔ اور خاطب ثانی کو حق دختر میں بہتر جانا تو شرع مطہر ہرگز اُس پر لازم نہیں کرتی۔ کہ تو اپنی زبان پالنے کے لیے محذور شرعی گوارا یا دیدہ و دانستہ بیٹی کے حق میں برا کر نیک[ف۲] و بد پر کامل نظر ذمہ پدر واجب و ضرور اور آدمی نہ تبدل رائے سے محفوظ و مصئون نہ کسی وقت بعض مصالح پر نہ اطلاع پانے سے مامون یہ تو صرف اقرار ہی تھا ہمارے حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو در بارۂ قسم ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تم کسی بات پر قسم کھا بیٹھو پھر خیال میں آئے کہ اس کا خلاف شرعاً بہتر ہے تو اس بہتر ہی پر عمل کرو اور قسم کا کفارہ دے دو۔ فقد اخرج الامام احمد و مسلم فی صحیحہ والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من[ف۳] حلف عن یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ۔

ف۱ اگر کسی عذر شرعی کی بنا پر منگنی کر کے دوسرے کو لڑکی دیدی تو قباحت نہیں۔

ف۲ ذمہ پدر لازم کہ اولاد کے نیک و بد پر نظر رکھے اور وہ کرے جو ان کے حق میں بہتر ہو۔

ف۳ جس نے کسی بات پر قسم کھائی پھر اُس کے غیر کو اُس سے بہتر جانا تو اُسے چاہیے کہ جسے بہتر دیکھ رہا ہے وہی کام کرے اور قسم کا کفارہ دیدے

پس پدر مخطوبہ پر لازم کہ خدا سے ڈرے اور اصلح و اوفق پر نظر کرے وہ دو مطالبوں کے زیر تقاضا ہے۔ ایفائے موعارت و دفع مفسدت پھر اگر خاطب اول میں کوئی محظور شرعی نہ ہو تو اول پر عمل کرے ورنہ ثانی پر کاربند رہے من ابتلی ببلیتین فاختار اھونھما والله سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ کو نکاح ہندہ بالغہ کا زید کے ساتھ جو اہل کفو سے ہے منظور نہ تھا۔ ونہ ہی زید نے بغیبت باپ ہندہ جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا بہ سکوت ہی گر یہ ہندہ و بہ رضامندی مادر و نانی ہندہ و کالت اور شہادت تین اقربا خاص نکاح ظاہر کیا ہندہ کہہ رہی ہے کہ مجھ کو بلا رضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا اور نہ اب ہے۔ ایسی حالت میں باپ ہندہ یا ہندہ کے مجبور کرنے کے واسطے منجانب زید بخیال جواز نکاح بہ بیان و شہادت گزری کہ ہندہ نے زبان سے اقرار کیا تھا و بعد از رخصتی بذریعہ عدالت یا جس طرح پر ہوا اپنے گھر جا کر نکاح کا قصد رکھیں۔ ایسی صورت میں ہندہ کو جو ولایت اپنے باپ میں ہے کسی ذریعہ سے لی جاوے۔ اطلاق غصب یا کس گناہ کا ہوگا و نکاح بایعد کی نسبت جو گھر لے جا کر دختر مذکورہ کو مجبور کر کے کرے کیا کہنا چاہیے۔ و زید و غیرہ مرتکب کس گناہ کے ہوں گے یا کچھ نہیں۔ فرض کیا جائے کہ قضاء بوجہ نصاب شہادت نکاح جائز ہو لیکن جب باپ ہندہ کو نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے۔ و ہندہ کہہ رہی تھی کہ مجھ کو بلا رضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے۔ ایسی حالت میں زید و غیرہ کی نسبت کیا کہنا چاہیے کہ بالجبر باپ ہندہ کو مجبور کرنا کیسا ہے۔ اگر ناجائز ہے تو مرتکب غصب یا کس گناہ کا مرتکب و گواہ و وکیل و معین اُس کے کس گناہ کے مرتکب اور نکاح آئندہ کی نسبت جو بالجبر اپنے گھر لے جا کر کرے کیا کہنا چاہیے اور یہاں رضاعت کا بھی شبہہ ہے۔ اگرچہ اُس میں شک واقع ہے کہ ہندہ کی نانی مادر ہندہ نے پہلے کہا تھا کہ ایام رضاعت میں زید کو دودھ پلایا ہے بعدہٗ بحلف کہنے کو موجود کہ نہیں پلایا ہے ایسی صورت میں احتیاط و تقویٰ کا کیا مقتضی ہے گو نکاح کرنا جائز ہو مگر احتیاط و تقویٰ مقتضی اس امر کا ہے نہ کیا جائے اگر ہو گیا ہو تو ترک کیا جائے یا کیا اگر احتیاط مانع ہے تو اس احتیاط کے ہاتھ سے نہ جانے میں جس قدر باپ ہندہ کا جان دے رہا اور نقصان امور دنیادی اُٹھا رہا ہے، یا آوارہ وطن ہو جائے داخل امور دینی و ثواب ہے۔ اور اگر اس صدمہ سے یا مقابلہ میں یعنی جس وقت زید رخصت بجبر یا کوئی فعل جبریہ کرنا چاہے اُس وقت جان جاتی رہے تو شہید کا اطلاق کیا جائے یا کیا و نیز متعلق اس کے یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ

زید وغیرہ یہ کہتے ہیں جب بسبب عدم ثبوت رضاعت نکاح شرعاً جائز تو تجدید نکاح کردو۔ گو احتیاط وتقویٰ مانع ہے و باپ ہندہ یہ کہتا ہے کہ جب احتیاط وتقویٰ مانع ہے تو ہم کیوں کریں پس ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ زید کا قول مرقومہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ احتیاط وتقویٰ کو ایک ادنیٰ چیز سمجھتا یا کچھ نکلتا ہے دوسرے یہ کہ زید جو وہ باپ ہندہ کو احتیاط وتقویٰ سے روکتا ہے کیسا فعل ہے۔

الجواب:

جواب سوال[ع] اوّل میں واضح ہو چکا کہ یہ نکاح اگر باذن صریح ہندہ نہ ہوا نہ بعد کو اذن صریح قولی یا فعلی سے نافذ ہو لیا تو مجرد سکوت ہندہ اُس کے نفاذ کے لیے کافی نہیں نکاح نکاح فضولی تھا اور اذن ہندہ پر موقوف جب ہندہ نے کہا کہ مجھے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے۔ تو یہ صاف رد و باطل ہو گیا اب اگر ہندہ و پدر ہندہ کو مجبور کرنے کے لیے کسی جھوٹی شہادت سے نکاح ثابت کیا جائے تو زید اور اس کے شہود سب مستحق غضب الٰہی و عذاب شدید ہوں گے جھوٹی گواہی دینے والے پر جو سخت ہولناک وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں، ہر مسلمان جانتا ہے۔ یہاں تک کہ قرآن[ف] عظیم میں اسے بُت پوجنے کے برابر شمار فرمایا۔ قال اللہ تعالیٰ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عدلت شهادة الزور الاشراك بالله، عدلت شهادة الزور الاشراك بالله، عدلت شهادة الزور الاشراك بالله۔	جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شریک کرنے کی برابر کی گئی۔ جھوٹی گواہی خدا کے لیے شریک بنانے کے ہمسر ٹھہرائی گئی۔ جھوٹی گواہی خدا کا شریک ماننے کے ساتھ کی گئی۔

رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن خریم بن فاتك رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الا انبئكم باكبر الكبائر قول الزور او قال شهادة الزور کیا میں تمہیں نہ بتا دوں کہ سب کبیروں سے بڑا کبیرہ کونسا ہے؟ بناوٹ کی بات یا فرمایا جھوٹی گواہی رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ع یعنی مقام مذکور کا سوال کہ باب الولی میں ہے ۱۲

ف جھوٹی شہادت اکبر کبائر ہے۔ اللہ و رسول کے نزدیک بت پوجنے کے برابر ہے۔

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لن تزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللہ لہ النار۔[1]
جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ عزوجل اُس کے لیے جہنم واجب کر دیتا ہے۔

رواہ ابن ماجۃ والحاکم وصحح سندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

ایسی ناپاک کارروائی کے ساتھ کسی کی بیٹی کو بلا نکاح رخصت کرا کرے جانا اگرچہ اسی قصد پر ہو کہ گھر لیجا کر نکاح کرلیں گے سخت شدیدہ کبیرہ عظیمہ ملعونہ ہے جس کا مرتکب کہ اشد ظلم میں گرفتار ہے۔ مستحق عذاب الیم نار ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے الا لعنۃ اللہ علی الظلمین[2] سن لو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دفتر تین ہیں، ایک میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا اور دوسرے کی اُسے کچھ پرواہ نہیں اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ جس میں سے کچھ نہ بخشے گا کفر ہے اور وہ جس کی اُسے پرواہ نہیں آدمی کے حقوق اللہ میں گناہ ہیں۔ جیسے کسی دن کا روزہ یا کوئی نماز ترک کر دی کہ اللہ عزوجل چاہے گا تو اسے معاف فرما دے گا۔

واما الدیوان الذی لایترک اللہ منہ شیئا مظالم العباد بینھم القصاص لامحالۃ رواہ الامام احمد والحاکم وصححہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی
اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا۔ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے اس کا بدلا ضرور ہونا ہے

نکاح اگرچہ جبر واکراہ سے بھی ہو جاتا ہے۔[3] فی الھندیۃ الاصل ان تصرفات المکرہ کلھا قولا منعقدۃ عندنا الا ان مایحتمل الفسخ[4] منہ کالبیع والاجارۃ یفسخ ومالا یحتمل الفسخ منہ کالطلاق والعتاق والنکاح والتدبیر والاستیلاد والنذر فھو لازم کذافی الکافی اھ وتمامہ فی ردالمحتار قبیل قولہ وشرط حضور شاھدین الخ۔

اقول[۳۷] واما قول ھندیۃ عن الخانیۃ فی تعداد شروط النکاح ومنھا رضاء المرأۃ اذا کانت

---

[1] جھوٹی گواہی دینے والا وہاں سے ہٹنے سے قبل مستحق نار ہو جاتا ہے۔

[2] ظالموں پر خدا کی لعنت۔

[3] نکاح بجبر واکراہ بھی ہو جاتا ہے مگر ایسا کرنا ظلم ہے۔

[4] جو عقد قابل فسخ ہے جیسے بیع واجارہ اگر یہ اکراہ کے ساتھ ہو تو فسخ کر دیا جائے گا۔

بالغۃ الخ فقد کتبنا علی ھامشہ ما نصہ ای اذنھا قولا وفعلا صریحا اودلالۃ ولو جبرا وکرھا ھکذا ینبغی ان یفسر ھذا المقام مگر کسی کی بیٹی کو جبراً ابلا نکاح لے جانا پھر بالجبر نکاح کرنا ظلم پر ظلم اور مسلمان کو عار لاحق کرنا ہے قال اللہ تعالیٰ لا اکراہ فی الدین ۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لایحل[1] لمسلم ان یاخذ عصا اخیہ بغیر طیب نفس منہ ۔	مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کی لکڑی بغیر اُس کی دلی مرضی کے لے لے ۔

رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب بے مرضی لکڑی لینی حرام ہے لڑکی لینی کس درجہ حرام واشد حرام ہوگی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

من[2] اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی تعالیٰ عنہ بسند حسن ۔	جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی، اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی ۔

گواہ ووکیل ومعین جتنے لوگ اس واقعہ پر آگاہ ہو کر زید کی اعانت کریں گے سب اُس کی مثل ظلم و حرام و استحقاق عذاب میں مبتلا ہوں گے قال اللہ تعالیٰ ولا[3] تعاونوا علی الاثم والعدوان ۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرجیل الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔	جو کسی ظالم کے ساتھ چلا اُس کی مدد کرنے اور وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے ۔ وہ بے شک اسلام سے نکل گیا ۔

ف[1] مسئلہ مسلمان کی لاٹھی بھی بغیر اُس کی مرضی کے لینی جائز نہیں ۔

ف[2] مسئلہ ناحق ایذائے مسلم حرام ہے مسلمان کو اذیت پہنچانا اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے ۔

ف[3] مسئلہ ظلم وگناہ پر اعانت کرنا حرام ہے ۔

رہا مسئلہ[۱] رضاعت ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لیے کافی نہیں خصوصاً جبکہ خود مضطرب ہو کما فصلناہ فی فتاوینا السابقۃ الواردۃ علینا من السائل فی ھذا الباب۔ اس سے احتیاطاً بچنا صرف مرتبۂ استحباب میں ہے اور فعل[۲] غایت درجہ مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ کہ نہ کرے تو بہتر کرے تو کچھ گناہ نہیں فتاوےٰ امام قاضی خاں میں ہے رجل تزوج امرأۃ فاخبرہ رجل مسلم ثقۃ او امرأۃ انھما ارتضعا من امرأۃ واحدۃ قال فی الکتاب احب الی ان یتنزہ فیطلقھا ویعطیھا نصف المہر ان لم یدخل بھا ولا تثبت الحرمۃ بخبر الواحد عندنا مالم یشھد بہ رجلان او رجل وامرأتان۔

ایسے امر سے بچنے کے لیے جان دینے کی اجازت ہرگز نہیں ہوسکتی کہ جان[۳] کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ بلکہ اہل وعیال کو چھوڑ کر جلاوطنی وغیرہ امور بھی کہ خود گناہ یا منجر بہ گناہ ہوں جائز نہیں ہوسکتے۔ اذ لیس من قضیۃ الشرع الکریم والعقل السلیم دراء شیٔ خفیف بارتکاب ثقیل عظیم۔ یہاں تقویٰ بمعنی اتقائے شبہات ہے وہ صرف مستحب ہے نہ فرض وواجب۔ علما فرماتے ہیں لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات کما فی الاشباہ وغیرہ عن الخانیۃ والتجنیس وغیرھما۔ زید وغیرہ کی اُس درخواست سے تقویٰ کی اہانت نہیں نکلتی۔ بلکہ اس احتیاط کا غیر ضروری ہونا اور اس قدر ضرور صحیح ہے۔ ہاں اُس سے روکنا اگر بالجبر ہو تو ہم لکھ چکے ہیں کہ مسلمان پر جبر واکراہ کسی امر مباح میں حرام وظلم ہے نہ کہ امر غیر مستحب میں۔ مگر اس پر جان نہیں دے سکتے۔ البتہ صورت اولیٰ میں یعنی جبکہ واقع میں نکاح باطل ہوا اور زید جھوٹی گواہیاں دلوا کر بالجبر بلا نکاح چھین لے جانا یا بالجبر اُس کے ساتھ کوئی فعل ناجائز کرنا چاہے اُس وقت اگر یہ اپنے ناموس کی حفاظت جائزہ کرے جو شرعاً وعقلاً وعرفاً ہر طرح اس کا حق ہے اور ظالم اسے قتل کردے تو یہ شہید ہوگا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من[۴] قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل | جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید جو اپنی

ف۱ مسئلہ ثبوت رضاعت کے لیے ایک عورت کا بیان کافی نہیں اور اُس سے احتیاط کرنا مستحب ہے۔

ف۲ مسئلہ ارتکاب مکروہ تنزیہی معصیت نہیں۔

ف۳ مسئلہ جان رکھنا ہر فرض سے بڑھ کر فرض ہے۔ مکروہ سے بچنے کے لیے جان دینا جائز نہیں۔

ف۴ مسئلہ جو اپنے جان مال دین ومذہب اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

دون دمه فهو شهید ومن قتل دون | جان بچانے میں مارا جائے وہ شہید جو اپنا دین بچانے
دینه فهو شهید ومن دون اهله | میں مارا جائے وہ شہید جو اپنے گھر والوں کے
فهو شهید اخرجه الائمة احمد وابو داؤد | بچانے میں مارا جائے وہ شہید۔

والترمذی والنسائی وابن حبان فی صحاحهم عن سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما واللہ تعالیٰ عنہ

مسئلہ ۲۱ از مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان حسن صاحب ۱۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید و ہندہ نے باہم کلمات ایجاب وقبول نکاح کے بموجودگی دو آدمیوں کے کہے۔ لیکن ان دونوں آدمیوں کو مطلقاً سماعت اور علم نکاح زید اور ہندہ کا نہ ہوا بعد ازاں زید نکاح سے منکر ہوا اور اُن دونوں شاہدوں نے بھی سماعت اور علم نکاح سے لاعلمی روبرو حاکم شرع کے ظاہر کی تو آیا حاکم شرع زوجہ کو مہر دلائے گا یا نہیں اور یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:

نکاح میں شرط ہے کہ دونوں گواہ معاً دونوں لفظ ایجاب وقبول جلسۂ واحدہ میں سُنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے فی الدر المختار شرط حضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معا علی الاصح فاهمین انه نکاح علی المذهب الصحیح تو مذہب اصح پر یہ نکاح منعقد نہ ہوا۔ زید کا انکار سچا ہے اگر نوبت ہمبستری نہ آئی تو مہر سے کیا علاقہ ورنہ مہر مثل دینا ہوگا۔ فان الوطء فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او عقر کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار وقد کانت ههنا شبهة العقد فالحد سقط فالعقر ثبت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲ مسئولہ حافظ علی بخش صاحب ساکن آنولہ مسجد خفیاں ۲۵ شوال ۱۳۲۳ھ

تعظیماً جمع کا لفظ خدا کی شان میں بولنا جائز ہے یا نہیں؟ جیسے کہ اللہ جل شانہ یوں فرماتے ہیں؛ اسی طرح ناکح سے کہنا کہ تم نے یہ عورت قبول کی جمع بولنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

حرج نہیں اور بہتر صیغہ واحد ہے کہ واحد احد کے لیے وہی انسب ہے۔ قرآن عظیم میں ایک جگہ رب عزوجل سے خطاب جمع ہے رب ارجعون۔ وہ بھی زبان کافر سے ہے۔ اور ناکح سے کہنا کہ تم یا آپ یا جناب نے

فائدہ: مسئلہ شبۂ نکاح سے حد ساقط ہوتی اور عقر ثابت ہوتا ہے۔

قبول کی اس میں بھی حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ ۱۶-صفر ۱۳۰۳ھ

زید کہتا ہے کہ متناکحین بالغین کو بوقت نکاح کلمے اور صفت ایمان مجمل ومفصل پڑھانا بہت ضرور وبہتر ہے اس کو کرنا چاہیے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کے فتاویٰ میں ہے "از روئے شریعت غرا نکاح درمیان مومن وکافر منعقد نمی گردد ظاہر ست کہ از انسان درحالت لاعلمی یا از روئے سہو اکثر کلمۂ کفر صادر می گردد کہ براں متنبہ نمی شود۔ دریں صورت اگر نکاح متناکحین واقع شد منعقد نمی شود لہذا متاخرین از علمائے محتاطین احتیاطاً صفت ایمان مجمل ومفصل را بحضور متناکحین می گویند ومیگویانند تا انعقاد بحالت اسلام واقع شود فی الحقیقۃ علمائے متاخرین ایں احتیاط را در عقد نکاح افزودہ اند خالی از نزاکت اسلامی نیست کسانیکہ از اسلام بہرہ ندارند بلطف آں کے برسند" انتہی یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

بہتر ہونے میں کیا کلام کہ ذکر خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر محض ہے خصوصاً[ف] تجدید ایمان کہ ویسے بھی حدیث میں اس کا حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

ان الایمان لیخلق فی جوف احدکم کما یخلق الثوب فاسألوا اللہ تعالٰی ان یجدد الایمان فی قلوبکم۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر بسند	بے شک ایمان تم میں کسی کے باطن میں پرانا پڑ جاتا ہے، جیسے کپڑا کہنہ ہو جاتا ہے۔ تو اللہ عزوجل سے مانگو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرمائے۔

حسن والحاکم فی المستدرک عن عمرو بسند صحیح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:-

جددوا ایمانکم اکثروا من قول لا الٰہ الا اللہ۔ رواہ الامام احمد	اپنے ایمان تازے کر دلا الٰہ الا اللہ بکثرت کہو۔

والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

تو اس قدر ضرور مسلم کہ اس کو کرنا چاہیے۔ ہاں بہت[ف۲] ضروری کہنا نوع افراط سے خالی نہیں جہلاً یا سہواً معاذ اللہ

ف: مسئلہ تجدید ایمان امر محمود ہے ۱۲ ف۲ مجرد احتمال سے وجوب نہیں وجوب کے لیے غلبۂ ظن درکار۔

کلمہ کفر صادر ہو جانا محتمل سہی مگر اُسے مظنون ٹھہرالینا سوئے ظن ہے اور بے حصول ظن حکم ضرورت نہیں۔ کما لا یخفی واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵، ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دختر زید بعمر سترہ سال ولپسر عمرو بعمر تیئس سال ہے اور مانع شرعی موجود نہیں پسر کا ولی واسطے نکاح کے چار ماہ کی مہلت چاہتا ہے اگر مہلت دی جائے تو شرعاً گنہگاری ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

کوئی گناہ نہیں جبکہ کوئی اندیشہ صحیح نہ ہو اور اگر معاذ اللہ اندیشہ ہے اور دوسرا کفو موجود ہے تو مہلت نہ دینا چاہیے اگر نہ مانے اُس دوسرے سے نکاح کردیں جبکہ دختر رضامند ہو لحدیث یا علی لا تؤخر ثلثا الصلٰوۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶ از ریاست رام پور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ، ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس طور پر نکاح کیا کہ دو ۲ گواہ اور ایک وکیل نے ہندہ کے پاس جاکر یہ کہا کہ بکر کا بیٹا زید نے ایک ہزار روپے کے بدلے میں تم کو اپنی زوجیت میں طلب کیا ہے یعنی خواستگاری کی ہے تم بھی اُس کو اپنی شوہریت میں قبول کرو اور مجھ کو وکیل قرار دو تو ہندہ مذکورہ نے فقط لفظ قبول کہا (اور اس لفظ قبول کو اس ملک کے عوام وخواص قائم مقام ایجاب کے بنابر عرف کے سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں)، پھر اسی طرح تینوں شخص زید کے پاس گئے اور وکیل نے زید سے جاکر کہا کہ تم نے خالد کی بیٹی ہندہ کو مہر مذکور پر قبول کیا تو زید نے صرف لفظ قبول کہا (اور اس قبول کو یہاں کے باشندے بمنزل قبول نکاح کے تصور کرتے ہیں اور ہزارہا نکاح اس طور سے ہو گئے اور ہوتے ہیں اور آیندہ بھی ہوں گے۔ کیونکہ یہ طور یہاں کا رسم ورواج قرار پایا ہے) اب اس صورت میں فقط لفظ قبول

ف ۱ مسئلہ تین باتوں میں تاخیر نہ کرے۔ نماز میں جبکہ وقت آجائے اور نماز جنازہ میں جبکہ حاضر ہو اور لڑکی کے نکاح میں جبکہ اُس کا کفو مل جائے۔

سے نکاح صحیح ہوگا یا نہیں۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ عاقل و بالغ کا کلام لغو کرنا نہ چاہیے ورنہ ہزاروں آدمی حرام زادہ قرار پائیں گے مسلمان کو زنا سے شرعاً بچانا چاہیے اور عرف اور رواج بھی ادلہ شرعیہ سے ایک دلیل ہے تو موافق عرف کے نکاح کو صحیح قرار دینا چاہیے۔ اور بعض علما کہتے ہیں کہ لفظ قبول سے نکاح صحیح نہیں ہوتا کیونکہ لفظ قبول مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں ہوتا اب متنازع فیہ میں حکم شرع شریف جو ارشاد ہو۔ عوام بیچارے نہ مصدر کو جانیں نہ ماضی کو وہ تو اپنے عرف و رواج جانتے ہیں اسی کے پیرو و تابعدار ہیں ان کی اصلاح کس طور پر ہو۔ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں صحت نکاح میں شبہ نہیں جب ہندہ نے بعد سوال توکیل لفظ قبول کہا یہ ایجاب توکیل ہوا اور وہ شخص وکیل ماذون ہو گیا۔ فان التوکیل یتم بمجرد الایجاب ولا یتوقف علی القبول و ان کان یرتد بالرد کما فی الاشباہ والھندیۃ وغیرھما وھھنا وان امکن ان یجعل قول الوکیل تقبلیہ فی زوجیتک ایجاب فضولی بناء علی ما صرح فی الخانیۃ والخلاصۃ ان الامر فی النکاح ایجاب قال فی الفتح وھو الاحسن وح یکون قول المرأۃ قبول قبولا وینعقد النکاح موقوفا علی اجازۃ الرجل فاذا خاطبہ الوکیل وقال قبول یکون تنفیذا لکنہ خلاف ما قصدوہ فان صنیعھم شاھد انھم لم یجعلوا مجلس المخاطبۃ مع المخطوبۃ مجلس عقد بل استئذان فیکون طلبا للوکالۃ وقولھا قبول توکیلا اب کہ وکیل نے خاطب سے اگر وہ لفظ کہے یہ جانب وکیل سے ایجاب ہوا فانہ استفھام وان کان حرفہ مقدرا والاستفھام عند ارادۃ التحقیق یؤدی مؤدی الامر کما حققناہ فی فتاوٰنا والامر کما سمعت ایجاب فی النکاح ولا تعدل عن ھذا القول المرجح الی قول انہ توکیل لان الوکیل لا یملک التوکیل فلا ینفذ العقد وفیہ تضییق واللہ یحب الرفق ۔ اور زوج کا قبول کہنا قبول ہوا۔ اور نکاح صحیح و تام نافذ ہو گیا۔ اور یہ اعتراض کہ قبول مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں۔ رأسا ساقط ہے کہ یہ لفظ اس سوال وکیل کے جواب میں ہے کہ تم نے ہندہ کو قبول کیا اور عقل و نقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ السؤال معاد فی الجواب کما صرح بہ فی الاشباہ وغیرھا کتاب ۔ تو جواب میں صرف لفظ قبول کے قطعاً یہی معنے ہیں

فائدہ: مسئلہ توکیل مجرد ایجاب سے تمام ہو جاتی ہے۔ قبول پر موقوف نہیں ہوتی اگرچہ وکیل جسے کرنا چاہتا ہے وہ رد کر دے تو رد ہو جاتی ہے۔

کہ قبول کیا اور یہ ماضی ہے اور ماضی سے نکاح یقیناً درست ہے۔ کما صرحوا بہ متوناً وشروحاً و فتاوی۔ معہذا یہاں اصل کار وہ الفاظ ہیں جو رضا بالانشاء پر بے احتمال مساوی دلیل ہوں۔ اور شک نہیں کہ لفظ قبول صراحۃً اس پر دال ولہٰذا علما تصریح فرماتے ہیں اگر عورت سے کہا اپنے نفس کو میری زوجیت میں دے اُس نے کہا بالسمع والطاعۃ نکاح ہوگیا کما فی النوازل والخلاصۃ والبزازیۃ والبحر والدر والمحیط والھندیۃ وغیرھا من الاسفار الغر۔ سمع وطاعت بھی مصدر ہی ہیں اور مناط صحت وہی تقدیر ماضی ہے یا اعتبار تراضی وہ دونوں یہاں حاصل تو حکم عدم نکاح محض باطل فتح القدیر میں ہے لما علمنا ان الملاحظۃ من جھۃ الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزوم حکمہ جانب الرضی عدینا حکمہ الی کل لفظ یفید ذلك بلا احتمال مساو للطرف الاٰخر الخ رد المحتار میں ہے **قولہ** او بالسمع والطاعۃ متعلق بمحذوف دل علیہ المذکور ای زوجت او قبلت متلبسا بالسمع والطاعۃ لامرك ولا یحصل السمع والطاعۃ لامرہ الا بتقدیر الجواب ماضیا مرادا بہ الانشاء لیتم شرط العقد بکون احدھما للمضی ۔ بحر الرائق میں زیر قول کنز انما یصح بلفظ النکاح والتزویج وما وضع لتملیك العین فی الحال فرمایا یرد علی المصنف الفاظ ینعقد بھا النکاح غیر الثلثۃ (وعد اشیاء کثیرۃ الی ان قال) ومنھا بالسمع والطاعۃ لو قال زوجی نفسك منی فقالت بالسمع والطاعۃ فھو نکاح کما فی الخلاصۃ ومنھا ما فی الذخیرۃ لو قال ثبت حقی فی منافع بضعك بالف فقالت نعم صح النکاح اھ والجواب ان العبرۃ[ف] فی العقود للمعانی حتی فی النکاح کما صرحوا بہ وھذہ الالفاظ تؤدی معنی النکاح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷ ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ دونوں شخص چند شخصوں کے روبرو اس کے مقر ہوں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا ہے یا زید علیحدہ ایک وقت میں اور ہندہ علیحدہ ایک وقت میں چند اشخاص کے روبرو فرداً فرداً یہ ظاہر کریں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا ہے اور پھر خط کتابت میں ہندہ زید کو وہی القاب آداب جو بی بی خاوند کو لکھتی ہے استعمال کرے تو کیا سمجھا جائے گا۔ اور شرعاً کیا حکم دیا جائے گا۔

الجواب:

تصادق مرد وزن کہ مرد کہے یہ میری منکوحہ ہے۔ عورت کہے یہ میرا شوہر ہے عند الناس مثبت نکاح

ف: علما تصریح فرماتے ہیں کہ عقود میں معانی کا اعتبار ولحاظ ہے یہاں تک کہ نکاح میں بھی۔

ہے۔ مگر اگر غلط اقرار کیا ہو تو عنداللہ ہرگز نفع نہ دے گا۔ وہ زانی و زانیہ ہوں گے اور سخت عذاب جہنم کے مستحق اور اولاد ولد الزنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸ ۱۶۔ ذیلقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں تجھ کو بعد تین چار ماہ کے طلاق دے دوں گا آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

نکاح جائز ہے اور طلاق دینا اس پر لازم نہیں فانّ النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدة۔ بل ھی التی تبطل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ ۱۸۔ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

حال یہ ہے کہ حامد اور محمودہ دونوں میں ایسا رشتہ تھا کہ محمودہ اُس کے سامنے آسکتی تھی اور یہ دونوں ایک مدت تک صغر سنی میں ایک ہی جگہ رہتے سہتے تھے ۱۸۹۷ء میں حامد کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور برضامندی فریقین (یعنی حامد اور محمودہ) کے والدین کے حامد کی نسبت محمودہ سے ہو گئی اور مراسم نسبت ادا ہونے کے بعد ایک تاریخ نکاح مقرر ہو گئی۔ لیکن اس تاریخ مقرر پر حامد کو کہ وہ گورنمنٹ کا ملازم تھا۔ اتفاق سے رخصت نہ ملی اور تاریخ مقررہ پر نکاح نہ ہو سکا اس کے بعد کچھ جھگڑے ایسے درپیش ہو گئے کہ دوسری تاریخ مقرر ہونے سے پہلے حامد اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوا۔ اس کے بعد جب حامد کے والدین نے تاریخ مقرر کرنا چاہی تو محمودہ کے والدین نے یہ عذر پیش کیا کہ حامد اب بے نوکر ہے۔ اس لیے ہم نکاح نہیں کرنا چاہتے۔ حامد اور محمودہ دونوں بالغ ہیں۔ محمودہ تاریخ نسبت سے حامد سے پردہ کرتی ہے جب یہ حال محمودہ کو معلوم ہوا تو اُس نے اپنی والدہ سے صاف صاف کہدیا کہ میں دوسرے امیر گھر جانا پسند نہ کروں گی۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ جس سے نسبت ہوئی اس سے نکاح ہو جانا چاہیے۔ محمودہ کے باپ واقعی امیر کبیر ہیں اور حامد ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے۔ محمودہ کے باپ یہ کوشش کرتے ہیں کہ محمودہ کا کسی امیر اور مال دار سے نکاح کر دیں اور محمودہ کی رضامندی پر کوئی توجہ نہ کی جائے اس لیے محمودہ یہ چاہتی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ جبر اُس پر کیا جائے۔ وہ حامد کے ساتھ اپنا نکاح کرلے مگر اس نکاح کا حال اُس کے والدین کو نہ معلوم

ف مسئلہ شروط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا خود شروط ہی باطل ہو جاتی ہیں۔

ہو اور حامد بھی یہی چاہتا ہے۔ تو علمائے دین محمدی سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ محض اگر گواہان اور وکیل کی موجودگی اور علم میں قاضی صاحب نکاح پڑھادیں اور از روئے شریعت ایجاب وقبول کا اطمینان کرلیں تو یہ نکاح خفیہ جائز ہے اور کسی طرح ناقص تو نہیں فقط۔

الجواب:

بالغہ جو بے رضائے ولی بطور خود اپنا نکاح خفیہ خواہ علانیہ کرے اُس کے انعقاد وصحت کے لیے یہ شرط ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشے یا مال یا چال چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس کا نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار بدنامی ہو اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہ ہوگا فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان ۔ مال میں[ف۱] کفاءت کو صرف اس قدر کفایت کہ وہ شخص اگر پیشہ ور ہو تو روز کا روز اتنا کماتا ہو جو اُس عورت غنیہ کے قابل کفایت روزانہ دے سکے اور پیشہ ور نہیں تو ایک مہینہ کا نفقہ دے سکے اور مہر جس قدر معجل ٹھہرے اُس کے ادا پر قدرت بہرحال درکار ہے فی الدر المختار تعتبر الکفاءۃ فی العرب والعجم مالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لو غیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتھا لو تطیق الجماع۔

پس اگر حامد اس قدر مال رکھتا ہے اور مذہب ونسب وحرفت وروش میں بھی محمودہ سے ویسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح باعث عار پدر محمودہ ہو جیسا کہ صورت سوال سے یہی ظاہر ہے۔ کہ باپ پہلے اُس سے نکاح پر راضی تھا۔ اب صرف نوکری نہ رہنے کا عذر کرتا ہے تو اس صورت میں بر تقدیر صدق مستفتی دو مرد و عورتوں کے سامنے حامد ومحمودہ کے ایجاب وقبول کر لینے سے جائز وصحیح ہو جائے گا۔ نفس نکاح میں نقصان نہ ہوگا ماں باپ کو ناراض کرنے کا وبال محمودہ پر ہو تو جدا امر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ ضلع پشاور تحصیل صوابی ڈاک خانہ یار حسین موضع یعقوبی سید عید شاہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی والدہ اور ہمشیرہ عمرو کے مکان پر بطور مہمانداری کے آئیں وسوئیں تھیں عمرو نے زید کی والدہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بیٹی تم کو دی ہے جس سے اُس کا منشاء یہ تھا کہ زید سے اس لڑکی کا نکاح کریں گے زید کی والدہ نے اُس کے جواب میں عمرو کو دعائیں دیں اور قبول زبان سے نہیں کیا بعد کو زید نے ایک چھوٹا سا زیور بطور نشانی کے بنا کر عمرو کی بیٹی کے

ف۱ مال میں کفاءت کے لیے کتنا مال درکار ہے۔

واسطے بھیجا اور جس وقت عمرو نے اپنی بیٹی کا تذکرہ زید کی والدہ سے کیا۔ اس وقت زید کی والدہ اور زید کی ہمشیرہ اور عمرو کی بیوی تھی۔ یہ تین عورتیں موجود تھیں اور سوائے عمرو کے اور کوئی مرد گھر میں موجود نہ تھا۔ اس ایجاب کا قبول صراحۃً ہوا۔ نہ ذکر مہر ہوا اور نہ گواہ موجود تھے، پھر عمرو کے لڑکے نے اس نابالغہ کا عقد خالد سے کیا اور ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے۔ لیکن عقد مع گواہ اور ذکر مہر کے ہوا ہے تو اس صورت میں عقد خالد کا صحیح ہوا یا نہیں اور زید مدعی اس بات کا ہے کہ نکاح مجھ سے صحیح ہے۔ بینوا توجروا

الجواب :

زید کا دعویٰ محض غلط ہے اس سے نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا۔ وان فرض ان کلام عمرو مع ام زید کان ایجابا وان دعاء ھالۃ قام مقام القبول لدلالۃ الرضا وان بعثہ حلیا للعرس کان اجازتہ لعقد الفضولی فعلی فرض کل ذٰلک لاوجہ للصحۃ فی الوجہ المذکور لعدم شاھد من المذکور

درمختار میں ہے شرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین۔

بحرالرائق میں ہے فلا ینعقد بحضرۃ العبید والصبیان۔ خالد کا عقد صحیح ہوا لان الاقدام علیہ فسخ للفاسد ان قلنا بالفرق بینہ وبین الباطل فی النکاح کما ھو قضیۃ فروع جمۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۳۱] مرسلہ مولوی سید ظہور احمد صاحب از بیتھو شریف ضلع گیا ۲۵۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

ایک شخص کا نکاح بحضور دو شخص کے عورت کی اجازت سے ہوا اور وہ دونوں شخص چپ رہے۔ تو ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں۔ اور وکیل بالنکاح ایک شخص ثالث ہے اور وہ شخصین ناکح کو جانتے ہیں لیکن ناکح نہیں جانتا ہے اور عورت نے وکیل بالنکاح کو وہ دو شخص کے سامنے پردہ سے اپنے نکاح کی اجازت دیا۔ اور وکیل نے یوں کہا کہ فلاں عورت کو اس قدر مہر پر آپ کو دیا نہ نکاح کا لفظ کہا ہوا اور نہ زوجیت کا۔

الجواب :

نہ ناکح کا شاہدین کو پہچاننا ضرور نہ شاہدین کا وقت عقد کچھ بولنا ضرور نہ خاص لفظ نکاح یا زوجیت ضرور نہ صرف فلاں عورت کہنے میں محذور جبکہ تنہا اسی قدر سے اُس کی معرفت ہو جائے۔ شاہدین کا معاً لفظین ایجاب و قبول کو سننا اور اتنا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے اور لفظ نکاح وتزویج ہونا یا کوئی اور لفظ جو تملیک عین کاملہ

فائدہ مسئلہ شہود میں مرد کا ہونا ضرور ہے۔ اگر خالی عورتیں ہوں گی کافی نہ ہوں گی۔ یوہیں عبید و صبیان کی شہادت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

فی الحال کے لیے وضع کیا گیا اور شاہدین کے نزدیک عاقدین اعنی زوج وزوجہ کا متمیز ہوجانا خواہ بحضور ورویت واشارہ یا بغیبت وتسمیہ مجردہ یا مع نسبت وغیرہ متمیزات میں اس قدر ضرور ہے اور شک نہیں کہ کسی مرد کو اتنے مہر پر عورت کا دیا جانا مفید معنی نکاح ہے تو صورت مستفسرہ میں اگر باقی شرائط مذکورہ مجتمع تھے۔ نکاح درست ہوگیا والمسائل کلہا مصرحۃ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ مرسلہ سید ظہور احمد صاحب مذکور الصدر۔ ۳۰ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ناکح کو تین مرتبہ قبول کرنا شرط ہے یا ایک بار اور گھبرانے کی وجہ تین بار تین طرح کہا کبھی یہ کہ قبول ہے کبھی میں نے قبول کیا کبھی قبلتُ ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں۔ اور یہ بحضور شاہدین ہے اور عورت سے ایجاب درست طور پر ہوا یا نہیں۔

الجواب:

نکاح خواہ کسی عقد میں تین بار قبول اصلاً ضرور نہیں ایک ہی بار کافی ہے اور تین بار تین طرح الفاظ قبول ادا ہونا کچھ مضر نہیں۔ ہاں اگر گھبراہٹ میں بجائے قبول بعض الفاظ رد وانکار ادا ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ پہلے لفظ قبول کہا تھا تو نکاح ہوگیا کہ بعد تمامی عقد رد وانکار مانع انعقاد نہیں اور پہلے لفظ انکار نکلا تو وہ ایجاب رد ہوگیا۔ اب جو اس کے بعد اُس نے لفظ قبول کہا یہ اس کی طرف سے ایجاب ہوا اگر اسی مجلس میں ادھر سے لفظ قبول متحقق ہوا۔ منعقد ہوجائے گا ورنہ باطل ہوجائے گا اور اگر متعدد الفاظ میں لفظ رد کوئی نہ تھا ہاں ایسے الفاظ تھے کہ قبول نہ ٹھہریں تو وہ خواہ پہلے ہوں یا پیچھے جبکہ مجلس بدلنے سے پہلے ایک لفظ بھی قبول صحیح کا ادا ہوگا نکاح ہوجائے گا لان الفور غیر شرط والمجلس یجمع المتفرق اور ایجاب عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے دونوں درست ہیں عقود میں ایجاب وقبول کچھ متعین نہیں عاقدین میں جس کی طرف سے الفاظ عقد پہلے صادر ہوں گے اُن کا نام ایجاب رکھا جائے گا۔ اُن کے جواب میں دوسرا جو کہے گا وہ قبول قرار پائے گا۔ مثلاً عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں قبول کیا یہ ایجاب ہوا اگرچہ بلفظ قبول ہے مرد نے اس کے جواب میں کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا یہ قبول ہوا اگرچہ بلفظ قبول نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ از موضع بیتھو ضلع گیا مرسلہ جناب مولوی سید محمد ظہور احمد صاحب ۱۶ شوال ۱۳۲۴ھ

جناب مولانا صاحب السلام علیک استفتا یہ ہے کہ اگر وکیل بالنکاح یا شاہدین نکاح غیر مقلد

یا وہابی ہو تو ایسے شخص کی وکالت یا شہادت درست ہو سکتی ہے یا نہیں اور نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ اگر ایسے لوگ وکیل یا شاہد ہوں۔

الجواب:

سیّد صاحب وعلیک السلام وہابی یا غیر مقلد کی ضلالت جبکہ حد کفر تک نہ پہنچی ہو (اور یہ غیر مقلد وہابیوں میں نادر ہے اور جب سے طائفہ رشید یہ پیدا ہوا مقلد وہابیوں میں بھی کثر اسمٰعیلیوں کی طرح یہی حالت ہو گئی۔ ان میں غالبًا کوئی نہ ہوگا جن پر بحکم فقہائے کرام لزوم کفر نہ ہو اور بہت تو صریح التزام کی حد پر ہیں۔ نسال اللّٰہ العافیۃ وحسن العاقبۃ) جب تو نکاح میں ان کا شاہد ہونا اصلاً مخل نہیں اور اگر حد کفر پر ہو تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کر سکتے ہیں یعنی اُس کی وکالت صحیح ہو جائے گی۔ اگرچہ (وا) اس سے میل جول اختلاط حرام ہے ہندیہ میں ہے تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لو کان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ کذا فی البدائع رہی شہادت عوام میں وہ شخص جن کو گواہی نکاح سے نامزد کیا جاتا ہے۔ اگر وہ دونوں مرتد وہابی تھے مگر جلسے میں اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان ہیں جنہوں نے معًا ایجاب وقبول سُنا اور سمجھا جب تو نکاح صحیح ہو گیا لوجود الشھود وان کان من سموا شھودا مرتدین۔ اور اگر صرف یہی حاضر وسامع وفاہم تھے یا اور جتنے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں ایک نصاب مسلمانوں سے پورا نہیں تو نکاح صحیح نہ ہوا فاسد محض ہوا لان من شرائط الصحۃ الشھود ولا شھادۃ لمرتد (و۳) کما فی الدر المختار وغیرہ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴:

عورت مرد اگر باہم ایجاب قبول کرلیں اور کسی کو اطلاع نہ ہو تو یہ نکاح ہو جائے گا۔

الجواب:

بے حضور دو گواہ نکاح فاسد ہے حدیث میں فرمایا الزوانی اللاتی ینکحن انفسھن بغیر بینۃ۔ زناکار

وا مسئلہ وہابی سے میل جول حرام ہے۔

و۲ مسئلہ جو لوگ نکاح میں گواہی سے نامزد ہوئے وہ قابل شہادت نہیں مگر مجلس عقد میں اور لوگ بھی ہیں جو گواہ ہو سکتے ہیں تو نکاح کے یہ گواہ ہو جائیں گے۔

و۳ مسئلہ نکاح میں مرتد شاہد نہیں ہو سکتا۔

ہیں جو اپنی جانوں کو نکاح میں دیتی ہیں بغیر گواہوں کے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵ مسئولہ محمد یوسف از جبل پور ۱۳۔ ذی القعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی غیر مقلد کسی مقلد کا نکاح بموجب شرع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھا دے تو اُس کا پڑھایا ہُوا نکاح جائز ہے یا حرام اور جو اس نکاح سے اولاد پیدا ہو وہ حرامی تو نہ ہوگی۔ بینوا توجروا

الجواب:

اگرچہ نکاح خواں شرع مطہر میں کوئی چیز نہیں اگر کوئی ہندو مشرک زوجین کو ایجاب و قبول روبروئے گواہان کرا دے اور شرائط صحت متحقق ہوں نکاح ہو جائے گا۔ مگر یہاں ایک نکتہ جلیلہ ہے جسے وہی سمجھتے ہیں جو موفق من اللہ تعالیٰ عزوجل ہیں وہ یہ کہ اگر ہندو مشرک پڑھائے گا تو کوئی کلمہ گو اُسے معظم دینی بلکہ مسلمان بھی نہ جانے گا۔ بخلاف ان کلمہ گویان کفر در دل کے کہ عوام اُن کو خالص مسلمان جانتے ہیں۔ حالاں کہ ان پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ و تصریحات فقہیہ حکم کفر لازم ہے۔ کما فصلناہ فی الکوکبۃ الشہابیہ و فی النہی الاکید وغیرھما ولدینا مزید۔ اور ان میں بہت تو کھُلم کھُلا ضروریات دین کے منکر اور قطعاً اجماعاً مرتد کافر ہیں اور نکاح خوانی کے لیے لوگ اسے بلاتے ہیں جسے اپنے نزدیک صالح اور معتبر جانتے ہیں تو اگر زوجین میں سے کسی نے ان کے کفریات پر مطلع ہو کر پھر اُن کو نیک اور صالح سمجھا تو ان پر بھی وہی حکم نقد وقت ہوگا کما صرح بہ فی الشفاء والاشباہ وغیرھما۔ ایسی صورت میں بحکم فقہ اصلاً مطلق نکاح نہ ہوگا لہٰذا احتیاط فرض ہے۔ اگر ایسا واقع ہو لیا یعنی اس کی گمراہیوں پر مطلع ہو کر پھر اُسے معظم و متبرک سمجھ کر نکاح خوانی کے لیے بلایا تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۶ از نگلہ سرہر وڈاک خانہ بیلاوَدہ ضلع میرٹھ مسئولہ محمد ذاکر علی صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام ہیں کمر سے لے کر سُرین تک جڑی ہوئی ہیں۔ میرزا ایک ہے اور باقی اعضا الگ الگ علیحدہ علیحدہ وہ اپنی مادری زبان تلنگی میں اچھی طرح گفتگو کر سکتی ہیں عمر اُن کی بارہ سال ہے یہ قصہ سکندر آباد دکن کا ہے میں نے اس کو اخبار وطن لاہور جلد ۸، ۲۳ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۱۳ میں دیکھا ہے لکھا ہے کہ یہ ہندو ہیں۔ ان کے والدین کو ان کے ذریعہ سے کافی آمدنی ہے۔

۱؎ وہابی سے نکاح نہ پڑھوایا جائے کہ اس میں سخت خرابی ہے۔

درصورت صحیح ہونے اور مسلمان ہونے ان کے کے، ان کی صورت نکاح کیا ہے اگر کیا جائے تو دو بہنیں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں اور کہا جائے کہ دوسے کیا جائے تو بے حیائی لازم آتی ہے اور یہ دونوں لڑکیاں علیحدہ نہیں ہوسکتیں حکم اس مسئلہ کا مفصل مدلل ارقام فرمائیے اور روایت فقہا بھی تحریر کیجیے بینوا توجروا۔

الجواب:

ظاہرًا یہ اخباری گپ ہے ایسے عجائب اگر نادرًا پیدا ہوتے ہیں تو عادۃً زندہ نہیں رہتے اگر بارہ برس سے ایسا اعجوبہ ملک میں موجود ہوتا تو جب ہی سے تمام اخبار اس کے ذکر سے بھر جاتے دیار و امصار میں شہرت ہوتی نہ کہ اب بارہ سال کے بعد درج اخبار ہو اور بالفرض اگر صحیح بھی ہو اور وہ دونوں مسلمان بھی ہو جائیں تو شریعت مطہرہ نے کوئی مسئلہ لاجواب نہ چھوڑا۔ بھلا یہ صورت تو بہت بعید ہے۔ فرض کیجیے جو عورت ابتدائے بلوغ سے معاذ اللہ جذام و برص میں مبتلا ہو اور اس کے ساتھ ایسی کریہہ المنظر کہ اُسے کوئی قبول نہ کرتا نہ کہ بحالت جذام اس کے لیے کیا صورت ہوگی۔ اُسے شرع کیا حکم دے گی ہاں اُسے عفت و صبر کا حکم فرماتی ہے اور روزوں کی کثرت اُس کا علاج بتاتی ہے اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔	جو نکاح کی طرف کوئی راہ نہ پائیں وہ بچے رہیں جب تک اللہ اپنے فضل سے اُنہیں بے پرواہ کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

یا معشر الشبان من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔	اے گروہ جوانان تم میں جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کہ نکاح پریشان نظری و بدکاری سے روکنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے اور جسے ناممکن ہو اس پر روزے لازم ہیں کہ کسر شہوت نفسانی کر دیں گے۔

یہی حکم و علاج اس اعجوبہ خلقت کے لیے ہوگا اس کی نظیر وہ سوال ہے کہ جہاں عرض تسعین کی نسبت کیا کرتے ہیں۔ جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہے کہ وہاں رمضان کے روزے کیسے رکھیں حالانکہ وہاں انسانی آبادی کا

ف۱ مسئلہ جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے اور جو طاقت نہ رکھتا ہو روزے رکھے۔

ف۲ عرض تسعین میں روزہ کے متعلق کیا حکم ہے۔

نام نہیں کہ اسّی[1] درجے عرض سے آگے لوگوں کا گزر بھی نہیں کہ ہمیشہ کی ہر آن برف باری نے وہاں سمندر کو دلدل کر رکھا ہے نہ پانی رہا کہ جہاز گزرے نہ زمین ہو گیا کہ آدمی چلیں بلکہ ستر[2] درجے آگے سے آبادی کا پتہ نہیں وہاں جبکہ چھ چھ مہینے کے دن رات ہیں۔ بلکہ قطب[3] شمالی میں چھ مہینے نو دن کا دن اور نو دن کم چھ مہینے کی رات اور قطب جنوبی میں بالعکس اس لیے کہ اوج آفتابی شمالی اور حضیض جنوبی ہے اور اس کی رفتار اوج میں سُست اور حضیض میں تیز ہے۔ پھر یہ نہار[4] و لیل تنجیمی ہے عرفی لیجیے تو نصف قطر آفتاب اور حصہ انکسار بڑھ کر مقدار نہار میں اور بہت سے دن بڑھ جائیں گے اور نہار شرعی کے لیے اٹھارہ درجے کا انحطاط لیجیے تو کئی مہینے مقدار نہار میں شامل ہو کر رات بہت کم رہ جائے گی اور وہاں قمر وغیرہ کسی کوکب کا طلوع و غروب حرکت شرقیہ فلکیہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی حرکت خاصہ سے جب[5] منطقہ سے شمالی ہوگا۔ قطب شمالی میں طلوع کرے گا اور جب تک شمالی رہے گا طالع رہے گا پھر جب جنوبی ہوگا غروب کرے گا اور جب تک جنوبی رہے گا غارب رہے گا اور اس ظہور و بطون کے لیے کوئی تعیین نہیں کہ قمر اُس وقت اجتماع میں ہو یا استقبال میں۔ تربیع میں ہو یا شکل ہلال میں تو سال کے بارہ دن رات جو قمر نے پائے ان میں حساب انتظام اہلہ و شہور نامقدور اور اگر حکماً صورت تقدیر و اندازہ لیجیے بھی جس طرح دربارۂ ایام طوال دجال نمازوں کے لیے ارشاد ہوا تو وہی قرآن عظیم جس نے فمن شهد منكم الشهر فليصمه فرمایا اُسی نے وعلى[6] الذين يطيقونه فدية طعام مسكين ارشاد کیا یعنی جنہیں روزے کی قدرت نہ ہو اُن پر بدلہ ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کا کھانا اور جن[7] کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو وہ حصول استطاعت کا انتظار کریں اور اپنے

ف۱ اسّی درجہ عرض کے آگے گزر کیوں نہیں ہو سکتا۔

ف۲ ستر درجہ کے آگے آبادی کا پتا نہیں۔

ف۳ قطب شمالی اور قطب جنوبی میں روز و شب کی مقدار اور اُس کی وجہ۔

ف۴ نہار تنجیمی و عرفی و شرعی کا فرق۔

ف۵ قطبین شمالی و جنوبی میں قمر و کواکب کا طلوع کب کب کس کس طرح ہوتا ہے اور کیسے کیسے غروب اور کب تک طالع رہیں گے اور کب تک غارب۔

ف۶ جو روزے کی طاقت نہ رکھے وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے۔

ف۷ جو نہ روزہ رکھ سکے نہ فدیہ دینے پر قادر ہو وہ کیا کرے۔

رب سے انابت و استغفار کی وہی قرآن کریم فرماتا ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا۔ خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷ از خیر آباد محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ سید فخر الحسن صاحب ۳ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبہ نکاح کا کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیئے یا بیٹھ کر اور کس طریقہ سے مسنون ہے۔

الجواب:

اگرچہ خطبہ[۱] میں مطلقاً افضل قیام ہے کہ آواز بھی دور پہنچتی ہے اور باعث توجہ حاضرین بھی ہوتا ہے اور اس امر میں سب خطبے مشترک ہیں۔ ہاں جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبہ عرفہ وہاں قیام مرکب قائم مقام قیام راکب ہے مگر خطبے نافلہ بیٹھ کر بھی ثابت ہیں۔ ابن جریر عن سماک بن حرب قال سمعت معروا ابن معرور التیمی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصعد المنبر قعد دون مقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اوصیکم بتقوی اللہ، و اسمعوا واطیعوا من ولاہ اللہ تعالیٰ امرکم۔ اور خطبہ نکاح نفل ہی ہے تو بیٹھ کر بھی مضائقہ نہیں

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸ از سلون ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ، ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ۔

جناب مولانا صاحب مجدد مائۃ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی من لدیکم۔ کیا مسلک ہے آپ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے تَزَوَّجْتُ۔ اور ہندہ نے قَبِلْتُ دو گواہوں کے سامنے کہدیا۔ اور دونوں ان الفاظ کے معنی نہیں سمجھتے بلکہ گواہ بھی نہیں سمجھے۔ آیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں شرح وقایہ اور فتاوی قاضی خاں اور فتاوی ظہیریہ اور ردالمحتار اور درمختار میں ایسا نکاح جائز لکھا ہے۔ بلکہ درمختار میں اس پر فتوی ہے اور دلیل اس کی کُل کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ مضمون لفظ کا علم اور اس کا سمجھنا اُن امور میں معتبر ہے جن میں نیت اور قصد کی ضرورت ہو اور جن امور میں جد و ہزل برابر ہوں اُن

ف۱ مسئلہ خطبہ میں مطلقاً قیام افضل ہے۔

ف۲ مسئلہ خطبہ عرفہ میں قیام مرکب قائم مقام راکب ہے۔

ہیں معنی سمجھنے کی ضرورت نہیں لہٰذا نکاح محض تلفظ نَکَحْتُ و قَبِلْتُ بلافہم معنی منعقد ہو جائے گا جیساکہ قاضی خاں وغیرہ میں ہے لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یعتبر فیما یستوی فیہ الجد والھزل۔ انتھی ——— میرے خیال میں یہ دلیل صحیح نہیں عبارت قاضی خاں کی فلا یعتبر (ای العلم بمضمون اللفظ) فیما یستوی فیہ الجد والھزل ہرگز قابل تسلیم نہیں ہزل میں مضمون لفظ کا علم اور معنی کا سمجھنا ضروری ہے بغیر فہم معنی ہزل غیر ممکن ہے اس واسطے کہ استعمال لفظ و ارادۂ غیر معنی حقیقی و مجازی کا نام ہزل ہے اور اس میں شرط ہے کہ قبل عقد متعاقدین آپس میں ذکر کرلیں کہ یہ عقد بطریق ہزل ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے الھزل ان یراد بالشئ غیر ما وضع لہ بغیر مناسبۃ بینھما والجد ما یراد بہ ما وضع لہ او ما صلح لہ اللفظ مجازا اھ۔

نور الانوار میں ہے وشرط الھزل ان یکون صریحا مشروطا باللسان بان یذکر العاقد ان قبل العقد انھما یھزلان فی العقد ولا یثبت ذلك بدلالۃ الحال۔ اس صورت میں جب کہ عاقدین بالکل سمجھتے ہی نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنی ہیں۔ اور کس موقع میں استعمال کیے جاتے ہیں تو ہزل کیسے ہو سکتا ہے قطع نظر اس کے ہزل میں اگرچہ ہازل نفس حکم سے راضی نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے اسباب سے راضی رہتا ہے جیساکہ نور الانوار میں ہے وانہ ینافی اختیار الحکم والرضاء بہ ولا ینافی الرضاء بالمباشرۃ الخ اور یہاں عاقدین جانتے ہی نہیں کہ یہ الفاظ کیسے ہیں اور ان کے کیا معنی ہیں تو رضا بالاسباب بھی مفقود ہے لہٰذا اس صورت کو ہزل میں داخل کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ دوسری دلیل مجوزین کی یہ ہے کہ اگرچہ متعاقدین معنی نہیں سمجھتے لیکن اُن کا جہل معتبر نہ ہوگا اور نکاح منعقد ہو جائے گا لان الدار دار الاسلام فلا یکون الجھل فی احکام الشرعیۃ عذرا۔ اس جگہ دعوی و دلیل میں صراحۃ تخلف ہے دلیل کا منشا تو یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں جہل معتبر نہیں یہ ضرور قابل تسلیم ہے لیکن یہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ زبان عربی سے جہل بھی غیر معتبر ہو احکام شرعیہ منحصر بزبان عربی نہیں۔ عاقدین احکام نکاح کو زبان غیر عربی مثلاً فارسی اردو وغیرہ میں جانتے ہوں اور زبان عربی سے واقف نہیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جاہل بالاحکام ہیں جہل بالاحکام اور جہل باللسان کو متحد جان کر دونوں کو غیر معتبر کہنا صحیح نہیں ہو سکتا لہٰذا جب عاقدین کو کسی طرح اس کا علم نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنی ہیں اور کس موقع پر اس کا استعمال ہوتا ہے تو اُن کے تلفظ سے نکاح نہیں ہو سکتا فصول عمادی میں ہے انہ لا یصح عقد من العقود اذا لم یعلما

معناہ. اھ فتاویٰ حمادیہ میں بھی مثل اس کے لکھا ہے شمس الاسلام اوزجندی سے کسی نے اس مسئلہ کو پوچھا فرمایا نہ منعقد ہوگا۔ لان المرأۃ فی ھذہ بمنزلۃ الطوطی والصبی الذی لا یعقل ۔ صاحب فتاوے بزازیہ کی بھی یہی رائے ہے درمختار کے فتوی کو ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اب آپ کے نزدیک اگر یہ نکاح جائز ہے تو شبہۂ مذکورہ بالا کا جواب مدلل طور سے ارقام فرمائیے اور اگر ناجائز ہے تو یہ فرمائیے کہ مجوزین کی دلیل بالکل سست ہے یا نہیں۔ تیسری دلیل میں نے ان لوگوں کی نہیں دیکھی آپ کی نظر سے گزری ہو تو مطلع فرمائیے۔ یہ بھی میں جانتا ہوں کہ آپ بہت عدیم الفرصۃ ہوں گے مگر خدا نے وارث الانبیا آپ کو کیا ہے سائل اور کس سے اپنے شبہے رفع کرے والسّلام۔

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر کی رائے میں دونوں دلیلیں اعتراض سے بری اور دونوں قول اپنے اپنے محل پر صحیح ہیں دلیل اول کی براءت تو واضح تر۔ امام اجل قاضی خاں نے فتاوی خانیہ امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتاوے ظہیریہ امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں اُسے افادہ کیا اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر محقق زین نے بحر الرائق میں اُس پر تعویل کی اُس میں صورت مذکورہ کو ہزل نہ کہا بلکہ ایک مقدمہ دلیل پر مسئلہ ہزل سے استدلال فرمایا ہے تقریر کلام یہ ہے کہ یہاں اگر انعقاد نکاح سے مانع ہو تو یہی کہ معنے معلوم نہیں اور ایسا ہو تو علم معنی شرط ہو لیکن وہ شرط نہیں کہ اُس کا اشتراط ہو تو قصد ہی کے لیے اور یہاں قصد درکار نہیں دیکھو ہزل میں معنی مقصود نہیں ہوتے اور نکاح صحیح ہے۔ اسی مطلب کو تجنیس میں بایں عبارت ادا فرمایا لو عقد اعقد النکاح بلفظ لا یفھمان کونہ نکاحا ھل ینعقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضھم ینعقد لان النکاح لا یشترط فیہ القصد۔ رہی دوسری دلیل اُس پر اعتراض اشتباہ معنی سے ناشی ہے فقیر بعون القدیر اُسے ایسے نہج سے بیان کرے جس سے دلائل و احکام سب کا انکشاف ہو جائے۔

فاقول[۳۰] وباللہ التوفیق یہاں دو چیزیں ہیں۔ لفظ[۱] کا مفہوم کہ لغوی شرعی عرفی حقیقی مجازی کی طرف منقسم اور اُس کا حکم کہ غرض غایت مقصود ثمرہ وغیرہا سے موسوم ان دونوں پر لفظ کے معنی مضمون حتی کہ موضوع لہ کا بھی اطلاق آتا ہے اگرچہ اوّل کے بعض اقسام میں وضع نوعی ہے امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ نے اصول میں فرمایا:۔

ف الهزل اللعب وهوان يراد بالشئ مالم يوضع له وهوضد الجد وهوان يراد بالشئ ما وضع له۔

امام جلیل عبدالعزیز بخاری اس کی شرح کشف کبیر میں فرماتے ہیں لیس المراد من الوضع ههنا وضع اللغة لاغير بل وضع العقل والشرع فان الكلام موضوع عقلا لافادة معناه حقيقة كان او مجازا، و التصرف الشرعي موضوع لافادة حكمه فاذا اريد بالكلام غير موضوعه العقلي وهو عدم افادة معناه اصلا واريد بالتصرف غير موضوعه الشرعي وهو عدم افادته الحكم اصلا فهو الهزل وتبين بما ذكرنا الفرق بين المجاز والهزل فان الموضوع العقلي للكلام وهوافادة المعنى في المجاز مراد وان لم يكن الموضوع له اللغوي مرادا وفي الهزل كلاهما ليس بمراد وهو معنى ما نقل عن الشيخ ابي منصور رحمه الله تعالى ان الهزل مالا يراد به معنى۔ معنی بمعنی اوّل کا علم اصلا ضرور نہیں ولہٰذا اگر عورت نے زوجت نفسی منك بالف۔ اور مرد نے قبلت کہا اور دونوں زبان عربی سے محض ناآشنا تھے۔ مگر اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ یہ الفاظ عقد نکاح کے لیے کہے جاتے ہیں باتفاق علما نکاح ہوگیا خانیہ میں ہے رجل زوج امراة بلفظة العربية او بلفظ لايعرف معناه اوزوجت المراة نفسها بذلك ان علما ان هذا لفظ ينعقد به النكاح يكون النكاح عند الكل۔ یونہیں اگر ناآشنایان عربی نے بعت اشتریت بقصد بیع وشرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے ہیں ضرور بیع ہوجائے گی اگرچہ تفسیر الفاظ سے ناواقف ہوں کہ بعد علم حکم بقصد حکم اُن الفاظ کا تحاور دلیل مراضاۃ ہے اور ایسی مراضاۃ ہی ان عقود میں کفیل اثبات ہے ہدایہ میں ہے المعنى هو المعتبر في هذه العقود ولهذا ينعقد بالتعاطي في النفيس والخسيس هو الصحيح لتحقق المراضاة تو ثابت ہوا کہ مسئلہ دائرہ میں معنی بمعنی دوم ہی مراد ہے کہ اوّل بالاجماع مراد نہیں تو اس کا جہل مناط نزاع نہیں ہوسکتا بعض اکابر نے کہ الفاظ عربی اور عاقدین کے ہندی یا ترکی

ف ہزل لعب ہے یعنی شے سے اُس کا ارادہ کرنا جس کے لیے وہ وضع نہ ہوئی اور جد یہ کہ شے سے ماوضع لہ کا ارادہ کیا جائے۔ یہاں وضع سے خاص وضع لغوی مراد نہیں بلکہ وضع عقلی و وضع شرعی بھی اگر کلام کیا اور اس سے کلام کے موضوع عقلی کا ارادہ نہ کیا یعنی اس کے کوئی معنے اصلا ملحوظ نہ رکھے یا تصرف سے اُس کے موضوع شرعی کا ارادہ نہ کیا یعنی اُس سے اس کے حکم کا اصلا افادہ مقصود نہ ہوا تو یہ ہزل ہُوا اور یہیں سے ہزل ومجاز کا فرق ظاہر ہوگیا۔ کہ مجاز میں کلام کا موضوع عقلی یعنی افادہ معنی مُراد ہوتا ہے اگرچہ اُس کا موضوع لغوی مراد نہیں ہوتا۔ اور ہزل میں اصلا کوئی مراد نہیں ہوتا۔

ہونے سے تصویر فرمائی وہ بحسب عادت[1] فقہا ہے کہ مظنۂ غالبہ شے کو قائم مقام شے کرتے ہیں کما لایخفی علی من مارس کلماتہم العلیۃ وقد ذکرنا طرفا منہا فی فتاوٰنا غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا ولہٰذا امام فقیہ النفس نے وان لم یعرف معنی اللفظ پر قناعت نہ کی کہ اوّل کی طرف ذہن نہ جائے بلکہ افادۂ مراد کے لیے ولم یعلم ان ھذا لفظ ینعقد بہ النکاح بڑھایا اور امام برہان الدین نے اصل مقصود لفظ لایفہمان کونہ نکاحا پر اقتصار فرمایا۔ علامہ ابن عابدین نے منحۃ الخالق میں کلام خانیہ سے یہی اخیر فقرہ مقصودہ نقل کیا اول ترک کردیا حیث قال قال فی الخانیۃ وان لم یعلما ان ھذا اللفظ ینعقد بہ النکاح فھذہ جملۃ مسائل الخ۔ اسی قدر نے دلیل دوم سے رفع اعتراض کردیا۔

ثم اقول[39] پھر جس طرح علم معنی بمعنی اول اصلاً ضرور نہیں بمعنی دوم دیانۃً مطلقاً ضرور ہے قال تعالٰی لانذرکم بہ ومن بلغ اگرچہ یہ بلوغ حکم حکماً ہو جیسے دار الاسلام میں ہونا اور سیکھنے کا تیسّر کہ پھر نہ جاننا اپنی تقصیر ہے ولہٰذا جہل کو عوارض مکتسبہ سے شمار فرماتے ہیں کہ ازالہ پر قادر ہو کر باقی رکھنا گویا آپ اُس کا حاصل کرنا ہے یہی منشا ہے کہ نشہ[2] کی طلاق واقع ہے اگرچہ ایقاع کو عقل ضرور اور نشہ اُس کا مزیل مگر وہ اتنہ اُس کا ارتکاب خود اس کا قصور اصول امام بزدوی میں ہے الجہل[3] فی دار الحرب من مسلم لم یہاجر یکون عذرا فی الشرائع حتی لاتلزمہ لانہ غیر مقصر وکذلک الخطاب فی اول ما نزل فان من لم یبلغہ کان معذورا فاما اذا انتشر الخطاب فی دار الاسلام فقد تم التبلیغ فمن جھل بعد فانما اتی من قبلہ تقصیرہ فلا یعذر کمن[4] لم یطلب الماء فی العمران و یتیمم وکان الماء موجودا فصلی لم یجز یہی معنی ہیں اُس قول کے کہ دار الاسلام میں جہل عذر نہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ہمارے بلاد میں کوئی

ف۱ فقہا مظنۂ غالبہ شے کو قائم مقام شے کرتے ہیں۔

ف۲ مسئلہ نشہ میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

ف۳ مسئلہ دار الحرب میں مسلمان ہوا ابھی دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی تو اُس پر شرائع اسلامیہ کا لزوم نہیں کہ اُس کے لیے جہل عذر ہے کہ تقصیر اُس کی جانب سے نہیں اور احکام اسلامیہ سے دار الاسلام میں جہل عذر نہیں کہ یہاں باوجود شیوع جو جاہل رہا یہ اُس کی تقصیر ہے تو اُس کی تقصیر اُس کا عذر کیسے ہوسکتی ہے۔

ف۴ مسئلہ آبادی میں بغیر پانی تلاش کیے تیمم کرکے نماز پڑھ لی اگر وہاں پانی تھا نماز نہ ہوگی۔

جاہل[1] سا جاہل اپنی غیر مدخولہ عورت سے کہے تجھ پر طلاق ہے عورت فوراً نکاح سے باہر ہو جائے گی اور بے حاجت عدت اُسے اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کرے اور اُس کا یہ مسئلہ نہ جاننا کہ غیر مدخولہ مطلقاً ہر طلاق سے بائن ہو جاتی ہے اُسے مفید نہ ہوگا کسی ناخواندہ ہندی یا بنگالی کو اگر کوئی سکھائے کہ اپنی عورت سے کہہ ترا[2] از زنی بہشتم یا طلقتك فالحقی باھلك اور وہ نہ جانے کہ یہ کلمات طلاق کے ہیں۔ عند اللہ طلاق نہ ہوگی کہ یہ جہل بالحکم جہل باللسان سے ناشی ہوا اور جہل باللسان تقصیر نہیں فارسی سیکھنا اصلاً اور عربی سیکھنا ہر شخص پر فرض نہیں اسی لیے امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا لابد من القصد بالخطاب بلفظ الطلاق عالما بمعناہ او النسبۃ الی الغایۃ کما یفیدہ فروع الخ۔ یعنی علم بمعنی دوم طلاق میں بھی ضرور ہے اگر وہ صورت پائی جائے کہ اس کے جہل میں معذور ہو جیسے جہل بالحکم بوجہ جہل باللسان تو دیانۃً طلاق نہ ہوگی۔ نہر الفائق میں ہے ارادانہ شرط للوقوع قضاء و دیانۃ تخرج ما لایقع بہ لاقضاء ولا دیانۃ کمن کرر مسائل الطلاق وما یقع بہ قضاءً فقط کمن سبق لسانہ لانہ لایقع فیہ دیانۃ قلت[4] فقولہ قضاءً و دیانۃً ای معًا ای ھو شرط لان یقع دیانۃً ایضاً کما یقع قضاءً ولو بدونہ فافھم۔ البتہ قاضی دعویٰ جہل نہ مانے گا اور حکم طلاق دے گا جب تک دلائل واضحہ سے اُس کا عذر روشن نہ ہو جائے ولہٰذا درمختار میں فرمایا تلفظ بہ (ای بالطلاق) غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساھیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط بخلاف[3] الھازل واللاعب فانہ یقع قضاء و دیانۃ لان الشارع جعل ھزلہ بہ جدا فتح اس تقریر سے مستنیر ہوا کہ جن اکابر نے صورت مسئولہ میں انعقاد نہ مانا وہ حکم دیانت ہے اور جن ائمہ نے مانا وہ حکم قضا ہے لاجرم امام فقیہ النفس نے صاف فرما دیا ان لم یعرفا معنی اللفظ ولم یعلما ان ھذا لفظ ینعقد بہ النکاح فھٰذہ جملۃ مسائل الطلاق والعتاق والتدبیر والنکاح والخلع والابراء عن الحقوق والبیع والتملیک فالطلاق والعتاق والتدبیر واقع فی الحکم ذکرہ فی عتاق الاصل ف

ف۱ مسئلہ غیر مدخولہ ایک طلاق سے مطلقاً نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور بغیر عدت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اور اس جگہ مسئلہ سے ناواقف ہونا عذر نہیں۔

ف۲ مسئلہ فارسی یا عربی نہ جاننے والے کو کسی نے طلاق کے الفاظ فارسی یا عربی میں سکھا دیے اور معنی نہ بتائے اور اس نے یہ الفاظ لاعلمی سے عورت کے لیے کہے عند اللہ طلاق نہ ہوگی۔

ف۳ مسئلہ مذاق دل لگی میں عورت کو طلاق دے دی قضاءً و دیانۃً ہر طرح طلاق واقع ہے۔

باب التدبیر و اذا عرف الجواب فی الطلاق والعتاق ینبغی ان یکون النکاح کذٰلک لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یشترط فیما یستوی فیه الجد والھزل بخلاف البیع ونحو ذٰلک۔

ہاں مشایخ اوزجند نے اہل تلبیس کا مکر رد کرنے کو مطلقاً عدم انعقاد اختیار فرمایا۔ یعنی قضاءً بھی حکم نہ دیں گے بحر الرائق میں ہے لو لقنته لفظ الطلاق فتلفظ به غیر عالم بمعناه وقع قضاء لا دیانة وقال مشایخ اوزجند لا یقع اصلا صیانة لاملاک الناس عن الضیاع بالتلبیس کما فی البدائع کذا فی البزازیة۔ تاتارخانیہ پھر منحہ میں ہے حکی عن القاضی الامام محمود الاوزجندی عمن لقنته امرأته طلاقا فطلقها وھو لا یعلم بذٰلک قال وقعت ھٰذه المسألة باوزجند فشاورت اصحابی فی ذٰلک واتفقت اٰراؤنا انه لا یفتی بوقوع الطلاق صیانة لاملاک الناس عن الابطال بنوع تلبیس ولو لقنها ان تخلع نفسها منه بمهرها ونفقة عدتها واختلعت لا یصح وبه یفتی وجیز امام کردری میں ہے لقنت المرأة بالعربیة زوجت نفسی من فلان ولا تعرف ذٰلک وقال فلان قبلت والشهود یعلمون او لا یعلمون صح النکاح قال فی النصاب وعلیه الفتوی وکذا الطلاق قال الامام شمس الاسلام الاوزجندی لا لانه کالطوطی وسیاتی وعلیه التعویل اسی میں ہے لقنه الطلاق بالعربیة وھو لا یعلم قال الفقیه ابو اللیث لا یقع دیانة وقال مشائخ اوزجند لا یقع اصلا صیانة لاملاک الناس عن الابطال بالتلبیس وکذا لو لقنت الخلع وھی لا تعلم وقیل یصح والمختار ما ذکرنا اھ ملتقطا۔

رہا نکاح میں گواہوں کا سمجھنا اُس میں تحقیق و توفیق یہ ہے کہ معنی بمعنی اوّل کا سمجھنا ضرور نہیں بمعنی دوم کا سمجھنا دیانةً وقضاءً ہر طرح لازم ہے یعنی اتنا جانتے ہوں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے یہ الفاظ ایجاب وقبول ہیں اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانیں نہ اس زبان سے آگاہ ہوں درمختار میں ہے شرط حضور شاھدین فاھمین انه نکاح علی المذھب بحر ردالمحتار میں ہے قال فی البحر جزم فی التبیین بانه لو عقدا بحضرة ھندیین لم یفھما کلامهما لم یجز وصححه فی الجوھرة وقال فی الظھیریة والظاھر انه یشترط فهم انه نکاح واختاره فی الخانیة فکان ھو المذھب لکن فی الخلاصة لو یحسنان العربیة فعقدا بها والشهود لا یعرفونها الاصح انه ینعقد ووفق الرحمتی بحمل الاشتراط علی اشتراط فهم انه عقد نکاح والقول بعدمه علی عدم اشتراط فهم معانی الالفاظ بعد فهم ان المراد عقد نکاح اھ۔

فائدہ مسئلہ اگر عورت کو مرد نے ایسے الفاظ سکھائے اور کہلوائے جس سے مہر و نفقہ عدت کے بدلے خلع ہو جائے کہ مہر و نفقۂ عدت کی بھی عورت مستحق نہ رہے اور عورت یوں خلع کر لے تو خلع صحیح نہ ہوگا۔

قلت[۴۱] قد کان سنح للعبد الضعیف قبل ان اره لاشك انه حسن جدا وفی وجیز الامام الکردری تزوجها بالعربی وهما یعقلان لا الشهود قال فی المحیط الاصح انه ینعقد وعن محمد تزوجها بحضرۃ هندیین ولم یمکنهما ان یعبرا لم یجز فهذا نص علی انه لایجوز فی الاول ایضا اھ۔ **اقول**[۴۲] فی قول محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یمکنهما ان یعبرا اشارۃ الی ماذکرنا اذ لاحاجۃ الا الی التعبیر الذی یطلب من الشهود عند اداء الشهادۃ ولیس[ف] علیهم ان یعید واالالفاظ التی تلفظا بها ولا ان یعبروها بمرادفاتها اوترجمتها بل لوشهدوا ان فلانا تزوج فلانۃ کفی فهذا هو التعبیر المحتاج الیه ویکفی له ان یفهما انه عقد نکاح وان لم یعرفا تفسیر الکلام لفظا لفظا وایضا[۴۳] اشتراط هذا هو المحقق للمقصد الذی شرع له الشرع شرط الشهود فی هذا العقد منفرزا عن سائر العقود فاسقاطه الغاء للمقصود واشتراط فهم[۴۴] الالفاظ زیادۃ مستغنی عنها فعلیه فلیکن التعویل وبه یحصل التوفیق وباللہ التوفیق ثم لم یظهر لی معنی قول البزازی فی الاول ایضا فمذهوالاالاول۔

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ اگر دو گواہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عقد نکاح ہے تو نکاح مطلقاً نہ ہوا اگرچہ زن ومرد خوب سمجھتے اور انشائے نکاح ہی کا قصد رکھتے ہوں اور اگر دو گواہ اُس قدر سمجھ لیے۔ اگرچہ تفسیرِ الفاظ نہ جانتے ہوں تو اگر عاقدین بھی اتنا جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح ہوجاتا ہے تو بالاجماع نکاح ہوجائے گا۔ اگرچہ اُس زبان سے دونوں وہ اور گواہ سب ناآشنا ہوں اور عاقدین میں دونوں یا ایک کو معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظ نکاح ہیں تو جہاں احکام اسلام کا چرچا نہیں وہاں یہ جہل عذر ہے اور جہاں چرچا ہے اور وہ الفاظ کسی غیر زبان کے نہ تھے جس سے اُسے آگاہی نہ ہو تو نکاح ہوجائے گا اور یہ عذر مسموع نہیں اور اگر غیر زبان کے تھے اور فی الواقع اس نے اسے عقد نہ سمجھا تو عنداللہ نکاح نہ ہوگا۔ رہا قاضی اُسے نظر کامل چاہیے اگر ظاہر ہو کہ واقعی فریب کیا گیا اور دھوکا دیا گیا تو بطلان نکاح کا حکم دے ورنہ صحت کا۔ ھذا ما عندی وارجوا ان یکون ھو الفقہ المتین والقول الجامع الناصح المبین ــــ زن فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو

ف ۱ مسئلہ گواہان نکاح پر یہ لازم نہیں کہ وہ اُنہیں الفاظ کا اعادہ کریں جو متعاقدین سے انہوں نے سُنے ہوں یا یہ کہ اُن کے قریب الفاظ سے تعبیر کریں یا ان الفاظ کا ترجمہ بیان کریں بلکہ اُن کا یہ بیان کافی ہے کہ فلاں نے فلاں سے نکاح کیا ہے۔

ف ۲[۱۶] **تطفل** علی البزازیہ۔

ہاں اگر اپنے افعال خبیثہ پر قائم رہے اور بہ تا قدر قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب مگر یہ حکم اُس کی اس بے غیرتی پر ہے نفس نکاح پر اس سے اثر نہیں حق سبحٰنہ و تعالیٰ نے محرمات گنا کر فرمایا: واحل لکم ما وراء ذٰلکم۔ رہی آیہ کریمہ[۲] والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذٰلک علی المؤمنین اس کا حکم منسوخ ہے قالہ سعید بن المسیب وجماعۃ یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے۔ کما قالہ حبر الامۃ عبد اللہ بن عباس وسعید بن جبیر ومجاھد والضحاک وعکرمۃ وعبد الرحمٰن بن زید بن اسلم ویزید بن ھارون والتفصیل فی فتاوٰنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۳۹] مسئولہ عبد الرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

نکاح کے وقت ولی کی بات قبول کی جائے گی یا لڑکی کے زبانی الفاظ جو وہ کہتی ہے اور ولی کس کو بنانا چاہیے۔ نکاح میں ضروری الفاظ اور لازمی کیا کیا ہیں، اور اُن کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب:

لڑکی بالغہ ہے تو اس کا اپنا ایجاب یا قبول ہونا چاہیے۔ اگرچہ بواسطہ وکیل اور نابالغہ ہے تو اُس کے ولی کا ولی کسی کے بنانے کا نہیں ہوتا بلکہ وہ شرع مطہر نے ترتیب وار مقرر کیے ہیں۔ سب میں پہلا ولی بیٹا ہے پھر باپ پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا۔ پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا۔ پھر سگا چچا پھر سوتیلا۔ پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا وعلیٰ ہذا القیاس دادا پر دادا کی اولاد کا جو مرد عاقل بالغ قریب تر ہوگا وہی ولی ہے۔ اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر ماں ہے اسی طرح بترتیب اصحاب فرائض پھر ذوی الارحام اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر حاکم اسلام۔ نکاح میں ضروری الفاظ ایجاب وقبول ہیں جن سے عقد سمجھا جائے نہ وعدہ مثلاً مرد عورت سے کہے میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کا وکیل کہے میں نے فلاں عورت بنت فلاں ابن فلاں کو دادا تک نام لے۔ اگر صرف باپ کے نام سے پوری تمیز نہ ہو جائے یا عورت سامنے بیٹھی ہے تو کسی کے نام لینے کی حاجت نہیں اشارہ کر کے کہے اس عورت کو تیرے نکاح میں دیا، مرد کہے میں نے قبول کیا۔ اور دو مرد یا ایک مرد، دو عورتیں مسلمان عاقل بالغ آزاد۔ ان دونوں کی گفت گو کو معاً سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے۔ بس اسی قدر ضروری ہے اس کے سوا خطبہ پڑھنا

ف۱ مسئلہ جو شخص اپنی عورت کو افعال خبیثہ سے تا حد قدرت نہ روکے دیوث ہے۔

ف۲ آیۃ الزانیۃ الآیہ کا حکم منسوخ ہے یا نکاح سے جماع مراد ہے۔

سنت ہے اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۰ از ریاست رام پور محلہ پیپلا تالاب مرسلہ مولوی شفاعت رسول صاحب سلمہ قادری برکاتی رضوی ۱۵۔ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور پُرنور کا دربارہ متعہ کے کیا ارشاد ہے اوائل اسلام میں جائز تھا پھر حرام کردیا گیا۔ آیا اس کی حرمت حدیث سے ثابت ہے یا اقوال صحابہ سے۔

الجواب:

متعہ کی حرمت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ارشادوں سے ثابت ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال شریفہ سے ثابت ہے اور سب[1] سے بڑھ کر یہ کہ قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین ھم لفروجھم حٰفظون، الا علیٰ ازواجھم اوما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین، فمن ابتغیٰ وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۱ از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر الحسن صاحب۔ مورخہ ۷، ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آشنائی ایک طوائف سے ہے اور اس سے فعل حرام کرتا ہے اور اس سے کئی اولاد پیدا ہو چکی ہیں۔ اب طوائف مذکور کا یہ ارادہ ہے کہ میرا نکاح اس زید آشنا سے ہو جاوے تاکہ میں فعل حرام سے بچ جاؤں اور زید کی بھی کچھ منشاء پائی جاتی ہے لیکن زید کے گھر والے اس نکاح کے منکر ہیں اور زید پر اس بات کا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اگر تو نے اپنا نکاح طوائف سے کیا تو تم کو برادری سے خارج کردیں گے۔ اس واسطے کہ ہمارے خاندان کو دھبہ لگتا کیونکہ ہم شریف ہیں اور نہ اس کی اولاد کا ہم لوگ اپنی برادری میں بیاہ شادی کرسکتے ہیں، یہ نکاح ٹھیک نہیں۔ اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ نکاح کرنا کیسا ہے۔ آیا سنت میں داخل ہے یا خلاف سنت اور زید اس نکاح کے کرنے سے دائرہ اسلام اور برادری میں داخل رہا یا نہیں اور منکر اس نکاح کے کس درجہ میں شمار کیے جائیں اور جو اس نکاح پر اعتراض کریں اور بُرا کہیں وہ کس درجہ میں شمار ہیں۔ فقط جناب اعلیٰ حضرت قبلہ کے مع آیت وحدیث۔ مہر دستخط کے

[1] متعہ کے حرام ہونے کا قرآن عظیم سے ثبوت۔

امیدوار ہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

نکاح سنت ہے مگر رنڈی سے نکاح سنت نہیں بلکہ اُس کے جائز ہی ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے پھر ایک جائز بات جس سے فتنہ و نفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے ناجائز ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بشروا و لا تنفروا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲ از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴۔ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسائل کہ۔

(۱) اگر زنے بیوہ شود دوییم باز نکاح کردن لازم است یا میخواہد کہ من نکاح نمی کنم کہ می گوید کہ بنشینم روا ست یا نہ خواہ جوان باشد یا درمیان سالہ باشد یا پیرزن بود ہرچہ حکم شرع باشد تحریر فرمایند۔

(۲) چوں پدر در زندگی خود دختر را بکودکے درعقد نکاح آورد کہ صغیر ست درخانہ خود دختر نشستہ ست محض ایجاب و قبول کردہ پدرش بمرد دختر را دہ سال منقضی گردید کہ بالغہ است و کودک تا حال خورد آیا شرعاً اکنوں بر برادران گناہ ست یا نہ یا حوالہ آں خورد بکنند ایں چنیں کار برائے پدر مرحوم چگونہ باشد و چہ گناہ

الجواب:

(۱) پیرزن را خود جبر بر نکاح نتواں کرد و جوان نیز اگر بر نفس خود اطمینان دارد و اتباع رسم باطل ہنود می کند از قید نکاح دیگر آزاد ماندنش می رسد کما دل علیہ حدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وبیناہ فی اطائب التہانی آرے اگر بر خود اطمینان ندارد نکاح واجب ست واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قاصرہ را نکاحیکہ پدر کرد فسخ نتواں نمود گو با غیر کفو و بغبن فاحش در مہر باشد صبی اگر مراہق شدہ زنش را میخواہد باو سپردن لازم ست واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳ از مقام گانگھاٹ ڈاک خانہ ہلدی ضلع بلیا۔ مرسلہ مولوی عبد الحی صاحب ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت گنگی یہاں ایک ماہ سے آئی ہے اُس کے ساتھ اُس کا ایک لڑکا[۱] چار یا پانچ برس کا ہے اس کے قبل یہ عورت یہاں سے دس[۲] میل پر ایک گاؤں ہے وہاں پندرہ

---

[۱] لڑکا یہ کہتا ہے کہ اُس کا باپ رنگون گیا ہے مگر بہت ناسمجھ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں بتاتا۔

مہینے سے تھی۔ جب وہاں آئی تو ادھر اُدھر پتا لگایا گیا مگر یہ پتہ نہیں لگا کہ یہ عورت[1] کہاں کی ہے اور اس کا شوہر مر گیا ہے یا زندہ ہے اور لاپتہ ہو گیا یا طلاق دے دیا۔ اب اس کو ایک شخص نے نکاح کرنے کے لیے رکھا ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا شوہر زندہ ہوتا تو لڑکے کو نہ چھوڑتا اب اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

نکاح نہیں ہو سکتا فان المانع معلوم والمزیل مجھول وما ثبت بیقین لا یزول الا بیقین مثلہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴ از ملیح آباد ضلع لکھنؤ مرسلہ محمد یوسف خاں صاحب ۱۱۔ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حنفی المذہب بحلف کچہری میں بیان کرتا ہے کہ اس نے ایک مسماۃ کے ساتھ عقد کے وعدہ پر متعہ کر لیا۔ اب ایسا شخص مذہب حنفی کے اندر داخل رہا یا نہیں سُنّی حنفی لوگوں کو نماز میں اس کی امامت یا جماعت جائز ہے یا نہیں اور اس کا یہ فعل شرعاً کیا قرار دیا جا سکتا ہے اور ایسی حالت میں اُس کی بیعت ارادت جو ایک بزرگ کے ہاتھ پر کی تھی قائم رہی یا نہیں اور ایسے شخص کے افعال و اقوال شرعاً معتبر ہوں گے یا نہیں اور حنفی سنّی لوگ بعد اس کے مرنے کے اس شخص کی تجہیز و تکفین و نماز جنازہ پڑھنے کے شرعاً ذمہ دار ہیں یا نہیں۔

الجواب:

متعہ بنص قطعی قرآن عظیم و اجماع ائمہ اہل سنت بلا شبہہ باطل و حرام قطعی ہے قال تعالیٰ فمن ابتغی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون شخص مذکور اُس کے ارتکاب اور کچہری میں اعلان سے فاسق معلن ہوا اُس کی امامت ممنوع اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوی حجہ میں ہے لو قدموا[2] فاسقا یاثمون غنیہ میں ہے بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ و فعل ما ینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ۔ اور جب ایک بدبو دار چمڑے کے لیے اُس نے حرام قطعی کا ارتکاب کیا اور بیباک اتنا کہ کچہری میں اُس کا خود

---

[1] عورت اشارہ کرتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شوہر کہیں گیا ہے اب یہ نہیں معلوم کہ طلاق دیا ہے یا نہیں

[2] مسئلہ فاسق معلن کی امامت ممنوع اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔

اعلان کیا تو اُس کے قول فعل کا کیا اعتبار رہا۔ بلکہ معاذ اللہ مرتے وقت اُس کے سلب ایمان کا خوف ہے (ف۱) تاتار
خانیہ و ردالمحتار وغیرہما میں ہے حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطب الی
رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عہد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذہبہ فیقرأ خلف
الامام ویرفع یدیہ عند الانحطاط ونحو ذلک فاجابہ فزوجہ فقال الشیخ بعد ما سئل عن ہذہ
واطرق راسہ النکاح جائز ولکن اخاف علیہ ان یذہب ایمانہ وقت النزع لانہ استخف بمذہبہ
الذی ہو حق عندہ وترکہ لاجل جیفۃ منتنۃ ۔ بلکہ متعہ کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ سوا اس کے
کہ جس سے کیا وہ رافضہ ہو اور رافضیہ حال (ف۲) سے نکاح بھی باطل ہے نہ کہ متعہ تو یہ حرام در حرام ہوا ظہیریہ و ہندیہ
وحدیقہ ندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے احکامھم احکام المرتدین بالجملہ وہ شرعاً سخت سزا کا مستوجب
ہے۔ مگر ارتکاب (ف۳) حرام کے باعث کافر نہ ہوا کہ اُس کی بیعت فسخ ہو جاتی یا اس کے مرنے پر مسلمان اُس کی
تجہیز و تکفین و نماز کے ذمہ دار نہ رہیں بلکہ بسبب کبیرہ حنفیت سے بھی خارج نہ ہوگا۔ اگر اُسے حرام جانکر
کیا ہو ہاں اگر حلال جانا تو حنفیت کیا سنیت سے خارج ہو گیا۔ ولا یخرج عن الاسلام لما لھم فیھا من
الشبھۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۵ از موضع لڈوا مہوا ڈاک خانہ بکھر بازار ضلع بستی مرسلہ گل محمد میاں صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ساکن مہداول میں اپنی سگی بھتیجی عاقل بالغ کو ایک شخص
ساکن امرڈوبھا کے حوالے کر دی چونکہ اس لڑکی کا باپ مدت سے انتقال کر گیا اور لڑکی کا چچا اس کا مربی تھا وہ
لڑکی جس شخص کے حوالے کر دی اس کو کہا گیا کہ تم اپنے گھر جاکر اس لڑکی سے نکاح کر لو جمعہ کے روز روبرو گواہان
معتبران کے نکاح کرلیا گیا بعد چند یوم کے چچا کو اس کے عزیزوں نے بہکا دیا انہوں نے جھگڑا ڈال کر کے ایک
مولوی بُلایا مولوی صاحب نے یہ حکم دیا جمعہ کی نماز ادا کرنے کے پہلے نکاح جائز نہیں ہوتا ہے اس واسطے
ہم لوگ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ صحیح ہے کہ جمعہ کے روز نکاح ناجائز ہے برائے
مہربانی یہ مسئلہ لکھ کر کے روانہ فرمادیں۔

ف۱ تبدیل مذہب پر سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

ف۲ مسئلہ رافضیہ زمانۂ حال سے نکاح باطل ہے۔

ف۳ مسئلہ ارتکاب حرام سے نہ کافر ہوتا ہے نہ حنفیت سے خارج ہوتا ہے۔

الجواب:

اس شخص کا یہ کہنا محض غلط اور شریعت پر افترا ہے۔ نکاح ہر دن جائز ہے ہاں اگر اذان جمعہ ہوگئی تو اُس کے بعد جب تک نماز نہ پڑھ لی جائے نکاح کی اجازت نہیں کہ اذان ہوتے ہی جمعہ کی طرف سعی واجب ہو جاتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع۔ پھر بھی اگر کوئی بعد اذان نکاح کرے گا گناہ ہوگا مگر نکاح جائز و صحیح ہو جائے گا کما فی الھدایۃ فی البیع اف الکراھۃ للمجاور واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶ از اجمیر شریف ڈگی بازار مرسلہ سید زاہد حسین صاحب مالک و منیجر پریس اعلان الحق ۱۴۔ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص یا چند اشخاص نے خصومۃً یہ کہدیا ہو کہ فلاں شخص خواص منکوحہ سے ہے جو خواص باعصمت و عفت لکھی گئی ہو تو کیا وہ اولاد جائز ہے اور وہ جدی ورثہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔ کیا ایسی اولاد کی شرافت و نجابت میں کوئی شک و شبہہ ہے۔ خواص و کنیزک میں کیا فرق ہے اور اُن کی تعریف کیا ہے۔

الجواب:

خواص و کنیزک میں کوئی فرق نہیں وہ عورت کہ بملک شرعی کسی کی ملک ہو اُس کی کنیز ہے پھر اگر دوسرے کی کنیز سے اُس کی اجازت سے اُس نے نکاح کیا نکاح صحیح ہوا اور باپ اگر شریف و نجیب ہے تو اولاد بھی شریف و نجیب ہے۔ کہ شرعاً نسب باپ سے لیا جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ وعلی المولود لہ رزقھن ہاں ہندوستان میں دربارۂ کفاءت اسے کم مانیں گے کہ یہاں کنیز کی اولاد کو کم درجہ سمجھتے ہیں۔ اور اگر اپنی کنیز شرعی ہے تو اس سے نکاح باطل ہے اور بلا نکاح حلال ہے اگر کوئی ممانعت شرعیہ نہ ہو بہر حال مولا کے جو اولاد اُس سے ہو صحیح النسب ہے اور ترکہ پدری پانے کی مستحق ہے۔ جبکہ مولا نے اقرار کیا ہو کہ یہ میری اولاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۷ از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹۔ شعبان ۱۳۳۷ھ

ف ۱ مسئلہ روز جمعہ بعد اذان نکاح کی اجازت نہیں کہ جمعہ کے لیے سعی واجب ہے اور اگر کوئی کرے گا تو نکاح ہو جائے اگرچہ عدم سعی سے گناہ ہوگا۔ **ف ۲** اپنی کنیز شرعی سے نکاح باطل ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اکثر جاہل لوگوں میں رواج ہے کہ اگر کوئی شخص مرگیا اور بعد عدت اس عورت نے برادری کے مرد سے نکاح کرنا چاہا تو اس مرنے والے کو لواحقیوں نے کچھ روپیہ نکاح کرنے والے سے نقد لے کر اس عورت کو نکاح کرنے دیا۔ روپیہ کی تعداد دو۲۰۰ سے سے تین ۳۰۰ سے تک لیتے ہیں اگر ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ روپیہ لینا جائز نہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو پنچان کی رسوم ہے۔ اگر یہ رسوم نہ ہو تو تمام عورتیں بیوہ کسی غیر مرد کے ساتھ بھاگ جاویں گی اور کوئی عورت برادری میں نکاح نہیں کرے گی اب سوال یہ ہے کہ تمام وجوہات سوچ کر جیسے قرآن شریف اور حدیث شریف فقہ شریف سے ثابت ہو ارشاد فرماویں تاکہ اُس پر عمل کیا جاوے۔

الجواب:

یہ روپے حرام اور رشوت ہیں ان کا لینا دینا دونوں حرام اور ان کے کھانے والے حرام خوار۔ پنچوں کی رسم سے شریعت کا حرام حلال نہیں ہو سکتا مسلمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸ از ریاست رامپور مسئولہ سید احمد میاں صاحب برادر زادہ مولانا سید محمد عاشق صاحب علیہ الرحمہ ۔ ۶ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد کا نکاح مسماۃ حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم پردہ نشین بنت زید سے قرار پایا تھا حسب قاعدہ شہود واسطے حصول اجازت و اذن مسماۃ کے پاس گئے اور بعد حصول اجازت شہود نے قاضی کے روبرو جلسۂ عام میں شہادت اس صورت سے ادا کی کہ سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید نے اپنے نکاح کا اختیار عمرو وکیل کو دیا چنانچہ قاضی نے باجازت عمرو وکیل بہ تعداد مہر مثل خالد کے ساتھ نکاح پڑھا دیا آیا شرعاً نکاح مسماۃ مذکورہ کا خالد مذکور کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں کیونکہ شہود نے بجائے نام حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید کے سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید شہادت میں ادا کیا۔ سعادت النساء بیگم بنت زید کوئی نہیں ہے اور نہ سعادت النساء کا عرف رضیہ بیگم ہے۔ اس صورت کی غلطی سے نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔

الجواب:

یہ طریقہ نکاح مخترع اہل ہند ہے وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں شہادت کہ ان گواہوں نے دی باطل گئی نہ اُس کا کچھ اعتبار ہے۔ قاضی جس نے ایجاب کیا اگر اس نے ایجاب صحیح لفظوں سے کیا جن سے کم از کم

دو حاضران جلسہ جامعان شرائط کے نزدیک منکوحہ متمیز ہو گئی نکاح فضولی منعقد ہو گیا کہ رضیہ کی اجازت پر موقوف رہا اور اگر اُس نے بھی ایجاب میں وہی لفظ سعادت عرف رضیہ بنتِ زید کہے تو نکاح باطل ہوا کہ ان تینوں لفظوں کی مصداق وہاں کوئی عورت نہیں عالمگیریہ میں ہے لرجل بنتان، کبری عائشۃ وصغری فاطمۃ اراد ان یزوج الکبری وعقد باسم فاطمۃ ینعقد علی الصغری ولو قال زوجت ابنتی الکبری فاطمۃ لا ینعقد علی احدٰھما کذا فی الظہیریۃ۔ ولوالجیہ میں ہے لا ینعقد علی احدٰھما لانہ لیس لہ ابنۃ کبری بھذا الاسم اھ ونحوہ فی الفتح عن الخانیۃ ولا تنفع النیۃ ھھنا ولا معرفۃ الشھود بعد صرف اللفظ عن المراد واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹ از شہر میرٹھ اندر کوٹ مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب عرف ننھے ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اہل تسنن و اہل تشیع میں باہم عقد ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی لڑکا فرقہ شیعہ کا ہو اور لڑکی مذہب اہل سنت والجماعت کی ہو ان دونوں میں باہمی نکاح مذہب اہلسنت کے عقائد کے موافق صحیح ہو گا یا نہیں۔

(۲) اگر کچھ عرصہ کے بعد لڑکی اہل تشیع ہو جاوے تو نکاح رہے گا یا نہیں۔

الجواب:

(۱) عوام اُن تبرائی روافض کو اہل تشیع کہتے ہیں ان سے مناکحت حرام قطعی و باطل محض اور قربت زنائے خالص ہے اگرچہ مرد سنی اور عورت اُن میں کی ہو نہ کہ عکس کہ اشد غضب اللہ کا موجب ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۲) اگر وقت نکاح سنی تھے پھر مرد معاذ اللہ ان میں کا ہو گیا تو نکاح فوراً فسخ ہو گیا۔ خواہ عورت نے بھی وہی مذہب اختیار لیا ہو یا نہیں لان ردۃ[۲] الرجل فسخ فی الحال بالاجماع ولا نکاح لمرتد مع احد ولو مرتدۃ مثلہ کما فی الدر المختار والفتاوی العالمگیریۃ وغیرھما اگر عورت سنیہ ہی

[۱] مسئلہ زید کے مثلاً دو لڑکیاں ہوں بڑی عائشہ چھوٹی فاطمہ بڑی کے نکاح میں وقت عقد بجائے عائشہ فاطمہ کہے تو فاطمہ سے عقد ہو جائے گا اور اگر یہ کہے کہ میں اپنی بڑی لڑکی فاطمہ کا نکاح کرتا ہوں تو کسی سے نہ ہو گا کہ اس کی بڑی لڑکی فاطمہ نہیں۔ اور نیت اور معرفت شہود یہاں کچھ نافع نہ ہو گی۔ [۲] (حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

اور ہنوز خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی اور ہو چکی تھی۔ تو بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اگر شوہر اسلام بھی لے آئے اُس پر کچھ اختیار نہیں رکھتا لان المنفسخ لا یعود اور اگر عورت معاذاللہ اُن میں کی ہو گئی اور مرد سنی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا علیٰ ما فی النوادر وحققنا الافتاء بہ فی ھٰذا الزمان فی فتاوٰینا۔ مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہو گئی جب تک اسلام نہ لائے لان المرتدۃ لیست باھل ان یطأھا مسلم او کافر او احد ان مسائل کی تحقیق رسالہ ردالرفضہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۵] از نگینہ مرسلہ عبدالرشید صاحب سوداگر و سب ایجنٹ برہما آئل کمپنی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت کا نکاح کسی ایسے شخص سے ہو جس کی ایک عورت اور بچے ہوں اور وہ شخص معاش اس قدر کافی رکھتا ہو کہ ان سب کی پرورش کے لیے نہایت کافی ہو مرد میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔ عورت بوقت نکاح بالغ ہو، مہر ایک ہزار روپیہ ہو نکاح مکان منکوحہ پر ہو جس کو عرصہ تین سال پانچ ماہ ہوئے ہوں۔ شوہر نے بعد عقد پندرہ بیس مرتبہ مختلف اوقات کئی کئی یوم قیام کیا۔ کیا عورت منکوحہ کو تنسیخ نکاح کا دعویٰ کرنے کا حق ہے بیان منکوحہ حسب ذیل ہے۔

میری پیدائش ایک ماہ بعد انتقال والد ہوئی۔ میں نے آغوش مادر میں پرورش پائی اور ہنوز والدہ کے پاس رہی۔ میری والدہ نے اس شخص کے ساتھ عقد کر دیا۔ شخص مذکور نے یہ دھوکا دیا کہ نہ میرے بیوی ہے نہ بچے۔ میری والدہ کو دو ماہ کا عرصہ ہوا میں والدہ کی وجہ سے مجبور تھی اب میں خود مختار ہوں۔ بیان شوہر میں نے بیوی بچے ہونے کا اقرار کیا اور چھپایا نہیں اس کا علم منکوحہ اور اُن کے جملہ رشتہ داران کو ہے جس کی بابت تحریریں شوہر کے پاس ہیں۔ ایسی حالت میں منکوحہ عورت کے صرف بیان پر کہ میرے شوہر کے پاس اور بیوی بچے موجود ہیں اور شوہر نے دھوکا دیا نکاح میری لاعلمی میں ہوا کیا حکم شرع شریف ہے۔

الجواب:

عورت کے عذرات باطل ہیں برسوں سکوت و معاملہ زناشوئی کے بعد یہ مہملات پیش کرتی ہے ماں کی زندگی کیا باعث مجبوری تھی نہ بی بی بچوں کا عذر قابل سماعت نہ مجبوری مانع جواز نکاح اس پر فرض ہے کہ شوہر

(حاشیہ صفحہ سابقہ) مسئلہ ارتداد مرتد سے والعیاذ باللہ تعالیٰ نکاح فی الحال فسخ ہو جاتا ہے بخلاف ارتداد زن کے اُس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا ہاں جب تک عورت پھر سے اسلام نہ لائے قربت حرام رہتی ہے مرتد و مرتدہ کا نکاح عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا نہ آپس میں نہ کافر یا کافرہ سے۔

کی اطاعت کرے اس شیطانی خیال سے باز آئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱ از شہر بریلی محلہ کٹرا گلی حکیم وزیر علی مسئولہ ولایت احمد صاحب ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولایت احمد کا عقد قریشی بانو جس کی عمر قریب بیس سال سے زائد ہے اس کے ساتھ ہوا لیکن مسماۃ مذکورہ کی اجازت لینے کے لیے نہ وکیل صاحب گئے اور نہ گواہان گئے اور نہ مسماۃ مذکورہ سے اجازت باقاعدہ طور پر لی گئی صرف مسماۃ کے والد کی اجازت سے عقد پڑھا دیا گیا ایسی صورت میں عقد ہوا یا نہیں اور مسماۃ مذکورہ ولایت احمد کی زوجیت میں رہتی ہے اور قریب ایک ماہ کے حمل بھی ہے حالانکہ والد مسماۃ سے کہا گیا کہ مسماۃ سے اجازت لینا چاہیے انہوں نے جواب دیا۔ ہمارے یہاں ضلع بدایوں میں یہ ہی قاعدہ ہے۔

الجواب:

بالغہ کا عقد کہ بے اس کے اذن کے ہو بالغہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر جائز کر دے جائز ہو جاتا ہے رد کر دے باطل ہو جاتا ہے رخصت ہو کر شوہر کے یہاں جانا بھی اجازت ہے اذا کان غیر مسبوق بالرد۔ خصوصاً یہاں تو حمل موجود ہے لہذا عقد نافذ ہو چکا اب اعتراض کی گنجائش نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲ از ریاست رام پور محلہ زیارت حلقہ والی مرسلہ اکرام اللہ خاں صاحب عرف چندا میاں ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اپنی برادری میں ایک عورت سے بایں صورت ہوا کہ گواہان نے مسماۃ مذکورہ کا نام ہندہ عرف خویلہ بنت عمرو جلسہ نکاح میں لے کر ادائے شہادت کی اس سے عورت مذکورہ کی تعریف و تعیین کما حقہ نزد جلسہ ہو گئی اور کوئی شبہ و اشتراک نزد زید و قرابت داران زید جو موجود تھے باقی نہیں رہا اور ایجاب و قبول ہو کر نکاح ہو گیا اور گواہان نکاح عورت مذکورہ کے قریبی رشتہ دار تھے جن کی گودوں میں عورت مذکورہ نے پرورش پائی ہے اب والدہ مسماۃ کہتی ہیں کہ نکاح صحیح منعقد نہیں ہوا اس لیے کہ نام عورت کا جلسۂ نکاح میں غلط لیا گیا ہے اس کا نام کلثوم ہے چنانچہ مہر میں اس کا نام کلثوم کندہ ہے۔ حالانکہ سوائے مہ کے ہر جگہ نام اُس کا ہندہ ہے حتّٰی کہ تنخواہ جو مقررہ گورنمنٹ ہے اُس کی وصولیابی کی رسیدوں میں بھی یہی نام ہندہ لکھا جاتا ہے اور نیز گورنمنٹی چٹھی میں بھی یہی نام درج ہوتا ہے اور جو عرائض گورنمنٹ میں قبل اس سے دی گئی ہیں اُن میں بھی یہی نام تحریر ہے اور عمرو کے انتقال کے بعد جو درخواست

باستحقاق وراثت دی گئی ہیں اُن میں بھی یہی نام ہے ۔ غرضیکہ عورت مذکورہ کے دونوں نام ہیں ایسی حالت میں یہ نام غلط قرار دے کر نکاح کو غیر صحیح شرعاً مانا جائے گا یا یہ کہ عورت کے نام دونوں اور چونکہ ان دونوں میں سے ہندہ بہ نسبت کلثوم کے زیادہ مشہور ہے ۔ اس لیے اس سے کافی طریق سے تعریف و تعیین عورت مذکورہ کی بوقت نکاح سمجھی گئی ۔ اس بنیاد پر نکاح صحیح شرعی منعقد ہوگیا ۔ امید کہ جواب صاف صاف مرحمت فرمائیے بینوا توجروا ۔

الجواب :

اگر ہندہ اس عورت کا نام ہے (نہ جس طرح عورتوں کو ہندہ سلمی مردوں کو زید عمرو سے تعبیر کرتے ہیں) اور اس نام اور صرف ذکر پدر بے ذکر جد سے حاضرین میں دو گواہان صالح شہادت نکاح مسلمہ نے اُسے پہچان لیا تو نکاح صحیح ہوگیا اُس کے دس نام اور بھی ہوتا کچھ مضر نہیں لان المقصود التعریف لا تکثیر الحروف واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۵۳ از بچھم گانوں ضلع ٹیرا بنگال مرسلہ سید عبدالاغفر صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر معتمد و معتبر یک گواہ مذکر سے بالغہ عورت کا نکاح درست ہوگا یا نہیں یعنی ایک گواہ سے نکاح درست ہوگا یا نہیں بینوا توجروا ۔

الجواب :

ایک گواہ سے نکاح نہیں ہو سکتا جب تک دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ نہ ہوں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۴ از گوپال ناگر پرگنہ پیلی بھیت مسئولہ نثار احمد صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے بھائی مرحوم عمرو کی بی بی ہندہ سے بعد انقضائے میعاد عدت نکاح کی درخواست کی اُس نے انکار کیا اور نہایت ناخوشی ظاہر کی تو زید کے رشتہ داران نے جبراً اذن لینا چاہا ہندہ نے رونا شروع کیا اور کہا کہ میں ہرگز رضامند نہیں تم جبر کرتے ہو ۔ اس وجہ سے کہ میرا کوئی عزیز ہمدرد یہاں موجود نہیں ان لوگوں نے کہا کہ رونا بھی اذن میں شامل نکاح پڑھا کر مٹھائی تقسیم کر دی بعد ایک ماہ کے ہندہ اپنے والدین کے یہاں کسی حیلہ سے چلی آئی اور جانے سے انکار ہے کہ میں نے اذن نہیں دیا فرضی نکاح پڑھا لیا میں ہرگز نہیں جاؤں گی تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا ۔

الجواب :

اگر اس نکاح کے بعد ہندہ نے زید کے ساتھ خلوت و صحبت بلا جبر و اکراہ کی تو نکاح جب نافذ نہ تھا

اب نافذ ہوگیا اور اگر خلوت نہ کرنے دی یا وہ بھی بالجبر ہوئی تو ہندہ کی ناراضی سے وہ نکاح باطل محض ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۵ از موضع میراں پور مسئولہ سید عاشق حسین ولد محمد حسین ۱۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

علمائے دین ونائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ وقت نکاح کے وکیل کس طرف کا ہونا چاہیے اور شاہد کس طرف کے ہوں اور ایک دینار سرخ سلطانی کس قدر روپیہ کا ہوتا ہے اور کے درجوں پر منقسم ہے اور تعداد کیا کیا ہے۔

الجواب:

وکیل کسی طرف کا ضرور نہیں اور دونوں طرف سے ہو سکتے ہیں خواہ ایک طرف سے ہو جدھر سے چاہیں اور شاہد وہ دو مرد یا ایک مرد دو عورت عاقل بالغ آزاد مسلم ہیں کہ ایجاب وقبول معاً سنیں اور نکاح ہونا سمجھیں وہ کسی طرف کے نہیں ہوتے یہ جو رسم ہے کہ دو گواہ معین کرتے ہیں، بے اصل ہے۔ جتنے حاضران جلسہ اُس صفت کے ہیں سب خود ہی شاہد ہیں کوئی انہیں مقرر کرے یا نہ کرے۔ دینار[ف۱] شرعی ساڑھے چار ماشہ بھر سونے کا تھا اور سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے دینار شرعی دس درم تھا کہ یہاں کے دو روپے پونے تیرہ آنے اور کچھ کوڑیاں ہوا۔ غالباً نکاح کے درجوں سے سائل کی مراد مہر کے درجے ہیں مہر کا اقل درجہ دہی دس درم بھر چاندی ہے اور اکثر کے لیے حد نہیں جتنا باندھے اور مہر حضرت بتول زہرا چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوئی اور مہر اکثر ازواج مطہرات پانسو درم کہ یہاں کے ایک سو چالیس روپے ہوئے اور مہر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہن جمیعاً میں دو روایتیں ہیں چار ہزار درم کہ گیارہ سو بیس روپے ہوئے یا چار ہزار دینار کہ گیارہ ہزار دو سو روپے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶ از فتح پور محلہ قضیانہ مکان میر خیرات علی تحصیلدار مسئولہ محمد صادق ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ بازاری عورت ہے اور وہ زید کے پاس بلا نکاح مدت تک رہی زید نے بلا علم واطلاع ہندہ کے قاضی کے سیاہہ میں اپنا ہندہ کے ساتھ نکاح درج کر دیا اس کے بعد ہندہ کی ماں وہیں لینے کی غرض سے آئی اس وقت زید نے ہندہ سے کہا تو نہیں جا سکتی تیرے ساتھ میرا نکاح ہوگیا تب ہندہ کی ماں نے ہندہ سے کہا کہ ہمارا زیور اور کپڑا ہم کو دیدے تو مجھ سے حیلہ کر رہی ہے تیرا نکاح ہوگیا ہے اس پر ہندہ نے جواب دیا کہ زیور اور کپڑا نہ دوں گی اگر تم کہتی ہو کہ نکاح تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا۔ اگرچہ واقعی

ف۱ دینار شرعی ساڑھے چار ماشہ سونے کا تھا۔

نکاح نہیں ہوا اُس کے کچھ عرصہ بعد ہندہ زید کے پاس سے فرار ہوگئی تب زید نے کچہری فوجداری میں عورت کے بھگالے جانے کا دعوی کیا خارج ہوگیا اس کے بعد طلب زوجہ کا دار القضا میں دعویٰ کیا قاضی صاحب نے بعد لینے ثبوت وتردید کے دعویٰ ڈگری کیا جس کو آٹھ برس کا ہوا تو آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں جبکہ واقعی عورت سے اجازت نہیں لی گئی اور وہ دوسرے کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اور یہ عورت بعد مفروری عرصہ دس بارہ سال سے زید کے ساتھ حرام کر رہی ہے

الجواب:

زید کا بے اطلاع ہندہ سیاہہ میں اُس کے ساتھ اپنا نکاح ہونا درج کرا دینا نکاح نہیں نہ ہندہ کا کہنا کہ اگر تم کہتی ہو کہ نکاح ہو گیا تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ کسی طرح حد نکاح میں آسکتا ہے تو ہندہ ضرور بے نکاحی تھی۔ رہی دار القضا کی ڈگری اُس کی تفصیل معلوم ہونی ضرور دعویٰ کہ اُس میں ہوا شرائط شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں ثبوت کیا گزرا اور وہ قوانین شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں حکم کس نے دیا اور وہ قاضی عند الشرع تھا یا نہیں اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہے۔ ہندہ بدستور بے نکاحی ہے زید کو اُس پر کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(اس کے بعد پھر وہیں سے سوال آیا جو مع جواب منقول ہے)

یہ واقعہ حیدر آباد دکن ہے وہاں حکومت کی طرف سے عدالت قضا قائم ہے جس میں طلاق، خلع، نکاح، ترکہ، مہر، طلب زوجہ کے مقدمات حسب قانون شرع شریف دائر ہوتے اور فیصل ہوتے ہیں مگر قاضی صاحب جنہوں نے اس مقدمہ کو فیصل کیا ہے غیر متشرع تھے یعنی داڑھی منڈی ہوئی، لباس کوٹ پتلون مگر ساتھ ہی اس کے سفارش ورشوت سے قطعی اجتناب رکھتے تھے اور گواہان جیسے فی زمانہ حالت ہے اور ناکح صاحب بھی بہت معمولی طور پر پڑھے ہوئے ہیں لہٰذا اس صورت واقعہ پر مسئلہ بالا کا کیا جواب ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب:

جبکہ وہ قاضی منجانب سلطنت اسلامیہ فصل قضا پر مقرر ہے اگر اُس کے یہاں دعوی بروجہ صحیح شرعی ہوا اور ثبوت بروجہ شرعی گزرا اور قاضی نے ثبوت نکاح کا حکم دیا تو نکاح ثابت ہوگیا ہندہ بغیر موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔ کما فی الهداية وتنوير الابصار وغيرهما من معتمدات الاسفار ورجحه المحقق على الاطلاق فی فتح القدير وقد قال امير المؤمنين علی کرم اللہ تعالٰی وجهه الكريم شاهداك زوجاك واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۷ از ریاست جاؤرہ۔ لال اہلی۔ مسئولہ ممتاز علی خاں اہل کار حساب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی صحیح ولدیت زید ہے مگر بوقت نکاح بکر قائم کر کے ایجاب وقبول ہوا ہے تو ایسا نکاح درست ہوا یا نہیں نیز اس کا اصلی باپ یعنی زید زندہ موجود ہے بروقت نکاح نہ اُس سے اجازت لی گئی نہ اُسے اطلاع دی گئی صورت مسئولہ میں اگر نکاح نہیں ہوا تو کیا ہندہ اپنی منشا کے موافق اپنے کفو میں نکاح ثانی کر سکتی ہے ایام عدت کی قید ہے یا نہیں ہندہ بالغہ ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر ہندہ اُس جلسۂ نکاح میں حاضر نہ تھی اور اُس کی طرف اشارہ کر کے نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت بکر کا نکاح تیرے ساتھ کیا بلکہ ہندہ کی غیبت میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہوا نہ اُسے طلاق کی حاجت نہ عدت کی ضرورت جس سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے کہ نکاح تو ہندہ بنت بکر کا ہوا اور یہ ہندہ بنت بکر نہیں۔ ہاں اگر بکر نے اُسے پرورش یا متبنٰے کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کہنے سے اُس کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہو گیا۔ اب بغیر طلاق ہندہ کو مخلص نہیں درمختار میں ہے غلط وکیلھا بالنکاح فی اسم ابیھا بغیر حضورھا لم یصح۔ عالمگیری میں ہے قال امرأته عمرۃ بنت حفص ولا نیة له لا تطلق امرأته فان کان صبیح ذوج امرأته وکانت تنسب الیه وھی فی حجرہ فقال ذلك وھو یعلم نسب امرأته اولا یعلم طلقت امرأته واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸ از میرٹھ صدر بازار محلہ سوتی گنج مرسلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی تعلیم یافتہ مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ امام مسجد سوتی گنج ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

چہ می فرمایند دریں مسئلہ کہ در ملک ہند علماء فتوی دادند کہ بعد منگنی دختر دیگر جائے نکاح کردن می تواند حقیر ناجائز پندارد چرا کہ ایجاب وقبول از جانبین ثبوت شود از جانب بچہ گویند کہ دیدو از جانب دختر گویند دیدیا و دے چکا یا سگائی کر چکا ایں الفاظ برائے وضع عقد ست اگر ایں طور گویند کہ دیں گے تو خیر۔ جناب مولائیم عجیب افسوس کہ دیوبندی خذلھم اللہ دین او خراب ومسلمانان را نیز بیخ کنی کردند اگر ایں فتوی غلط باشد

---

۱۰ مسئلہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کی نسبت کہا کہ ہندہ بنت بکر کو طلاق اور وہ بکر کی بیٹی نہیں عمرو کی ہو تو اگر اس سے نیت اس کی نہ تھی تو طلاق نہ ہوئی ہاں اگر بکر ہندہ کا سوتیلا باپ یعنی اُس کی ماں کا شوہر ہو اور ہندہ بکر کی بیٹی کہی جاتی ہو تو طلاق ہو جائے گی زید اس کے نسب سے واقف ہو یا ناواقف ہو۔

از ایشاں ہزاراں نطفۂ زنا در عالم منتشر شدہ تدارک ایں عمل بفرمایند۔

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ لفظ سگائی کرچکا خود ظاہر است سگائی نسبت ووعدۂ عقد را گویند نہ عقد را او دیدیا او دے چکا از انجا کہ مجلس مجلس وعدمی باشد نہ مجلس عقد ہمیں بروعد محمول می شود نہ بر عقد در شرح امام طحاوی وفتح القدیر ودر مختار ورد المحتار ست لو قال ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح وچہ گونہ نکاح شود حالاں کہ شرطاو حضور دو گواہ ست کہ فہمند کہ ایں نکاح ست فی التنویر والدر وشرط حضور شاھدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر۔ وانیجا اگر ہزار حاضر باشند ہیچ کس نکاح نہ فہمد کہ منگنی نزد ایشاں چیزے از مقدمات نکاح ست نہ نکاح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ از چونیاں ضلع لاہور مسئولہ ضیاء الدین انچارج اصطبل گورنمنٹ ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص نے حسب ہدایت والد خود جس نے اس کی ہدایت کی تھی کہ اپنی فلاں دختر کا ناطہ اپنے فلاں برادر حقیقی کو دینا تب سے راضی ہوگیا چنانچہ اپنے والد کی موجودگی اور چند مسلمانوں کی مجلس میں اپنے برادر حقیقی کو مخاطب کرکے کہا میں نے اپنی فلاں نام والی دختر نابالغہ کا ناطہ تمہارے فلاں بالغ کو دیا۔ والد پسر نے قبول کرلیا۔ آیا ہر دو ولیوں کے ایجاب وقبول سے یہ نکاح منعقد ہو گیا یا نہیں۔ اگر ہوگیا تو اب والد دختر اُس دختر کا اور جگہ نکاح کرسکتا ہے بغیر طلاق کے اور ولی اور گواہان ونکاح خواں نکاح ثانی کے واسطے حکم شرعی کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

ناتا دینا عرف میں منگنی کرنے کو کہتے ہیں اور منگنی نکاح نہیں۔ اس صورت میں جب تک عقد نکاح نہ ہو والد دختر دوسری جگہ اُس کا نکاح کرسکتا ہے اور نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام نہیں اور اگر کہیں کہ عرف میں ناتا کرنا نکاح کردینے کو بھی کہتے ہیں تو وہاں دیکھا جائے گا کہ وہ مجلس جس میں یہ الفاظ ادا ہوئے عقد نکاح کے لیے تھی یا منگنی کے لیے۔ اگر منگنی کے لیے تھی تو وہی حکم ہے کہ نکاح نہ ہوا اور والد دختر کو اختیار ہے۔ اور اگر نکاح کے لیے تھی اور حاضرین میں سے کم از کم دو شخصوں نے کہ اس نکاح کے گواہ ہو سکتے ہوں وہ ایجاب وقبول سنے اور سمجھے کہ یہ نکاح ہو رہا ہے تو یہ نکاح ہوگیا۔ اب دوسری جگہ اُس کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ والد دختر اور نکاح خواں اور گواہان نکاح ثانی جن جن کو معلوم تھا کہ اس کا نکاح پہلے ہوچکا

ہے سب مبتلائے حرام ہوں گے درمختار میں ہے ھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح فنکاح وان کان للوعد فوعد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مسئولہ سید عبدالکریم صاحب قادری رضوی ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب قبلہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامت برکاتہم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شریف زادہ نے ایک عورت کو جو قوم کی چماری تھی مسلمان باقاعدہ کیا اور اس سے نکاح کیا اور اپنے مکان میں لے گیا۔ جب اہل برادری کو معلوم ہوا کہ اس نے خاندان قادریہ اور سادات کے بٹا لگا دیا کہ چماری کو مسلمان کر کے نکاح پڑھ لیا اور پردہ میں بٹھا لیا وہ عورت دو سال سے بیوہ تھی تمام اہل برادری اور تمام مسلمانوں اور ہندوؤں نے اس عورت کو بے پردہ کیا اور بے عزتی کی اور غیر محرموں نے مار پیٹ بھی کی۔ اور اسے تھانہ میں پہنچا دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس عورت نومسلمہ کے ساتھ ایسا کرنے کی اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت دیتے ہیں یا نہیں اور جو لوگ اس میں شریک ہوئے۔ وہ کس گناہ کے مرتکب ہیں یا جس نے مسلمان کر کے اسے اپنے نکاح میں لایا وہ گنہگار ہے اور اس سے ترک موالات کرنا برادری سے خارج کرنا اس کا حقہ پانی بند کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور وہ عورت کفو میں کب آسکتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

مسلمان کرنا باعث اجر عظیم ہے اور اُس سے نکاح کر کے پردہ میں بٹھانا بھی کار خیر ہے اور اس بنا پر اُسے برادری سے خارج کرنا ظلم ہے اور مسئلہ عورت کے ساتھ جو زیادتی اور مار پیٹ اور بے پردگی کی گئی سب حرام اور سخت حرام اور ظلم شدید تھی۔ ایسا کرنے والے حق العبد میں گرفتار ہیں اور اللہ و رسول ان سے ناراض و بیزار ہیں جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بالغ مرد[۱] کے لیے کفاءت کچھ شرط نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱ از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاک خانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدعی کے تین شاہد شہادت دیتے ہیں کہ والد دختر نابالغہ نے سفر سے ایک خط اپنے بھائی کو لکھا کہ میری دختر نابالغہ فرحان بی بی کا ناتا یا نکاح جس جگہ تمہاری مرضی ہو کر دو ہم

---

[۱] مسئلہ بالغ مرد کے لیے کفاءت شرط نہیں۔

لوگ اُس کاغذ کے سامعین ہیں۔ بعدہٗ اُس وکیل والد کے ایک لڑکے نابالغ مسمے کنٹر کہ جس کا کوئی عصبہ زندہ نہیں ہے کنایہ نکاح کے طور پر کر دیا تھا اور لڑکے معلوم کی طرف سے اُس کے ماموں نے اُس کے لیے قبول کر لیا ہے اور ہم نے یہ نکاح ہی سمجھا ہے یہ تقریر شاہدین مدعی کی بتمامہ ہے اب والد دختر معلومہ کا سفر سے بالکل منکر ہے اور گواہ اُس کے بھی منکر ہیں تقریر بالا سے یا کہتے ہیں کہ ناتا ہوا ہے نہ نکاح حالانکہ وکیل فوت ہو گیا ہے اور کاغذ بھی ہو گیا ہے بینوا توجروا۔

قیمت کاغذ دی جائے گی۔

الجواب:

بات صاف لکھیے ایجاب کس نے کیا۔ قبول کس نے کیا۔ ایجاب کے کیا لفظ تھے قبول کے کیا لفظ تھے لڑکی کا چچا جس کو اُس کے باپ نے وکیل کیا تھا اُس نے خود پڑھایا تھا یا کسی سے پڑھوایا تھا یا کسی نے بطور خود پڑھا دیا تھا اور وہ وکیل والد اُس جلسے میں موجود تھا یا نہ تھا اور جب والد لڑکے کا موجود تھا تو لڑکے کی طرف سے ماموں نے کیوں قبول کیا والد پسر کے کہنے سے یا بطور خود اور والد پسر نے اس پر کیا کہا اور جب وہ الفاظ کنایہ تھے تو ان لوگوں نے کس قرینہ سے نکاح ہونا سمجھا اور دختر کا والد کس بات سے منکر ہے اس وکیل کرنے سے یا نکاح ہونے سے اور وہ خط ڈاک میں آیا تھا یا آدمی کے ہاتھ اور یہ جو مدعی کے تین گواہ ہیں ان کے سامنے پڑھا گیا یا ان کے سامنے والد دختر نے لکھا تھا اور یہ گواہ ثقہ پرہیزگار ہیں یا کیسے۔ ان سب باتوں کے مفصل جواب آنے پر جواب ہو سکے گا۔ قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ یہاں فتویٰ اللہ کے لیے دیا جاتا ہے بیچا نہیں جاتا آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھیے فقط۔

مسئلہ ۶۲ از راما تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاک خانہ جاتلی مرسلہ محمد جی صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

باپ نے برادر کو خط لکھا کہ میری دختر نابالغہ کا ناتا یا نکاح جہاں تمہاری مرضی ہو کر دو۔ مکتوب الیہ نے باجازت باپ کے ایک جگہ اُس نابالغہ کا نکاح کر دیا ایجاب کے لفظ یہ ہیں "دختر معلومہ فلاں لڑکے کو میں نے دی ہے" اور نابالغ لڑکے کی جانب سے قبول اس کے ماموں نے کیا ہے۔ اور تین گواہ کہتے ہیں کہ وہ خط ہم نے خود سُنا ہے کہ باپ نے برادر کو اجازت نکاح دختر نابالغہ معلومہ دی ہے اور ہم نے مجلس میں ذکر نکاح کا سُنا ہے اور نکاح کے وقت باپ سفر میں تھا اور خط بھی گُم ہو گیا ہے۔ اور بعد نکاح چند روز بعد مکتوب الیہ فوت ہو گیا۔ اب باپ سفر سے آیا ہے وہ کہتا ہے میں نے برادر کو کوئی اجازت نہیں دی اور اس کے گواہ بھی

کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل نہیں ہوئی۔ لیکن یہ گواہ باپ کے بہت فاسق ہیں اور تین گواہ جو بالا مذکور ہیں وہ فاسق نہیں ہیں۔

الجواب:

جبکہ باپ اُس خط کے لکھنے سے منکر ہے تو اُسے کسی شہادت کی حاجت نہیں شہادت اس کی ہونا چاہیے تھی کہ ہمارے سامنے اُس نے یہ خط لکھا اس پر کوئی شہادت نہیں گواہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خط سُنا یہ شہادت کچھ معتبر نہیں لہٰذا اجازت دینا ثابت نہیں باپ کے انکار سے وہ نکاح باطل ہوگیا۔ جبکہ وہ حلف سے کہدے کہ وہ خط میں نے نہ لکھا تھا نہ میں نے بھائی کو اجازت دی تھی۔ لان الخط یشبہ الخط ولا حجۃ الا البینۃ او الاقرار او النکول۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳ از بنارس محلہ پتر کندہ مرسلہ جناب مولٰنا مولوی عبدالحمید صاحب پانی پتی زیدکرمہ، ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

علمائے دین ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں:۔

(۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی سے ایجاب وقبول کرانے سے نکاح صحیح ہوتا ہے یا نہیں۔

(۲) یہاں دستور ہے کہ نکاح خواں نابالغ کے باپ یا کسی اور ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے ساتھ نابالغہ دُلہن کے پاس آتے ہیں اور اس کو پہلے کلمہ شہادت و آمنت باللہ پڑھا کر کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح بعوض عہ؎ مہر کے فلاں لڑکے مسمی فلاں سے ہوتا ہے تم نے قبول کیا کہو ہاں قبول کیا۔ اسی طرح تین بار کہلاتے ہیں۔ اس کے بعد نابالغ دولہا کے پاس آتے ہیں اور وہی سب کلمات پڑھا کر کہتے ہیں کہ فلاں کی لڑکی مسماۃ فلاں بعوض عہ؎ مہر کے تمہارے نکاح میں آتی ہے تم نے قبول کیا۔ کہو ہاں قبول کیا اسی طرح تین بار کہتے ہیں۔ غرض دونوں جانب قبولیت ہوتی ہے ایجاب کا پتہ نہیں شرعاً یہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور اس مجلس میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دلہن یا دولہا نابالغان کے وہ سب یا اور ولی موجود نہیں رہتے۔ بلکہ وہ اپنے اور کاموں میں مشغول رہتے ہیں اس طریقہ میں شرعاً جو خرابی اور نقص ہو اس کی تصریح فرمائیں۔ اور شرعاً جو طریقہ نکاح مسنون کا ہو ارشاد فرمائیں۔

(۳) اگر ولی خطبہ مسنونہ پڑھنے یا صرف ایجاب وقبول کرنے پر قادر ہو تو غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے

(۴) نکاح خواں کو اُجرت لینا اور دینا کیسا ہے۔

(۵) اگر اجرت نکاح اپنے مصرف میں نہ لائے بلکہ مسجد کے تیل اور چٹائی میں صرف کرے تو جائز ہے یا نہیں۔

(۶) نوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے واسطے اُس کے پھوپا یا بہنوئی کو بُلاتے ہیں جب تک یہ نہیں آتے دوسرا پگڑی نہیں رکھ سکتا جب یہ آتے ہیں تو بغیر دس پانچ روپے لیے نہیں رکھتے جب کم ہوتا ہے تو لینے پر انکار اور زیادتی پر اصرار کرتے ہیں جب حسب مرضی پا لیتے ہیں تو رکھ دیتے ہیں اور پھوپا یا داماد قبل لینے کے رکھ دیتے ہیں اس کے بعد جو ملا لے لیا اور بعض کچھ اصرار کر کے اور زیادہ لیتے ہیں۔ آیا شرعًا یہ لینا دینا کیسا ہے۔ اور اس کو ضروری حق سمجھنا اور اس پر اہتمام و اصرار کرنا کیسا ہے۔

(۷) شرعًا ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اُس کی مدت کے روز تک ہے۔

(الف) پہلے دعوت کرنا پھر بارات اور رخصتی کر کے دلہن لانا یہ ولیمہ ہے یا نہیں۔

(ب) نابالغ کی رخصتی کے بعد چونکہ زفاف نہیں ہوتا تو بعد دُلہن لانے کے دعوت کرنا ولیمہ مسنون ہے یا نہیں۔

(ج) اگر ولیمہ بارادہ ادائے سنت نہ کرے بلکہ بخیال نام آوری و برادری سے سرخروئی مقصود ہو اور یہ کہتا رہے کہ چونکہ دس دفعہ بھائی لوگ کے یہاں کھا آئے ہیں لہٰذا برادری کو کھلانا ضرور ہے چاہے ہمارے پاس ہو یا نہ ہو یہ دعوت کیسی ہے اور مستطیع غیر مستطیع دونوں کا حکم فرمائیے۔

الجواب:

(۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی جن کا تلفظ کلام سمجھا جائے اور وہ الفاظ و معنی کا قصد کر سکیں ان کا ایجاب و قبول خود ہو یا دوسرے کی تلقین سے صحیح ہے پھر اگر باجازت ولی ہے نافذ بھی ہے ورنہ اجازت ولی پر موقوف جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس کا جواب جواب سوال اوّل میں آگیا۔ اور ان عقود میں جو کلام پہلے ہے وہ ایجاب ہے اگرچہ بلفظ قبول ہو اور جو بعد کو ہو وہ قبول اور جب باذن ولی ہو تو ولی کا وہاں موجود ہونا ضرور نہیں اور بلا اذن ہو تو اُس کی اجازت پر موقوف رہے گا اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولیا خود ایجاب و قبول کریں یا ان کی اجازت سے اُن کے وکیل نابالغوں سے کہلوانے کی کوئی حاجت نہیں۔

(۳) کوئی حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جب جائز ہے تو مسجد میں دینا اور بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶)۔ یہ ایک مخترع رسم ہے اسے ضروری سمجھنا ناجائز اور اگر اصرار حدِ ناگواری تک ہو تو حرام ورنہ آپس کے معاملات ہیں۔ جن پر شرع سے منع وارد نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷)۔ شب زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں یونہی بعد رخصت قبل زفاف اور ریا و ناموری کے قصد سے جو کچھ ہو حرام ہے اور جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اُتارنے کی نیت میں حرج نہیں اگرچہ ابتداءً یہ نیت محمود نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۵ از سلطان پورہ بکر اسٹیٹ مسئولہ مرتضیٰ خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۱۷۔ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قاضی ہے مگر وکالت کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب:

وکالت کا پیشہ جس طرح آج کل رائج ہے۔ شرعاً حرام ہے، ایسے شخص کو قاضی کرنے کی اجازت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶ از سلطان پور (اودھ) محلہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبدالحمید و عبدالغنی صاحبان ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے پسر بکر سے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بموجودگی خود کیا اور ہندہ کئی بار اپنی سسرال بھی گئی پھر مخاصمت کی وجہ سے رخصتی تین سال سے بند کر دی ہندہ اپنے والد زید کی وجہ سے مجبور ہے اب زید نے ایک دعویٰ فسخ نکاح کا اپنی لڑکی کے نام سے دائر کیا ہے کہ میرا نکاح نابالغی کی حالت میں ہُوا۔ زید کا بیان ہے کہ لڑکی کا نکاح میری عدم موجودگی میں ہوا ہے۔ کیونکہ میں شادی کا سامان مہیا کرنے کسی ضرورت سے ہفتہ عشرہ کے لیے کسی دوسرے شہر کو چلا گیا تھا۔ بی بی نے میری بے اجازت نکاح کر دیا۔ اس پر کچہری میں زید نیز اہل محلہ نے حلف اُٹھایا حالانکہ دعویٰ اس بناء پر خارج ہو گیا کہ بکر کے وکلا نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ زید خود موجود تھا اور زید کی اجازت سے قاضی نے نکاح پڑھایا۔ لہٰذا زید معین زید کا شرعاً کیا حکم ہے اور ایسے جھوٹے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا۔

الجواب:

حدیث میں ہے:۔

لا تزول قدما شاهد زور حتى يوجب الله له جهنم

جھوٹا گواہ وہاں سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم واجب کر دیتا ہے۔

گواہوں کا تو یہ حال ہے اور زید پر ان سب کے برابر وبال ہے کہ وہی ان کو جھوٹی شہادت پر باعث ہوا۔ پھر

انہوں نے عورت کو شوہر سے جدا کرنا اور منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا چاہا یہ دوسرا کبیرہ ہے۔ غرض یہ سب لوگ فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷ مسئولہ سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کسگران۔

جو شخص وہابیہ سے میل جول اور باہمی شادی بیاہ رکھتا ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ وہابی ہے اُس کے یہاں شادی بیاہ کر سکتے ہیں جبکہ یہ معلوم ہے کہ وہابیہ سے اس کا میل جول ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

وہابیہ سے میل جول رکھنے والا یا ضرور وہابی ہے کہ وہابیہ کو گمراہ بددین نہیں جانتا تو خود گمراہ بددین ہے اور اس کے ساتھ مناکحت ہو ہی نہیں سکتی اور اگر ان کو گمراہ بددین جانتا اور کہتا ہے پھر بھی اُن سے میل جول رکھتا ہے تو سخت فاسق بیباک ہے اُس کی مناکحت سے احتراز چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۸ از موضع میر کلی پور ڈاک خانہ لاہر پور ضلع سیتاپور مسئولہ محمد حسین صاحب طالب علم ۱۱۔ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک شادی کا پیام دیا اور اُس میں یہ اظہار کیا کہ لڑکا لہر پور کا ہے وہ لڑکا قصبہ ہرگام پور کا نکلا مزید بریں نوشہ کے تعین علم میں اختلاف رہا۔ لڑکی تو یہ کہتی ہے کہ میرا نکاح عبدالرحمن بن کلو کے ساتھ پڑھا گیا اور قاضی کا بھی یہی قول ہے۔ مگر لعل محمد بن منوں بتلاتے ہیں اور وکیل لعل محمد بن کلو کا مدعی ہے اور وہ لڑکا جو نوشہ بن کر آیا تھا وہ دراصل ہرگام کا تھا اور اس کا نام لعل محمد بن منوں تھا۔ اس صورت میں نکاح کس کے ساتھ ہوا اور اس میں شرعی کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

رائج یوں ہے کہ عورت یا اس کے ولی سے اذن لے کر دولہا سے خطاب کرتے ہیں کہ فلاں کی فلاں لڑکی اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دی وہ کہتا ہے میں نے قبول کی اس صورت میں جس سے خطاب کیا گیا اور اس نے قبول کیا اسی کے ساتھ نکاح ہوا کہیں کا رہنے والا ہو اور اُس کا کچھ بھی نام ہو پھر اگر بالغہ عورت یا نابالغہ کے ولی نے اُسی کے لیے اجازت دی تھی جب تو یہ نکاح نافذ ہو گیا اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو ورنہ فضولی کا نکاح ہوا عورت یا اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا۔ اگر جائز کیا جائے جائز ہو گیا رد کیا جائے باطل ہو گیا یہ تو نکاح

ہونے نہ ہونے کا حکم ہے۔ رہا یہ کہ نکاح ہوا اور مرد نے دعویٰ کیا کہ میرے ساتھ اس کا نکاح ہوا اور اُس عورت کے وکیل اور گواہوں کے بیان میں اختلاف ہوا کسی نے کسی کے ساتھ نکاح ہونا بیان کیا۔ دوسرے نے کسی کے ساتھ۔ اگر دو گواہ شرعی عادل قابل قبول دعویٔ مدعی کے مطابق گواہی دیدیں گے دعویٰ ڈگری کردیا جائے گا عورت و وکیل کچھ کہا کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۹ از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص کہتا ہے کہ میری اپنی عورت کے ساتھ تن بخشی ہے آیا شرعاً تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

تن بخشی پر قناعت صریح زنا ہے اور اگر اُسے حلال جانے تو کافر انما کان ذٰلک من خصائص صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تعالیٰ خالصا لک من دون المؤمنین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرا مسئلہ:۔

ایک شخص نے دعائے خیر جلسہ عام میں کدی کہ میں نے لڑکی اپنی اس شخص مثلاً زید کو دی بعدہٗ وہ یعنی باپ لڑکی کا مرگیا۔ اس کے وارثان نے اس لڑکی کا عقد دوسرے شخص کو کردیا آیا دعاء خیر جائز ہے یا وارثان کا نکاح جائز ہے۔

الجواب:

دعائے خیر سے اگر و عادۃ سمجھا تا ہے تو وارثوں نے جو یہ نکاح کیا جائز ہے اور اگر اُسی وقت نکاح کردینا مقصود ہوتا ہے اور زید نے اُسی جلسہ میں قبول کیا اور دو گواہوں نے معاً سُنا اور نکاح ہونا سمجھا تو نکاح ہوگیا تھا۔ دوسرا نکاح باطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۰ از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاک خانہ جاتلی مسئولہ تاج محمود صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید کے بارے میں تین افراد شہادت دیتے ہیں کہ مدعی نے والد لڑکے کو بولا ہے کہ میں نے اپنی دختر نابالغہ فلانی تمہارے فلانے لڑکے کو دے دی ہے اس نے قبول لڑکے معلوم کے لیے کرلی ہے اور اُس مجلس میں نہ ذکر نکاح کا ہوا نہ خطبہ پڑھا یا گیا نہ ذکر مہر کا ہوا اس کے علاوہ مدعی علیہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ارادہ ناطہ کا کیا ہے نہ نکاح کا اب یہ نکاح ہوگا یا خطبہ یا ناطہ۔

(۲) قرینہ نکاح کا خطبہ اور ذکر مہر کا ہر دو ہو دیں گے یا فقط شہود نکاح کا فقط کافی ہوگا یا نیت والی دختر پر ہے

الجواب:

(۱) خطبہ پڑھا جانا یا ذکر مہر ہونا کچھ شرط نکاح نہیں وہ مجلس اگر عقد کے لیے تھی عقد ہوگیا اور اگر مجلس وعدہ تھی اور حاضرین نے اُس سے وعدہ ہی سمجھا تو وعدہ ہوا نکاح نہ ہوا۔ فی الدر المختار ان المجلس للوعد فوعد و للعقد فعقد واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نکاح بالفاظ صریحہ میں نیت شرط نہیں الفاظ ایجاب وقبول ہونا اور دو شاہدوں کا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے کافی ہے ذکر مہر نہ ضرور نہ قرینہ اور خطبہ اگرچہ ضرور نہیں مگر قرینہ نکاح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از پنڈ گھیپ ڈاک خانہ خاص ضلع اٹک مسئولہ مولوی غلام محی الدین امام و مدرس جامع مسجد ۲۰۔ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عاقلہ بالغہ بعض غیر تعلق داروں یا کہ ان ذوی الارحاموں (جن کا ولایت نکاح میں کوئی حق نہیں) کے ورغلانے بھکانے پر کچہری میں جا کر درخواست پیش کرے کہ میں جوان ہوں اور اپنے حسب منشاء نکاح کرنا چاہتی ہوں اور میرے والی مثلاً باپ یا کہ بھائی یا دیگر عصبوں سے مجھے رد کتے ہیں سرکار کو اطلاع دیتی ہوں کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں جہاں طبیعت ہو نکاح کرالوں والیوں کی رُکاوٹ مجھے نہ ہو اور کچہری گورنمنٹ اُسے اجازت دے دے اور وہ جہاں چاہے نکاح کرالیوے۔ والی خوش ہوں یا ناراض اگر اسی موقعہ پر ان ورغلانے والوں اور ذوالارحاموں کو کوئی مولوی لکھے۔ میاں یہ تمہارا نکاح اچھا نہ ہوگا باپ یا دیگر والی کو تم ضرور مجلس نکاح میں بلاؤ تو وہ کہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ جوانہ خود مختار ہے کسی والی کا کوئی ایک ذرہ تک تعلق نہیں ہم ابھی کرتے ہیں پھر جس مولوی نے توڑا تو دیکھا جائے گا مولوی کیا کرے گا جب کچہری نے اجازت دے دی۔

الجواب:

یہ حالت غالباً اس صورت میں ہوتی ہے کہ عورت جس سے نکاح کرنا چاہتی ہے وہ غیر کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم کہ اُس سے نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہو ایسا نہ ہو تو اس درجہ بے حیائی کیوں اختیار کرے اور اس صورت میں نکاح باطل محض ہے جب تک ولی پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت نہ دے در مختار میں ہے:۔

(ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار (للفتوی لفساد الزمان)
اولیاء پر لازم ہے کہ جب کفو پائیں تزویج میں جلدی کریں کہ ایسے وقائع ننگ و بے حیائی کا دروازہ نہ کھلے۔
حدیث میں ہے:۔ یا علی لا تؤخر ثلاثا۔ الصلوۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۳ شیخ سلامت اللہ قصبہ تلہر محلہ عمر پور ضلع شاہجہان پور۔ پارچہ فروش ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی کتنی عمر تک نکاح ناجائز ہوتا ہے اور کتنی عمر ہو تو جائز ہوتا ہے؟

الجواب:

نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں اگر اسی وقت کے پیدا ہوئے بچے کا نکاح اُس کا ولی کر دے گا نکاح ہو جائے گا۔ ہاں پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اذ لا ولایۃ للجنین لاحد کما فی غمز العیون واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۴ مسئولہ عبد العزیز صاحب از شہر محلہ گنگوئیاں ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام اس صورت سے پیدا ہوئیں کہ دونوں کے کولھوں کی ہڈیاں جڑی ہوئی تھیں اگر وہ ہڈی کاٹ دی جاتی تو ان کے مرجانے کا خوف تھا۔ اب دونوں جوان ہوئیں ان کی شادی کس طرح کی جا سکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

جھوٹ اور بے اصل بات قائم کر کے شریعت کو تکلیف دینی سخت بیہودگی ہوتی ہے کیا سائل اُن لڑکیوں کو پیش کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۱۷۵ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹۔ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بہ مضمون نکاح خوانی جائز ہے یا نہیں واجد علی خاں کی لڑکی نام اُس کا تم کو معلوم ہے بالعوض مہر مؤجل مبلغ دو سو روپیہ سکہ انگریزی کے بوکالت فلاں اور بشہادت فلاں فلاں علاوہ نان نفقہ کے بیچ عقد نکاح تمہارے کے دی گئی۔ تم کو قبول ہے قبول کیا میں نے۔

الجواب: جائز ہے جبکہ واجد علی خاں معروف ہو یعنی حاضرین سے دو گواہ پہچانیں کہ فلاں شخص ہے

ف۱ جنین پر کسی کی ولایت نہیں نہ اس کا نکاح ہو سکے۔

ورنہ اس کے باپ دادا کا بھی نام لیا جائے اور لوکالت فلاں وشہادت فلاں اور علاوہ نان نفقہ کے کہنا ایک زائد بات ہے جس کی حاجت نہیں اور روی گنتی کی جگہ دی میں نے کہے اور وہ کہے جو نابالغہ کا ولی یا ولی کا وکیل یا بالغہ کا وکیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۶ و ۷۷ مسئولہ جناب مولوی انوار الحق صاحب۔ تحصیل چونیاں۔ ضلع لاہور بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۰۔ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ۔

(۷۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ہندہ کے باپ کے چچا کا بیٹا جو ہندہ مذکور کا ولی تھا وہ چونیاں میں رہتا تھا۔ اور اُس کی والدہ نے اس مقام سے سات کوس کے فاصلہ پر ولی مذکور کی عدم موجودگی میں ہندہ کا نکاح پڑھا دیا۔ اب جب ولی مذکور نے اپنی ناراضگی ظاہر کی تو نکاح والدہ کی اجازت سے جو ہوا تھا وہ کس واسطے باطل ٹھہرا۔ حالاں کہ درمختار کی اختیار کردہ عبارت کے بعد لکھا تھا کہ:۔ واختار فی الملتقیٰ مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابه و اعتمد کا الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتویٰ علیه۔

اور صاحب بزازیہ نے اسی قول کو اقرب الی الفقہ کہا ہے اور ردالمختار میں ذخیرہ سے ہے کہ:۔ هو الاصح و فی البحر عن المجتبیٰ والمبسوط انه الاصح و فی النهایه واختاره اکثر المشایخ وصححه ابن الفضل۔ انتهیٰ۔

اتنی عبارتوں سے جب معلوم ہوتا ہے کہ ولی عصبہ اقرب کی غیبت میں ولی بعید کو نکاح پڑھانے کا اختیار ہے تو والدہ کا نکاح کیا ہُوا کس واسطے باطل کیا گیا فقط۔

(۷۷) مجلس خطبہ میں ناکح نے روبرو گواہان کے ہندہ کے باپ عمرو کو کہا کہ تو نے اپنی لڑکی بکر کے لڑکے زید کو دی اس نے کہا دی۔ پھر بکر کو کہا کہ تو نے عمر کی لڑکی ہندہ اپنے لڑکے زید کے واسطے قبول کی اس نے کہا قبول کی یا حضرت اس ایجاب اور قبول سے ہندہ کا نکاح ہوا یا کہ وعدہ ہُوا۔

الجواب:

(۷۶) فی الواقع اقوال اس میں مختلف ہیں اور تصحیحین بھی مختلف ہیں اور اصح التصحیحین یہی ہے جو درمختار میں ہے مگر درمختار کا یہ مطلب نہیں کہ سات کوس کے فاصلہ پر مالم ینتظر الکفو الخاطب صادق آجائے تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد و

عباد پر نظر رکن اعظم تفقہ ہے۔ اسی درمختار میں ہے من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل ہمارے
بلاد میں نکاح ابکار کی حالت معلوم ہے مہینوں پیام سلامت رہتے ہیں۔ اگر بیٹی والوں کی مرضی بھی ہو تو جلد
قبول کر دینے کو عیب جانتے ہیں یہ ان کے یہاں مثل دائر دسائر ہے کہ بیٹی کا معاملہ کچھ بازار کا سودا نہیں۔
ابھی نہ جوتیاں ٹوٹیں نہ چادریں پھٹیں ابھی سے اقبال کر دیا جائے اور ایسا تو کوئی بھی کفو خاطب نہیں کہ ولی
اقرب سات کوس پر بیٹھا ہے اور وہ اس سے اجازت لینے تک کا انتظار نہ کرے۔ ہاں یہ وہی کرے گا
جسے معلوم ہو گا کہ ولی اقرب اس پر رضا نہ دے گا۔ ایسی تعجیل معتبر کر لینے میں ولایت قرب کا ابطال اور حکم
شرع کا نقض ہے بلکہ عند الانصاف یہ روایت مفتے بہا تو روایت مسافت قصر سے بھی تنگ تر ہے ریل
نے مسافت قصر کو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت کر دیا کونسا خاطب ہے کہ اتنی دیر کا انتظار نہ کرے گا۔
وبقیۃ التفصیل فی فتاوی الفقیر واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷۷) اگر وہ مجلس وعدہ کی تھی اور وعدہ ہی مفہوم ہوا۔ تو وعدہ ہی ہوا نہ نکاح ورنہ نکاح قال ھل اعطیتنیھا
قال نعم ان المجلس للوعد فوعد ان للعقد فعقد درمختار اس کی بنا وہاں کے رواج وتفاہم عرف پر ہے۔
کما اشرنا الیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۸ مسئولہ لال محمد خیاط از پھپھوند ضلع اٹاوہ بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا۔
—— پھر اسی مرد نے اسی عورت کے ساتھ بحالت حمل نکاح کیا بعد نکاح اس کے ساتھ مباشرت کی اس صورت
میں نکاح رہا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر وہ عورت بے شوہر تھی یا شوہر مر گیا یا طلاق دے دی تھی اور یہ حمل شوہر کا شرعاً نہیں قرار پا سکتا تھا۔ یعنی اس
کی موت اور طلاق سے دو برس کے بعد بچہ ہوا تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہو گیا۔ پھر اگر وہ حمل اسی زانی کا تھا
تو اسے بعد نکاح پاس جانا بھی جائز تھا اور دوسرے کا تھا تو نہیں۔ بہر حال اس مباشرت سے نکاح میں کوئی خلل
نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۹ از ضلع چھپرہ مسارن ڈاک خانہ حدائی باغ بازار موضع چکدارہ مسئولہ شاہ حبیب احمد صاحب
بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو مع دو شاہد کے وکیل معین چند اشخاص کے مقابلہ اجازت دی کہ میری لڑکی جو فلاں نام کی ہے اس کا نکاح ولید سے دس ہزار روپیہ اور دو دینار سُرخ پر کر دو۔ اب وکیل معین وقت ایجاب بجائے دس ہزار روپیہ کے دس ہزار درہم کا الفاظ زبان پر لایا شاہد نے روکا کہ درہم چھوڑ دو روپیہ کہو وکیل معین نے یہ کہا کہ درہم روپے کو کہتے ہیں اور دینار اشرفی۔ یہاں پر درہم و دینار دونوں جمع ہے۔ لہذا اہل زبان کے نزدیک مستعمل روپیہ و اشرفی ہے اس پر شاہدان و اہل مجالس تمام ساکت رہے اور وکیل معین نے بایں الفاظ ایجاب وقبول کرایا کہ بنت فلاں بعوض مہر دس ہزار درہم سکہ رائج الوقت اور دو دینار سرخ تمہاری زوجیت میں دیا تم نے قبول کیا تین مرتبہ ایجاب وقبول کرائے زبان سے کہہ دیا کہ تم کو کمی و بیشی کرنے کی مجاز و حق نہیں ہے درہم سے دس ہزار روپیہ میری مراد ہے اور سکہ کی دوسری قید ہے جو اس وقت کا روپیہ ہے جو رائج ہے۔ اگر اس کے خلاف وکیل معین کرے گا تو اس کے نزدیک نکاح باطل ہوگا۔ اب فریق ثانی دوسرے روز معہ نوشہ و ہم جلیس اُس کے و فریق اول میں یہ تقسیم ہے کہ کتاب دیکھی جاتی ہے، کہ لغت میں درہم کے معنے پیسہ ہے لہٰذا دو سو روپیہ سے بھی کم نکاح ہوا اور کوئی جہلا فریقین یہ کہتا ہے کہ نکاح باطل ہُوا بیان فرمائیے۔ اجر و ثواب پائیے فقط

الجواب:

نکاح صحیح ہوگیا اور دس ہزار روپیہ اور دو دینار مہر ہُوا۔ درہم پیسہ کو نہیں کہتے روپے ہی کو کہتے ہیں۔ ہاں اگر اُسے مطلق رکھتا تو درہم شرعی کا احتمال ہوتا جس کا وزن تین ماشے ایک رتی $\frac{1}{5}$ رتی کا ہے اب کہ اُس نے سکۂ رائج الوقت کہدیا احتمال قطع ہوگیا۔ اور یقیناً یہی روپیہ مراد رہا جو سوا گیارہ ماشہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از مقام سیپری علاقہ راجہ ضلع بریلی تحصیل آنولہ۔ تھانہ سرولی۔ روز چہار شنبہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ مسئولہ ننھے خاں صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت خواہ باہر کی پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کرے تو وہ جائز یا ناجائز اور بعد نکاح کے بے پردہ عورت باہر جاوے تو نکاح رہا یا نہیں یا اس فعل پر اس کو طلاق دیدے اور مہر ادا کر دے تو پھر کوئی حق اُس کا ذمہ زوج کے رہا یا نہیں اور نکاح میں ایجاب قبول باہم کرلے اور گواہ وکیل نہ ہو تو نکاح جائز یا ناجائز اگر بعد نکاح کے اُس عورت کا فعل ناجائز عرصہ ایک یا دو یوم کے معلوم ہو تو زوج اس کو طلاق دیدے اور مہر ادا کر دے تو طلاق ہو جاوے گی یا نہیں اور بر وقت نکاح

تعداد مہر کم از کم کتنی ہونی چاہیے۔

الجواب:

نکاح زن بے پردہ و بازاری سے بھی جائز ہے اور عورت کے بے پردہ نکلنے سے نکاح نہیں جاتا اور بعد طلاق مہر دینا لازم ہوتا ہے اور عدت تک کا نفقہ پھر عورت کا کوئی حق مرد پر نہیں رہتا نکاح میں وکیل کی ضرورت نہیں نہ خاص ایسے دو شخصوں کی ضرورت ہے جن کو گواہ سے نامزد کیا جائے ہاں یہ ضرور ہے کہ دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ (اور مسلمان عورت کے نکاح میں اُن دونوں تینوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے) معًا ایجاب و قبول سُنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے وہی لوگ شرعًا گواہ ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ گواہی کے لیے نامزد نہ کیے جائیں بغیر اس کے نکاح نہیں ہو سکتا طلاق اُسی دن دیں خواہ جب دیں واقع ہو جائے گی۔ مہر کم از کم دس درم بھر چاندی ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے بھر یا یہاں کے روپے سے دو روپے پونے تیرہ آنہ اور ایک پیسہ کے پانچویں حصہ کے برابر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۰ مسئولہ مولوی محمد اسماعیل صاحب محمود آبادی امام رسالہ پلٹن بریلی چھاؤنی، ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱) ماہ محرم الحرام و صفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں اگر ہے تو کیوں۔

(۲) زید کی لڑکی ربیبہ (لے پالک) کا نکاح زید کے سگے بھائی بکر سے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:

(۱) نکاح کسی مہینے میں منع نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۱ بروز شنبہ، ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

ایک عورت کا مرد فوت ہو گیا ہے۔ مگر اُس کی عدت پوری نہیں ہوئی اُس کا نکاح پڑھنا جائز ہے اگر کوئی پیش امام یا قاضی عدت کے اندر نکاح پڑھاوے تو وہ نکاح ہوگا یا نہیں؟ اور اس نکاح پڑھانے والے کے نکاح میں کچھ فساد ہوگا یا نہیں و یا اُس کا نکاح پڑھانے والے پیش امام کے لیے کچھ کفارہ آتا ہے یا نہیں اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ صورت دیگر یعنی پیش امام نے ایک عورت کا نکاح عدت کے اندر پڑھا دیا۔ اور پھر دوسرے روز اُس نے دو مسلمانوں کے روبرو اقرار کیا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی خدا کے لیے معاف کرو انہوں نے اس کو کہا کہ پیش امام صاحب آپ کا خود نکاح باطل ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ اچھا میں نکاح دوبارہ چوری سے

پڑھالوں گا۔ مگر برائے خدا مجھ کو اب معاف کرو آیندہ کو ایسا نہ کروں گا۔ مگر پھر اُس کو کسی دوسرے مولوی صاحب نے کہدیا کہ تم کہہ دو مجھ کو خبر نہ تھی میں نے بے خبری میں نکاح پڑھا دیا تو اُس کے لیے شرع شریف کا کیا حکم ہے تو ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور جس نے اس کو ایسا جھوٹ کہنا سکھلایا کہ تم کہہ دو کہ مجھ کو خبر نہ تھی تو اُس سکھانے والے کے واسطے کیا حکم ہے اور جو لوگ اس مجلس نکاح میں حاضر تھے، ان کا نکاح درست ہے یا کچھ خلل ہوا اور ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور ایسے نکاح پڑھانے والے کو کچھ کفارہ دینا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب:

عدت میں نکاح تو نکاح نکاح کا پیام دینا حرام ہے جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہُوا۔ مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اُس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا بہرحال اُس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں اور جو دانستہ شریک ہُوا۔ اگر حرام جان کر تو سخت گنہگار ہُوا۔ اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا اور جس شخص نے امام کو جھوٹ بولنے کی تعلیم دی وہ سخت گنہگار ہُوا اس پر توبہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳ مسئولہ نور احمد ٹھیکہ دار از مقام پیلی بھیت چندی ٹکڑہ پار روز سہ شنبہ ۱ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی۔ دو تین روز کے بعد دوسرے شخص نے نکاح کر لیا ابھی عدت گزری نہیں ہے آیا اس کا نکاح ہوا یا نہیں اگر نکاح نہیں ہوا تو تیس برس تک اُس نے حرام کیا اور حرام کا مرتکب ہوا اب ہم برادری والے اُس پر جرمانہ ڈالنا چاہتے ہیں شریعت اس میں اور کیا حکم لگاتی ہے اور ہم لوگ کون سے اُس کو سزا دیں۔ جو حکم شریعت کرے اُس کو ہم سزا دے دیں۔ آیا اُس کو برادری سے علیحدہ کر دیں یا کچھ لوگوں کو کھانا کھلوا دیں۔ اس کا حکم حضور جلد روانہ فرما دیجیے کیونکہ یہاں پر جھگڑا پڑا ہُوا ہے فقط۔

الجواب:

وہ نکاح نہیں ہوا حرام محض ہوا اُن مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جُدا ہو جائیں نہ ہوں تو برادری والے اُن

دونوں کو قطعًا برادری سے خارج کردیں۔ اُن سے بول چال میل جول نشست و برخاست سب یک لخت ترک کردیں اس کے سوا یہاں کیا سزا ہو سکتی ہے اور جبرًا کھانا ڈالنا جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳ مسئولہ عبداللطیف خاں دکاندار پیلی بھیت محلہ ڈوری لال بروز یکشنبہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ جس کا ایک لڑکا تھا اُس نے اپنا نکاح زید سے کیا اور جو لڑکا عورت بیوہ یعنی اب زوجہ زید اپنے ہمراہی لے کر آئی تھی اس کا نام بکر ہے۔ زوجہ زید فوت ہوگئی اور کوئی اولاد زید سے نہیں ہوئی اور نہ کوئی اولاد زید کی تھی۔ مذکور نے اپنا نکاح کسی عورت کے ساتھ کیا جب بکر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی بکر نے اپنی زوجہ کو نکال دیا اور طلاق دے دی بعد انقضائے مدت عدت کے زید نے اس کے ساتھ نکاح کیا آیا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:

جائز ہے وہ اس کی بہو نہیں کہ بکر اُس کا بیٹا نہیں اس کی زوجہ کا بیٹا ہے قال تعالیٰ و حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وقال تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴ از شاہجہان پور بروز شنبہ بتاریخ ۶۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ فی ہذہ الصورۃ ایہا العلماء الکرام۔ اول ہندہ کی نسبت اس کی رضا و رغبت سے زید کے ساتھ ہوئی پھر ہندہ کی والدہ نے اس کا نکاح بکر کے ساتھ ہندہ کو اطلاع دیے بغیر کردیا اور ہندہ سے یہ کہہ دیا کہ اگر تجھ سے کوئی نکاح کے متعلق دریافت کرے تو یہ کہہ دینا میری ماں کو اختیار ہے جب ہندہ کو اپنے نکاح کی اطلاع ہوئی جو بکر کے ساتھ کیا گیا تھا تو اس نے اس کو قبول نہیں کیا اور اپنی رضامندی سے اپنا نکاح زید کے ساتھ پڑھوالیا (اور اس لڑکی کے سوائے ماں اور بہنوں کے اور کوئی نہ تھا اور عمر لڑکی کی سترہ سال کی تھی) یعنی بالغ تھی۔ سوال یہ ہے ان صورتوں میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ صحیح ہوا یا زید کے فقط۔

الجواب:

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ ہندہ وقت نکاح بکر بالغہ تھی اور ماں نے بے اُس کی اجازت کے اُس کا نکاح کیا جس کی خبر پاکر اُس نے اسے قبول نہ کیا اور اپنا نکاح زید سے کرلیا تو نکاح بکر باطل محض ہوگیا اور اگر ہندہ کے کوئی مرد دادا پردادا کی اولاد کا کہ ولی نکاح ہو سکے نہیں یا زید جس سے ہندہ بالغہ نے برضائے خود نکاح کرلیا ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے وغیرہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ ہندہ کا اس سے نکاح ولی ہندہ کیلئے

باعث ننگ و عار ہو یا اگر وہ کفو نہیں تو ولی نے پیش از نکاح اُسے ایسا جانکر اُس سے نکاح ہندہ کی صریح اجازت دیدی تو ان صورتوں میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح اور لازم ہوگیا اور اگر زید مذکور کفو نہیں اور ہندہ کے ولی نے پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دی تو ہندہ کا نکاح زید سے بھی باطل محض ہُوا والمسائل کلها منصوص علیها فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵ از ڈاک خانہ سندیلہ حاجی۔ محلہ متھوا۔ ضلع ہردوئی مرسلہ محمد عبدالوکیل صاحب بروز شنبہ ۶۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ احد الفریقین سنی المذہب ہے اور دوسرا فریق شیعہ امامیہ طریق رکھتا ہے کیا ان دو اشخاص کے باہم عقد مناکحت شرعًا جائز ہے اور یہ کہ اُن سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

نکاح اصلا نہ ہوگا والمسئلۃ فی الھندیۃ وغیرھا وقد فصلناھا غیر مرۃ فی فتاوٰنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از گونار ریاست گوالیار مقصود علی گرداور بروز شنبہ بتاریخ ۶۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

بحضور واقفان طریقت وعالمان نکات شریعت پیشوائے دین احمدی ورہنمائے احکامات محمدی مدظلہ بعد آداب نیاز دست بستہ گزارش ہے کہ میں عقد تزویج سلطان احمد خاں میں عرصہ ایک سال کا ہُوا آئی۔ اُس کا بھائی سلیمان خاں ۷ ماہ تک میرے والدین کے پاس رہا۔ اُس کی بدچلنی واوباشی سے میرے والدین نے اُس سے کہا کہ چلن اپنا سنبھالو کاشس میں ایسا چلن تمہارا خیال کرتا اپنی عورت کو تمہارے سامنے کی آنے کی اجازت نہ دیتا اُس نے کہا میں ابھی جاؤں والد نے کہا جاؤ سلام وہ چلا گیا میری والدہ کو والد نے یہ حکم دیا کہ آج سے تم جس وقت اس کا مونھ دیکھوگی نکاح سے خارج سمجھنا۔ میرا شوہر اُس کو لایا میری والدہ نے پردہ کیا میرے شوہر نے مجھ سے کہا کہ میرے بھائی کو تمہارے والدین نے علیحدہ کیا۔ میں آج سے تم کو علیحدہ کرتا ہوں تمہارا مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں روتی ہوئی اندر آئی وہ چلے گئے صبح کو کریم خاں کو شوہر کے پاس بھیجا بلوایا تو کہا میں چھوڑ چکا اب کیا واسطہ اب اگر کعبہ بھی اُس طرف ہو تو سر نہ جھکاؤں گا۔ گواہوں کے روبرو کہہ دیا اُس دن سے قریب چھ ماہ کے منقضی ہوئے بالکل میں متروکہ پڑی رہی اب اس کی ہمشیر نے آکر اول یہ تجویز کیا کسی صورت سے گھر میں لاوے پھر کہا طلاق کا قصور ہوگیا ہے۔ اُس کی تجویز اس طرح کرلیں گے۔ کہ ہم اپنے دوسرے

بھائی سے نکاح کرا کر طلاق دلا کر پھر تیسرا نکاح پڑھا لیویں گے کسی کو کچھ معلوم نہ ہوگا یہ ہیں نے منظور نہیں کیا اور نوٹس زر مہر کا دیا نواب دعویٰ رخصت کا کرتا ہے لہٰذا دست بستہ ملتجی ہوں کہ میرا عقد سلطان احمد خاں سے قائم رہا یا ساقط ہوا زر مہر موجل کی میں حقدار ہوں یا نہیں ایام عدت میرے ختم ہو چکے یا باقی ہیں۔ میں شوہر سابقہ سے اب تعلق ازدواج سابقہ کا رکھوں تو جائز ہے یا نہیں عند اللہ جواب باصواب سے آگاہی بخشی جائے کہ جس سے دین محمدی کے احکام میں کوئی قصور اس عاصیہ سے نہ سرزد ہو اس کا اجر حضور کو اللہ تعالیٰ دے گا یہ ریاست ہندوستانی ہے کوئی اس قدر لیاقت نہیں رکھتا جو شرعاً حکم دے دلیسراج کا برتاؤ ہے۔

الجواب:

بیان مذکور اگر واقعی ہے تو عورت پر طلاق بائن ہو گئی اور نکاح سے نکل گئی اور تین طلاقیں نہ ہوئیں۔ کہ حلالہ کی حاجت ہو جس کے واسطے سلیمان خاں سے نکاح ہو کر طلاق لی جائے۔ زن و شوہر کی اگر ایک مکان تنہا میں ایک جائی ہو چکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہو گیا اور عورت پر روز طلاق سے تین حیض کی عدت لازم ہوئی تین حیض اگر شروع ہو کر ختم ہو گئے تو عدت سے نکل گئی ورنہ ابھی نہیں اور اگر ابھی صرف نکاح ہوا ہے۔ اور ایک مکان میں زن و شوہر کی تنہائی نہ ہوئی تو نصف مہر ساقط ہو گیا اور نصف واجب الادا اور عدت اصلاً نہیں اس طلاق کے بعد عورت اگر چاہے تو سلطان احمد خاں سے دوبارہ نکاح ہو سکتا تھا مگر وہ کلمہ جو اُس نے کہا کہ اگر اُدھر کعبہ بھی ہو تو سر نہ جھکاؤں گا۔ اسے علما نے کلمۂ کفر لکھا ہے[۱]۔ لہٰذا اگر وہ اب توبہ کرے اور تجدید اسلام تو اُس کا اُس سے نکاح ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۸۷] از جناب عثمان ایوب حاجی آدم جی حاجی یعقوب صاحبان۔ ضلع بلاسپور۔ سی۔ پی ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ۔

ماقولکم ایہا العلماء الحنفیون رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ اگر زید ایک جماعت کثیرہ کے روبرو بکر سے اُس کی دُختر کو مانگا اور کہا کہ میں آپ کی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں۔ اور بکر نے بھی بسمع و طاعت قبول کر لیا اور کپڑے و زیورات زید نے حاضر کیے اور بعد قبول و تقسیم شیرینی وغیرہ کے دختر کا بھیجنا بھجانا بھی خاطب کے یہاں برابر ہوتا رہا۔ درمیان میں کسی قدر شکر رنجی کے باعث بکر دختر موصوفہ کو دوسرے کے ساتھ نکاح

---

[۱] توہین کعبہ معظمہ کفر ہے۔

کرنے پر آمادہ ہے۔ پس سائل سوال کرتا ہے کہ صورت مذکورۃ الصدر میں ایقاع نکاح ہوا یا نہیں کیا صورت بالا میں بکر دختر موصوفہ کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے سکتا ہے یا نہیں بینوا بالدلیل و توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب:

جبکہ وہ جلسہ منگنی کا تھا نہ نکاح کا تو صرف اتنے الفاظ سے کہ سوال میں مذکور ہوئے۔ نکاح منعقد نہ ہوا اُسے دوسری جگہ نکاح کر دینے کا اختیار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸ از نظام علی خاں ولد امام علی خاں پرگنہ سہسوان۔ ضلع بدایوں بھوانی پور خورد ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

ایک شخص ہمارے یہاں موضع بھوانی پور خورد میں پیش امام تھا۔ اُس کی بیوی انتقال کر گئی اور اُس کی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا ہے جو کہ اس کی سوتیلی ساس تھی یعنی اس کی بیوی کی سگی ماں نہ تھی اب اس کی بابت ہم کو فتوےٰ کی ضرورت ہے حضور کو تکلیف دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کو خوب صحیح طور سے ہم کو آگاہ کیجئے گا۔ نکاح درست ہے کہ نادرست ہے۔ وہ کون سی آیت کلام پاک میں ہے کہ جس سے ناجائز ہے اور وہ کون سی آیت ہے کہ جس سے جائز ہے اور کون کون پارہ میں ہیں۔ اور کون کون رکوع میں ہیں۔

الجواب:

زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی قال اللہ تعالیٰ ان امھتھم الا الّٰئی ولدنھم وقال تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹ مسئولہ منشی محمد حسین صاحب جے پوری از شاہجہانپور ۲۳۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ بتوسط کنور جگندر پال سنگھ۔ بی۔اے۔ ایل ایل بی۔ ڈپٹی کلکٹر۔

کیا فرماتے ہیں اس میں کہ زید کی نانی دو بہنیں ہیں۔ اصلی نانی کی لڑکی تو زید کی اصلی خالہ ہوئی اس سے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن نانی کی دوسری بہن کی لڑکی سے جو زید کی رشتہ میں خالہ ہے زید کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰ از گیا فرحت باغ کوٹھی الیسری پرشاد سنگھ رئیس گیا مسئولہ مظہر الحق صاحب ۱۹ ار جمادی الاخریٰ ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اپنے حقیقی ساڑھو کی لڑکی سے عقد و مناکحت جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :

ساڑھو کی لڑکی اگر سالی کے بطن سے نہیں تو اس سے نکاح مطلقاً جائز ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اور اگر سالی سے ہے ۔ یعنی اپنی زوجہ کی بھانجی تو جب تک زوجہ اُس کے نکاح میں ہے اُس کی بھانجی سے نکاح حرام ہے ۔ ہاں عورت کو طلاق دیدے اور عدت گزر جائے یا عورت مرجائے اُس وقت اس کی بھانجی سے نکاح جائز ہوگا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۱ مسئولہ مولوی عزیز الحسن صاحب قادری رضوی برکاتی ۔ پھپھوند ضلع اٹاوہ بتاریخ ۳ ۔ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ نبوی ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے جماع بین الاختین کیا اور اولاد ان دونوں سے ہیں ۔ پس از روئے شرع اقدس یہ اولادیں اور بیویاں جائز قرار پائیں گی یا نہیں اور پاتے ترکہ زید کی مستحق ہوں گی یا نہیں بینوا توجروا ۔

الجواب :

اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا دونوں حرام ۔ اور اگر آگے پیچھے کیا تو پہلی کا نکاح بے خلل دوسری کا حرام ۔ پھر جب دوسری سے قربت کی پہلی سے قربت بھی حرام ہوگئی ۔ جب تک اُسے جدا کر کے عدت نہ گزر جائے ، اولادیں بہرحال ولدالحرام ہیں ۔ جیسے وہ نطفہ جو حالت حیض میں ٹھہرا گر ولدالزنا نہیں ۔ زید کا ترکہ ان سب اولاد کو ملے گا ۔ ہاں دونوں سے معاً نکاح کیا تو دونوں زوجہ ورنہ پچھلی ترکہ نہ پائے گی ۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ دونوں سے نکاح کیا ہو اور اگر زوجہ نکاح میں ہے اور سالی سے زنا کیا تو زوجہ سے قربت بھی حرام نہ ہوگی ۔ نہ اُس کی اولاد ولدالحرام ہوگی ۔ سالی سے جو بچے ہوں گے ولدالزنا ہوں گے اور زید کا ترکہ نہ پائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۹۲ مرسلہ میاں محمد غوث صاحب ضلع اٹک ڈاک خانہ خود ۔ بتاریخ ۵ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ ۔

عہ یعنی اگر ایک ساتھ نکاح کیا ہو یا آگے پیچھے مگر سب اولاد جمع ہوئی ہو ورنہ وہ اولاد جو دوسری کے نکاح اور قربت سے پہلے ہوئی ولدالحرام نہیں ۱۲ مصطفٰے رضا قادری غفرلہ ۔

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لا تنکح المرأۃ علی عمتھا والمرأۃ علی خالتھا. نسائی وغیرہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

صریح نص سے پایا جاتا ہے۔ احل لکم ما وراء ذلکم۔ الآیۃ توحل ثابت ہوگئی اور حدیث میں کلامی نسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی۔ تو تطبیق کی کچھ حاجت نہ رہی جب ناسخ ٹھہری تو حرمت اُٹھ گئی حل پر حکم پایا گیا۔

الجواب:

لا تنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا حدیث صحیح مشہور ہے مع ہذا وہ مخالف قرآن نہیں بلکہ آیہ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے علاوہ بریں کریمہ واحل لکم ما وراء ذٰلکم عام مخصوص منہ البعض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تنکح المشرکت حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم حدیث[1] کلامی لا ینسخ کلام اللہ محض بے اصل ہے خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا بے فکرا اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے ہم نہیں جانتے۔ جو قرآن میں حلال پائیں گے اسے حلال کہیں گے اور جو قرآن میں حرام پائیں گے اُسے حرام کہیں گے الا وانی اوتیت القرآن ومثلہ معہ سن لو میں قرآن دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اُس کا مثل اور:۔

الا وان ما حرم رسول اللہ	سنو بے شک جسے رسول اللہ نے حرام کیا وہ ایسا ہی حرام ہے
مثل ما حرم اللہ۔	جسے اللہ نے حرام کیا۔

خود رب العزۃ تبارک وتعالیٰ قرآن عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے:

ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ۔	کافر حرام نہیں جانتے اُن چیزوں کو جنہیں اللہ اور اللہ کے رسول نے حرام کیا۔

اور مسلمانوں سے فرماتا ہے:

ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما	جو کچھ رسول تم کو عطا فرمائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں

[1] حدیث کلامی لاینسخ کلام اللہ بے اصل ہے۔

نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا باز رہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳ مرسلہ عنایت اللہ خانصاحب موضع سسونہ ضلع رامپور، رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغ کے والدین نے اپنی برادری میں ایک لڑکے نابالغ سے نسبت یعنی منگنی کردی۔ کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کا باپ فوت ہوگیا اُس کی ماں نے بوجہ تنگی معاش بلا نکاح اُس لڑکے نابالغ کے باپ کو بلاکر رخصت کردیا۔ جس کے ساتھ نسبت ہوچکی ہے اُس نے اپنے مکان پر لے جاکر نکاح اپنے پسر نابالغ کے ساتھ پڑھوالیا اب کچھ عرصہ کے بعد اُس کی ماں لڑکی کو رخصت کرالائی اور دوسری جگہ نکاح کردیا۔ جس کو اب پانچ یا چھ سال ہوچکے اب وہ شخص جس سے پہلے نکاح ہُوا تھا دعویدار ہے کہ میرے ساتھ رخصت کرائی جاوے میری منکوحہ ہے۔ ماں لڑکی کی پہلے نکاح سے انکار کرتی ہے اور لڑکی بھی پہلے نکاح سے بے خبری بیان کرتی ہے۔ رخصت کرنے کا اور اُس کی منگنی کا ماں اقرار کرتی ہے جس سے اُس وقت اجازت نکاح قرینہ سے پائی جاتی ہے گو کہ اب انکار کرتی ہے لہٰذا ایسی صورت میں بموجب شرع شریف جو حکم ہو صادر فرمائیے کہ نکاح اوّل کا صحیح رہا یا دوسرے کا کیونکہ بموجودگی ولی صرف رخصت کردینا اجازت نکاح ولی کی جانب سے کسی فضولی کو نکاح کرنے کے لیے کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ وہ نکاح یعنی نابالغی میں ہُوا تھا اور دوسرا نکاح بالغ ہونے پر اُس پر عورت بھی راضی ہے۔

الجواب:

جس نابالغ کا کوئی عصبہ ہو یعنی اُس کے دادا پردادا کی اولاد کا قریب تر مرد ہو وہ اُس کے نکاح کا ولی ہے اُس کے ہوتے ماں کو بھی اختیار نہیں وہ نکاح کہ لڑکے کے باپ نے پڑھوالیا اجازت ولی پر موقوف تھا عصبہ ہو تو وہ ورنہ ماں اگر ولی کی اجازت ہوگئی تھی اور لڑکا اس کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے نکاح ولی کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو پہلا نکاح صحیح ہوگیا اور دوسرا باطل ہے ورنہ دوسرا صحیح ہوگیا اور پہلا باطل ہے۔ لان البات اذا طرء علی موقوف ابطلہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴ مرسلہ عبدالسلام صاحب پوسٹ ماسٹر ڈاکخانہ دوسہ راج جے پور ۹ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین صور ہائے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لڑکی کے برس کی عمر میں بالغ شمار ہوتی ہے اگر بالغہ برضائے خود کسی کے ساتھ نکاح کرے۔ تو وہ نکاح شرعًا درست ہے یا نہیں۔

(۲) زید نابالغ العمر ۱۱ سال جو ہندہ اور خالد کے حقیقی تایا کا لڑکا ہے وہ بولایت بکر کے جو زید کا چار پشت کے فاصلہ سے چچا ہوتا ہے۔ ہندہ بعمر ۱۸ سال اور حقیقی برادر ہندہ سے خالد بعمر ۱۵ سال کے ولایت کا بمقابلہ ہندہ و خالد کے حقیقی نانی کے مدعی ہے۔ شرعًا زید کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا نہیں یعنی ہندہ اور خالد کی ولایت اس صورت میں حقیقی نانی کو پہنچتی ہے۔ یا زید نابالغ تایا زاد بھائی کو یا بکر کو جو چار پشت کے فاصلہ سے چچا ہوتا ہے۔

الجواب:

(۱) لڑکی کم از کم نو برس میں اور زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے۔ اس بیچ میں جب آثار بلوغ ظاہر ہوں بالغہ ورنہ پندرہ سال پورے ہونے پر حکم بلوغ دیدیا جائے گا اگرچہ آثار بلوغ کچھ نہ ظاہر ہوں۔ بالغہ بے اذن ولی خود اپنا نکاح کر سکتی ہے مگر کفو میں یعنی جس سے نکاح کرے وہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں اس سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا اس کے ولی کے لیے باعث ننگ و عار ہو اگر غیر کفو سے برضائے خود نکاح کرے گی اور ولی رکھتا ہے اور اس نے پیش از نکاح غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت نہ دی تو نکاح اصلا نہ ہو گا۔ ہاں اگر کوئی ولی نہیں رکھتی یا ولی نے پیش از نکاح شوہر کو غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت دی تو اس سے بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔

(۲) خالد کی جبکہ عمر پندرہ سال کامل ہے تو وہ شرعًا بالغ ہے اور اپنے نفس کا خود ولی ہے کس ولی کا محتاج نہیں اور ہندہ کہ اٹھارہ سال عمر رکھتی ہے اس پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں کہ خود بالغہ ہے اور ولایت غیر مجبرہ اُس کے بھائی کو ہے اس کے ہوتے نانی یا بکر کوئی چیز نہیں اور زید نابالغ کو دوسرے کا ولی بنانا جنون ہے نابالغ کسی کا ولی نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ مرسلہ جناب ولی محمد صاحب بیتاب مدرس سررشتہ تعلیم ریاست ہلکر اندور بمبئی بازار۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک کمسن لڑکی کا نکاح اُس کے دادا نے ایک نہایت ہی کمسن لڑکے زید سے کر دیا۔ ہندہ اس وقت بالکل بالغہ ہے مگر زید نابالغ کم از کم پانچ برس

اس کی بلوغت کو درکار ہیں۔ ہندہ اور زید میں زن و شوہر کا تعلق ہونا کیا معنی بلکہ ہندہ کی آج تک اپنے میکہ سے رخصتی ہی نہیں ہوئی ہے۔ زید کے یہاں زید کے والد کی حین حیات سے جس کا انتقال یکایک ہوگیا۔ مشتبہ مگر اب تک نامعلوم کسی نہ کسی وجہ سے اس سانحہ کی خبر زید کے چچا تک کو نہ دی گئی تھی۔ ایک پردیسی نوجوان ملازم چلا آتا ہے زید کے والد مشتبہ جوانا مرگ کے بعد اس ملازم نے زید کے مکان میں وہ رسوخ حاصل کیا کہ ہر سیاہ سفید وہی کرتا ہے اور اس کے چوبیس گھنٹہ اس مکان میں رہنے سے جہاں کوئی دوسرا بالغ مرد بطور رکن خاندان کے نہیں رہتا ہے زید کے خاندان کو ایک زمانہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور درپردہ مورد اتہام ہے۔ زید کے چچا نے سانحہ مذکورہ بالا سے متعجب ہو کر اس ملازم کے گزشتہ چال چلن کی نسبت جو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ابتدا سے یہ ایک آوارہ چلن شخص ہے۔ حتیٰ کہ اس کے والدین نے بھی اس کو مکان سے نکال دیا تھا۔ اس کے بعد وہ عرصہ تک ناٹکوں میں ناچتا رہا گاتا بجاتا رہا۔ اس تحقیق کے بعد متاثر ہو کر زید کے چچا نے جو زید کا جائز طور سے سرپرست ہے زید کی والدہ سے درخواست کی کہ اس ملازم کو مکان سے علحدہ کردیا جاوے۔ مگر زید کی والدہ نے یہ جواب دیا کہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ چاہے کچھ بھی ہو۔ نہ ملازم مجھ سے نہ میں ملازم سے جدا ہوسکتی ہوں۔ ان تمام وقوعات سے ہندہ بخوبی واقف ہے۔ وہ سسرال جانے سے خود کی عصمت دری اور آبروریزی کے خوف کے علاوہ اپنی جان معرض خطرہ میں سمجھتی ہے۔ اس لیے سسرال ہرگز نہیں جانا چاہتی بلکہ اپنے خاندان کے حفظ آبرو کے لحاظ سے تفریق کے بعد دوسرا نکاح کرلینا چاہتی ہے اس صورت میں ہندہ کے لیے کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب :

ہندہ کا اگر باپ نہیں اور دادا نے نکاح کردیا اور ہندہ وقت نکاح نابالغہ تھی گو اب بالغہ ہے یا بالغہ تھی اُس سے اذن لے کر نکاح کیا یا بے اُس کی اجازت کے نکاح کیا مگر بعد وصول خبر اُس نے اجازت دی یا دادا آپ اذن لینے آیا تھا اور ہندہ نے سکوت کیا تو ان سب صورتوں میں نکاح منجانب ہندہ لازم ہوگیا اس کا فسخ ناممکن ہے تفریق ہو تو موت یا طلاق سے اور نابالغ کی طلاق باطل ہے نہ اُس کی طرف سے اُس کا کوئی ولی طلاق دے سکے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶ :

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۲ برس ہوئے کہ زید کا نکاح ہندہ سے

ہوا ۔ لیکن ہندہ نے بوقت نکاح زبان سے ایجاب نہیں کیا تھا نہ انکار کیا بلکہ سکوت اختیار کیا ۔ ایک دوسری عورت نے جو عروس کے پاس موجود تھی وکیل سے یہ کہہ دیا کہ ہندہ منظور کرتی ہے ۔ ہندہ کا بیان ہے کہ اُس وقت میں بالکل خالی الذہن تھی نہ میرے دل میں اقرار تھا نہ انکار کا خیال بلکہ دوسرے خیالات رنج وغم و نئی زندگی شروع ہونے کے تردّدات میں مبتلا تھی ۔ دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ نکاح شرعاً درست ہُوا یا نہیں ۔ اور اگر نہیں تو زید و ہندہ کو مواخذہ عقبےٰ سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے، بینوا توجروا ۔ مزید عرض ہے کہ جواب جلد مرحمت ہو ۔ کیونکہ ہندہ مواخذہ عقبےٰ کے خیال سے نہایت خائف و ترساں ہے فقط ۔

الجواب:

ہندہ سے اذن لینے کے لیے کون آیا تھا ۔ وہ سب سے قریب تر ہندہ کا ولی یا اُس ولی کا بھیجا ہُوا یا کون تھا ۔ ہندہ کی رخصت ہوئی یا نہیں قبل رخصت ہندہ کے کسی قول یا فعل سے اس نکاح کی خبر سُن کر اظہار رغبت یا نفرت ہوا یا نہیں ۔ ان تمام باتوں کی تفصیل پر جواب دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

جوابات امور مستفسرہ :

ہندہ کے والد کے چچازاد بھائی یعنی ہندہ کے رشتہ کے تایا اذن لینے گئے تھے ۔ یہ یاد نہیں کہ اُس وقت کس نے انہیں اس کام پر متعین کیا تھا ۔ بالعموم ایسے بزرگ خاندان جن سے لڑکی پردہ نہ کرتی ہو بھیجے جاتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ۔ ہندہ کا باپ اُس شہر میں موجود نہ تھا اس نے ہندہ کے ماموں کو اس نکاح کے مراسم و تقریبات ادا کرنے کے لیے بذریعہ خط مامور کیا تھا یہ کہا جا سکتا ہے ۔ اذن لینے کے لیے ہندہ کے ماموں ہی نے وکیل کو متعین کیا ہو گا در حقیقت یہ یاد نہیں ہے ۔ رخصت اس ہفتہ میں ہو گئی کوئی امر ہندہ کی رغبت و رضامندی کے خلاف نہ اُس وقت نہ آج تک بارہ ۱۲ برس گزرنے کے بعد تک کوئی امر ایسا ظہور پذیر نہ ہوا جس سے ہندہ کی نارضامندی ظاہر ہو بلکہ کمال اتحاد سے زن و شو بسر کرتے ہیں یہ سوال صرف ہندہ کے اس توہم کی بنا پر پیدا ہوا ہے کہ مبادا نکاح صحیح نہ ہوا ہو اور عند اللہ مواخذہ باقی رہے اس کا اطمینان مقصود ہے ۔

الجواب:

اگر صورت واقع یہ ہے تو اگرچہ از انجا کہ اذن لینے والا ولی اقرب نہ تھا ہندہ کا سکوت اذن نہ ٹھہرے اور وہ نکاح نکاح فضولی ہُوا اور ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا مگر جب کہ پیش از رخصت ہندہ

سے کوئی قول و فعل ایسا واقع نہ ہوا جس سے ہندہ کا اس نکاح سے ناراض ہونا سمجھا جاتا اور ہندہ برضا و رغبت رخصت ہوکر شوہر کے یہاں آئی تو وہ نکاح موقوف نافذ و تام ہوگیا۔ اس میں کوئی اندیشہ مواخذہ کا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷ و ۹۸ ازگونڈل کاٹھیاواڑ۔ مسئولہ جناب سیٹھ عبدالستار بن اسماعیل صاحب رضوی تاریخ ۱۷۔ رجب ۱۳۳۴ھ روز شنبہ۔

یہاں پر یہ رواج ہو چلا ہے کہ وقت نکاح وکیل کے ہمراہ دو گواہ نہیں جاتے ہیں اور قاضی وکیل کی وکالت اور حاضرین کی شہادت سے نکاح پڑھا دیتا ہے آیا یہ امر عند الشرع محمود ہے یا مردود نیز اس ترکیب سے مذہبی حنفی میں نکاح صحیح ہو جائے گا یا نہیں وکیل کو اپنے ساتھ دو گواہ کا رکھنا اور ان شاہدوں کو عورت کی اجازت سننا ضروری ہے یا نہیں اگر اس طرح نہ کرکے بطریق اُن مروجہ پر مدام عمل کرنے پر سب گنہ گار ہیں یا نہیں۔

الجواب:

وکیل کے ساتھ شاہدوں کی حاجت کچھ نہیں اگر واقع میں عورت نے وکیل کو اذن دیا اور اُس نے پڑھا دیا نکاح ہوگیا ہاں اگر عورت انکار کرے گی کہ میں نے اذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی حاجت ہوگی یہ تو کوئی غلطی نہیں۔ ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور نکاح پڑھاتا ہے دوسرا مذہب صحیح و ظاہر الروایۃ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کرسکتا۔ اس میں بہت دقتیں ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوے میں ہے لہذا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اُسی کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ نوشہ کا وقتِ نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب:

خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں سب ناجائز و حرام واللہ تعالیٰ اعلم

۳ ولیمہ شریف کا کھانا کھلانا شریعت مطہرہ کے کس حکم میں داخل ہے اس کا تارک کیسا ہے نیز جس شہر کے لوگوں میں سے کوئی بھی بعد نکاح ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ پہلے نکاح کے اول روز جس طرح کے رواج ہے کھلا دیتا ہو تو اُن سب لوگوں کے لیے شریعت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم شریف کیا ہے۔

الجواب:

ولیمہ بعد نکاح سنت ہے اُس میں صیغہ امر بھی وارد ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اولم ولو بشاۃ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی دنبہ یا اگرچہ ایک دنبہ دونوں معنے محتمل ہیں اور اول اظہر تارکان سنت ہیں مگر یہ سنن مستحبہ سے ہے تارک گناہگار نہ ہوگا اگر اُسے حق جانے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹ از ضلع ہزاری باغ ڈاک خانہ چترپور مقام چترپور۔ مسئولہ عبدالرب صاحب روز پنجشنبہ تاریخ ۲۲ رجب ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی نے بحالت شیرخوارگی اپنے بیٹے عمر کے اندر مدت رضاعت کے بکر کو دودھ پلایا بعدہ زید کی بی بی سے تین لڑکے مسمیان محمد سعید ومحمد فاضل ومحمد سلیم تولد ہوئے تو اب بکر کی لڑکی سے محمد سلیم جو برادر حقیقی عمر کا ہے نکاح جائز ہے یا نہیں بحوالہ و بدرج عبارات کتب معتبرہ حنفیہ ارشاد ہو۔

الجواب:

بکر کی لڑکی زوجہ زید کی اگلی پچھلی سب اولاد کی حقیقی بھتیجی ہے اور باہم مناکحت حرام قطعی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۰ مسئولہ جناب عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ۔ یک شنبہ ۹۔ شعبان ۱۳۳۴ھ۔

بعض لوگ اپنی لڑکیاں اس ملک میں ہزار دو ہزار روپیہ لے کر کفو یا غیر کفو سے نکاح کر دیتے ہیں اس میں بعض وقت عمر کا بھی خیال نہیں رکھتے۔ یعنی جو شخص زائد رقم دے اُس سے نکاح کر دیتے ہیں۔ آیا ایسی رقم کا لینا والدین کے حق میں مباح ہے یا نہیں۔ اگرچہ والدین غریب ہوں اور اس طرح پر رقم لے کر غیر کفو یا بڑی عمر والے کے ساتھ نکاح کر دینا درست ہے یا نہیں۔

الجواب:

مال کے سبب[۱] اپنی اولاد کا نکاح غیر کفو سے اُس کے حق میں بدخواہی ہے اور یہ روپیہ رشوت میں داخل ہے فتاویٰ خیریہ میں اس جزئیہ پر بحث فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۱ مسئولہ عابد خاں معرفت منشی خدابخش صاحب ٹھیکدار صدر بازار۔ بریلی۔ دوشنبہ

---

[۱] کچھ لے کر نکاح کر دینا رشوت ہے۔

۱۰ شعبان ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ زید بکر کا چچازاد بھائی ہے اور رضاعی بھی زید کے صرف ایک حقیقی چھوٹا بھائی ہے اور بکر کے ایک چھوٹا بھائی ہے اور ایک بہن جو کہ حقیقی ہیں اور بکر کی بہن دونوں بھائیوں سے چھوٹی ہے تو زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے جائز ہے یا نہیں چونکہ زید اور بکر دونوں آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔

الجواب:

بکر نے اگر زید کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید اور اُس کا بھائی بکر کے بھائی ہوئے نہ کہ خواہر بکر کے اور اگر بکر نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید خواہر بکر کا بھائی ہوا نہ کہ زید کا بھائی بہرحال زید کے بھائی اور بکر کی بہن میں نکاح جائز ہے لقولہم تحل اخت اخیہ رضاعًا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲ و ۱۰۳ مسئولہ عنایت حسین خاں محرر تھانہ دوسہ علاقہ ریاست جے پور ملک راجپوتانہ۔ ۱۲۔ شعبان ۱۳۳۴ھ۔

(۱) کیا نابالغ لڑکی برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔

(۲) بالغہ رضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو وہ نکاح درست ہے یا نہیں اور اگر ولی نے قبل از نکاح غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع کردیا ہو اور پھر بھی کسی طرح پوشیدہ یا زبردستی کسی غیر کفو کے ساتھ لڑکی نے نکاح کرلیا ہو تو اُس کے ولی کو اس نکاح کے تنسیخ کا اختیار ہے یا نہیں۔

الجواب:

(۱) ہرگز نہیں ہاں ولی کے اذن سے کرسکتی ہے جبکہ سمجھ وال ہو یا بطور خود کرے اور ولی بعد اطلاع اُسے جائز کرے تو جائز ہو جائے گا۔ رد کردے تو باطل ہو جائے گا در مختار میں ہے الولی شرط صحۃ نکاح صغیر الخ اقول[۱] الوجہ تقدیر النفاذ فان الموقوف من الصحیح غیر انہ اراد بالصحۃ النفاذ علی التبادر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) شرع میں غیر کفو وہ ہے کہ نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ عورت کا

---

[۱] تطفل ۷۱ علی الدر المختار

نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہو۔ ایسے شخص سے اگر بالغہ بطور خود نکاح کرے گی نکاح ہو گا ہی نہیں۔ اگرچہ نہ ولی نے منع کیا ہو نہ اس کے خلاف مرضی ہو یہ نکاح اس صورت میں جائز ہو سکے گا کہ ولی نے پیش از نکاح اس غیر کفو بمعنی مذکور کی حالت مذکورہ پر مطلع ہو کر دیدہ و دانستہ صراحۃً بالغہ کو اُس کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہو ان میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو بالغہ کا کیا ہُوا وہ نکاح باطل محض ہو گا۔ اور ولی کو اُس کے فسخ کرنے یا اُس کا فسخ چاہنے کی کیا حاجت کہ فسخ تو جب ہو کہ نکاح ہو لیا ہو، یہ تو سرے سے ہوا ہی نہیں درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ہاں عوام کے محاورہ میں غیر کفو اسے کہتے ہیں جو اپنا ہم قوم نہ ہو۔ مثلاً سید و شیخ یا شیخ اور پٹھان یا پٹھان اور مغل ایسا غیر کفو اگر اُس شرعی معنی پر غیر کفو نہ ہو تو بالغہ کا بے اذن ولی بلکہ بناراضی ولی اُس سے نکاح کر لینا جائز ہے اور ولی کو اُس پر کوئی حق اعتراض نہیں۔ درمختار میں ہے: نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ آگرہ چھاؤنی انجن گودام جی۔ آئی۔ پی ریلوے بابو محمد نیاز خاں اسٹورس کلرک۔ روز چہارشنبہ ۳۔ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ۔

جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بعد سلام سنت اسلام و محبت مشام آنکہ معلوم ہو کہ حضور کو میں تکلیف دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علما کیا فرماتے ہیں۔ میرے ایک عزیز کا عقد ایک مسماۃ کے ساتھ ہُوا اور اس مسماۃ کے والدین نے لڑکی کی رخصت ۵ ماہ کے بعد کی مگر اس درمیان میں ایک نقص مسماۃ کے بعد ۳ ماہ کے خفیہ ظاہر ہُوا ہے کہ مسماۃ کو سفید کوڑھ و برص کہتے ہیں وہ ہے۔ اور اس مسماۃ کے والدین سے دریافت کرنے پر اب ظاہر کیا ہے کہ کچھ شکم کا داغ ہے اول نکاح کے ظاہر نہ کیا۔ اگر مسماۃ کو رخصت کر کے نہ لایا جائے اپنے گھر پر تو وہ مہر کی مستحق ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور لڑکا اپنا خرچہ اُس کے والدین سے لے سکتا ہے یا نہیں فقط۔

الجواب:

نکاح صحیح و تام ہو گیا دو باتوں سے ایک فرض ہے یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا اچھی طرح چھوڑ دینا۔ اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی آدھا مہر ساقط ہو جائے گا نصف واجب الادا ہو گا۔ شادی[۱] میں جو اُٹھا دیا خرچ کر دیا اُس کا تاوان کسی پر نہیں ہاں جو زیور یا کپڑے چڑھاوے میں دیے ہوں اور عورت کو اُن کا مالک کر دینے

[۱] مسئلہ اگر کسی وجہ سے تفریق ہو جائے تو شادی کے مصارف کا تاوان نہیں لے سکتا۔

کی وہاں رسم نہ ہو یہ تملیک نہ سمجھی جاتی ہو نہ تملیک کی ہو تو ان اشیا کے واپس لینے کا شوہر کو اختیار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ از جبل پور پریس انجمن محمد یوسف۔ یک شنبہ ۱۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص حنفی المذہب نے اپنا نکاح قاضی شافعی المذہب یا اہل حدیث غیر مقلد سے بموجب قاعدہ احناف پڑھوایا پس اُس کا نکاح جائز ہوا یا نہیں اور بصورت ناجائز ہونے نکاح حسب خیال مؤلف فتح المبین تجدید نکاح کی ضرورت ہے بینوا توجروا۔

اگر کوئی واقعی شافعی المذہب ہے[ف] تو شافعیہ مثل ہمارے اہل سنت ہیں۔ اس میں تو کوئی حرج ہی نہیں جبکہ اس نے نکاح ایسے طور پر نہ پڑھایا ہو کہ وہ مذہب حنفی میں صحیح نہیں اور غیر مقلدین صرف تارک تقلید نہیں بلکہ اُن کا مذہب بہت عقائد کفریہ پر مشتمل ہے جس کی قدرے تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے نکاح پڑھوانا ایک تو بطور رسم ہوتا ہے جیسے نکاح خواں قاضی مقرر ہوتے ہیں یوں پڑھوایا اور اُس نے حنفی مذہب کے طور پر صحیح پڑھایا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور ایک نکاح پڑھوانا بطور تعظیم ہوتا ہے کہ اُس کو معظم اور متبرک سمجھ کر اُس سے پڑھواتے ہیں اگر یوں پڑھوایا اور اُس کو غیر مقلد نہ جانتا تھا کہ وہابیہ میں تقیہ بکثرت ہے تو یوں بھی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں جبکہ اس نے صحیح طور پر پڑھایا ہو اور اگر غیر مقلد جان کر اُسے معظم ومتبرک سمجھا اور اُس سے نکاح پڑھوایا تو نہ فقط تجدید نکاح بلکہ تجدید اسلام کی بھی حاجت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ از راجپوتانہ کوٹہ محلہ رام پورہ متصل مسجد مومناں عبدالصمد ملازم بینڈ باجہ دوشنبہ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد شافعی ہیں یا نہیں اور ہندہ بالغہ نو ماہ سے بیوہ ہے اور دو بچے بھی رکھتی ہے۔ اپنے والدین کی بلا رضامندی وعدم موجودگی کے برضامندی ورغبت خود بلا خوف وترغیب کے زید حنفی سے خود قاضی کے مکان پر جا کر بھراہی چند آدمی نکاح پڑھ لیا پھول وشیرینی ونئے کپڑے وغیرہ پہنے نہیں گئے۔ دو گواہ اور ایک وکیل اور قاضی نے ایجاب قبول ارکان

[ف] مسئلہ شافعی حنفی کا نکاح اگر مذہب حنفی کے طور پر پڑھا دے حرج نہیں غیر مقلد کو غیر مقلد جان کر اسے معظم وبزرگ مان کر اس سے نکاح پڑھوانے سے تجدید نکاح وتجدید اسلام لازم۔

نکاح پورے طور پر ادا کر دیے۔ کیا یہ نکاح ناجائز ہے اور بعد نکاح زید و ہندہ نے مثل زن و شوہر کے ہم بستری کی اور صرف تین دن ہندہ زید کے پاس رہی اور اب ہندہ نکاح سے منکرہ ہے اور اپنے بچاوے کے لیے کہتی ہے کہ غیر مقلد ہوں اور شافعی مذہب میں بغیر ولی کے نکاح ناجائز ہے اس کے برخلاف قاضی و دو گواہ و وکیل حلفیہ نکاح ہونا بیان کرتے ہیں قاضی حلف سے یہ بیان کرتا ہے کہ ہندہ نے نکاح کے پیشتر اس کے دریافت کرنے پر کہا تھا کہ میں سنت جماعت یعنی حنفی ہوں۔ اس کا یقین ہونے پر قاضی نے نکاح پڑھایا کیا ہندہ کا کہنا نکاح کے ناجوازی کے لیے صحیح ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہل بدعت و اہوا و اہل نار ہیں[1] طحطاوی علی الدر المختار میں ہے فمن کان خارجا من ھؤلاء الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار۔ ہندہ نے جس سے نکاح کیا اگر وہ ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے ہندہ کا نکاح اولیائے ہندہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو بے شک نکاح صحیح و لازم ہو گیا ہندہ کے انکار سے اب مٹ نہیں سکتا۔ اگرچہ[2] ہندہ واقع میں شافعیہ ہوتی خلاصہ و درمختار میں ہے اذا سئل ما قول الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ضلع پرتاپ گڑھ مانک پور ظہور حام چہارشنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۴ھ۔

زید محض غریب آدمی ہے جائداد وغیرہ کچھ نہیں رکھتا صرف پیشہ طبابت وغیرہ سے کام چلتا ہے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مہر سوا لاکھ روپے سے کم نہ ہو گا۔ عمرو جس کو لڑکی منسوب ہے وہ اُس سے بھی زیادہ غریب ہے غربت کی وجہ سے عمرو اس قدر دین منظور نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں محض غریب آدمی ہوں سوا لاکھ روپے میں نے کبھی دیکھا بھی نہیں ہے اس قدر مہر میں ہرگز قبول نہ کروں گا غرضکہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زیادتی اگرچہ غیر مستحسن ہے لیکن حیثیت کا کچھ لحاظ رکھنا ضروری ہے یا نہیں شارع علیہ السلام نے حیثیت زوج کا کچھ لحاظ کیا ہے۔ ایسی صورت میں کہ عمرو کی حیثیت سے کہیں زیادہ ہے نکاح سوا لاکھ مہر پر کیسا ہو گا۔ اور اگر ہو گیا تو حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ اگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہوئی تو زنا

ف۱ جو اس زمانہ میں حنفی شافعی مالکی حنبلی مذاہب اربعہ سے کسی ایک مذہب کا پابند نہیں وہ بدعتی و ناری ہے۔

ف۲ اگر بالغہ عورت شافعیہ کسی حنفی سے بے اجازت ولی نکاح کرے نکاح لازم ہو گا۔ اگرچہ امام شافعی کے مذہب میں بے ولی نکاح نہیں ہو سکتا۔

ہوگا اور لڑکے حرامی اُس کے خلاف ہوگا یا نہیں اور نکاح جائز ہوگا یا نہیں فقط۔

الجواب:

حیثیت کا لحاظ رکھنا مناسب ہے مگر نکاح ہر طرح ہو جائیگا اگرچہ نان شبینہ کے محتاج پر تمام خزاین دُنیا کے برابر مہر باندھا جائے مہر نکاح میں اصل نہیں ولہذا نفی مہر کے ساتھ بھی نکاح صحیح ہے مہر مثل لازم ہوگا اور جب رقم معین کر دی اگرچہ کسی قدر کثیر تو وہ ضرور ذمّہ پر لازم ہو گی۔ انسان اگرچہ بادشاہ ہفت اقلیم ہو اس کی حیثیت محدود ہے ذمہ کی وسعت محدود نہیں اگر محتاج محض ہو حدیث میں فرمایا المال غادورائح وہ کہ جنہیں روٹی نصیب نہ تھی آنکھوں دیکھتے والی ملک ہو گئے۔ البتہ[۱] یہ ضرور ہے کہ طرفین اُسے دین سمجھیں اور شوہر نیت ادا رکھے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض مفلس تھے نکاح کیا مہر کثیر کی درخواست کی گئی قبول فرما لی اور فرمایا:

عَلَی اللہِ وَعلی رسولہ المعلول[۲] — اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ ہے۔

یعنی وہ عطا فرما دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا خود قرآن عظیم فرماتا ہے:

ولو انّہم رضوا ما اٰتٰہم اللہ ورسُولہ[۳] — اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے اللہ ورسول کے دیے پر

وقالو حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ — اور کہتے اللہ ہمیں کافی ہے اب ہمیں دیتے ہیں اللہ ورسول

ورسولہ انا الی اللہ راغبون ۰ — اپنے فضل سے بے شک ہم اللہ ہی کی طرف رو ٹے نیاز لاتے ہیں۔

ایسی حالت میں کوئی الزام بھی نہیں بلکہ نکاح نیت صحیحہ اور حاجت صادقہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو حسب وعدہ صادقہ حدیث صحیح اللہ عزوجل اُس دین کا ضامن ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار خطبہ میں مغالات فی المہور یعنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنے پر انکار شدید فرمایا حاضرین میں سے ایک بی بی اُٹھیں آیۂ کریمہ واٰتیتم احدٰھن قنطارا۔ تلاوت کی جس میں سونے کا ڈھیر عورت کے مہر میں مقرر

---

[۱] مسئلہ مہر چاہے جتنا کثیر مقرر کریں اگرچہ شوہر مفلس ہو نکاح ہو جائے گا اور مہر لازم ہوگا مگر یہ ضرور ہے کہ زن و شوہر اُسے دین جانیں۔

[۲] صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دہابیہ ملاعنہ پہ شدید تازیانہ کہ اللہ اور اُس کے رسول پر بھروسہ ہے۔

[۳] سیف اللہ سے دہابی چیر توحیدیوں کی گردن اُڑ گئی۔ قرآن مجید نے فرمایا اللہ ورسول کے دیے پر فرقان حمید نے ارشاد کیا اب ہمیں دیتے ہیں اللہ ورسول اپنے فضل سے۔

کرنا جائز فرمایا گیا فوراً امیر المومنین نے انکار سے رجوع فرمائی اور بکمال تواضع فرمایا اَللّٰھم کل احد افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال ہاں یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو اگرچہ اس کی حیثیت سے کتنا ہی کم ہو اسی کو حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ حشر میں زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے یہ اس حدیث میں بھی نہیں کہ وہ شرعاً زانی و زانیہ ہیں اور اولاد حرامی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ از بریلی محلہ ذخیرہ چہار شنبہ ۱۳۳۴ھ ۲۲۔ شوال۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو آپس میں حقیقی بھائی ہیں زید کے لڑکے نے زوجہ عمرو کی چھاتی اتفاقیہ در آں حالیکہ وہ سو رہی تھی اور چار پانچ ماہ کی تو حاملہ بھی تھی۔ یعنی پہلا حمل تھا اپنے مونہہ میں لے لی۔ زوجہ عمرو کا بیان ہے کہ جس وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے لڑکے کو دیکھا کہ میری چھاتی اپنے مونہہ میں لیے ہوئے اس طرح مونہہ چلا رہا ہے جیسے بچے دودھ پیتے ہیں۔ یہ مجھ کو نہیں معلوم کہ میرے اس وقت دودھ تھا یا نہیں یا مجھ کو کوئی اثر دودھ کا معلوم ہوا یا نہیں۔ میں نے لڑکے کو فوراً اپنی چھاتی سے علیحدہ کر دیا اس واقعہ کو عرصہ قریباً سترہ ۱۷ اٹھارہ ۱۸ سال کا ہوا اس صورت میں از روئے شرع زید کے لڑکے مذکور کا عمرو کی کسی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں اور نیز یہ کہ یہ مدت قلیل حمل کی عورت حاملہ کے اُتر آنے دودھ کی ہے یا نہیں۔ زوجہ عمرو کی عمر اُس وقت ۱۴ سال اور زید کے لڑکے کی عمر ایک سال کی تھی بینوا توجروا۔

الجواب:

جب تک ف۱ دودھ کا کوئی قطرہ جوف میں جانا معلوم و ثابت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی درمختار میں ہے:

یثبت بہ ان علم وصولہ بجوفہ من فمہ او انفہ لاغیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیہ۔

دودھ ف۲ اُترنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں عورت کے مزاج کی قوت اور خون کی کثرت پر ہے۔ کبھی بعد ولادت پر بھی نہیں اُترتا اور کبھی کوآری کے اُتر آتا ہے۔ درمختار میں ہے الرضاع المص من ثدی اٰدمیۃ ولو بکرا

ف۱ مسئلہ ثبوت رضاعت کے لیے ضرورت ہے کہ جوف صبی میں دودھ کا قطرہ مونہ یا ناک کے راستے جانا معلوم ہو محض چھاتی دبانے سے ثابت نہ ہوگی۔

ف۲ مسئلہ دودھ اُترنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں قوت مزاج و کثرت خون سے کوآری کو دودھ اُتر سکتا ہے۔

یہ معاملہ عمر بھر کے حلال حرام اور اولاد کے حلالی اور حرامی ہونے کا ہے۔ عورت پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کردے اخفا نہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹ مسئولہ محمد اسحاق صاحب برمکان قادر بخش دفعدار محلہ شاگرد پیشہ ریاست جاورہ ملک مالوہ چہارشنبہ ۲۹ شوال ۱۳۳۴ھ۔

مخدوم و مکرم جناب مولٰنا مولوی مفتی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ التماس ہے کہ میں حضور عالی کو امور ذیل کے لیے تکلیف دیتا ہوں امید ہے کہ معاف فرماویں گے۔ مسماۃ ہندہ کا نکاح بعمر گیارہ سال سوتیلے والد کی اجازت سے زید کے ہمراہ ہوا بعد نکاح ہندہ چند یوم زید کے گھر رہ کر والدین کے گھر چلی آئی اور وہاں سے بغیر اجازت زید ہندہ والدین کے ہمراہ چالیس ۴۰ کوس دور جاکر سکونت اختیار کی اور قریباً ایک سال ہندہ کو اپنے والدین کے گھر رہتے ہوئے ہوگیا۔ زید نے اب آن کر رخصت زوجہ کا دعوےٰ کیا۔ چونکہ اب ہندہ تیرھویں سال میں ہے اور اپنا بالغہ ہونا کہتی ہے اور بوقت نکاح نابالغہ تھی نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے کہ میں نابالغہ تھی اور میرا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا میں فسخ کراؤں گی۔ ایسی صورت میں شرع شریف کیا حکم دیتا ہے۔

الجواب:

سائل کو چند امور کا جواب دینا چاہیے۔ اوّل ہندہ کا کوئی ولی ہے یا نہیں، مثلاً جوان بھائی یا چچا یا چچا کا بیٹا یا دادا یا پرداد کی اولاد میں کوئی مرد۔

(۲) اگر ہے تو وہ وقت پر موجود تھا یا نہ تھا، اگر تھا تو خبر نکاح سُن کر کچھ کہا یا نہیں اور اگر کہا تو کیا کہا۔

(۳) ہندہ کس مہینے اور وقت میں بالغہ ہوئی کیا گھنٹہ منٹ تھا۔

(۴) وہ کب سے دعوٰی فسخ کرتی ہے۔ اس کو کتنے دن ہوئے، کس مہینے تاریخ وقت میں اس دعوٰی کا لفظ مونہہ سے نکالا۔

(۵) جس سے نکاح ہوا وہ مذہب نسب چال چلن پیشہ میں موافق ہے یا کم و بیش ہے تو کیا اور کس قدر۔

(۶) ہندہ کا نکاح یا رخصت اُس کی ماں کی مرضی سے ہوئی یا بلا مرضی ان سوالوں کا جواب آنے پر جواب دیا جائے گا۔

جواب سوالات: - (۱) ہندہ کا کوئی ولی مرد جیسا ارشاد ہوا زندہ نہیں۔ ازدواج میں ماں ہندہ کی

حیات ہے۔

(۲) اس وقت کوئی زندہ نہ تھا۔

(۳) ہندہ یکم شوال ۱۳۳۴ھ روز سہ شنبہ کو بالغہ ہوئی بوقت ظہر قریب ڈھائی بجے کے گھڑی نہ تھی کہ منٹ دیکھے جاتے۔

(۴) بالغہ ہونے کے دن یعنی یکم شوال ۱۳۳۴ھ روز سہ شنبہ تین بجے دعویٰ کا لفظ مونھ سے نکلا۔

(۵) زید مذہب میں اہل سنت حنفی مسلمان ہے نسب اچھا ہے پٹھان اور چال چلن اور پیشہ میں بھی موافق۔

(۶) ہندہ کا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا و نیز رخصت حالاں کہ ماں کی مرضی نہ تھی مگر خاوند کے کہنے سے اور زبردستی سے۔

الجواب:

اگر یہ بیانات واقعی ہیں اور ہندہ کی ماں نے کہ صورت مذکورہ میں وہی ولی شرعی ہے اُس کے نکاح کی اجازت نہ دی نہ بعد کو جائز کرنے کا کوئی لفظ کہا نہ کوئی فعل ایسا کیا کہ دلیل اجازت ہو تو یہ نکاح نکاح فضولی ہُوا والدۂ ہندہ کی اجازت پر موقوف تھا اگر قبل بلوغ ہندہ اُس کی والدہ نے اس نکاح سے ناراضی اور اس پر انکار ظاہر کر دیا تو جبھی وہ نکاح باطل ہو گیا اب ہندہ کو طلب فسخ کی حاجت نہیں اور اگر والدہ ہندہ اب تک ساکت رہی تھی انکار نہ کیا تھا۔ اگرچہ ناراض تھی تو ہندہ کے بالغہ ہوتے ہی وہ نکاح موقوف اب خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا جب اُس نے اس پر ناراضی ظاہر کی باطل ہو گیا اور کسی دعوے کی ہندہ کو حاجت نہیں اور اگر والدہ ہندہ قبل بلوغ ہندہ اُسے قولاً یا فعلاً جائز کر چکی تھی اور وہ جائز کرنا شوہر کے جبر واکراہ شرعی سے تھا جب بھی ظاہر یہی حکم ہے کہ وہ اجازت اجازت نہ ہوئی اور اگر بخاطر شوہر تھا۔ اگرچہ خود ناراض تھی تو اجازت یقیناً صحیح ہو گئی اور نکاح نافذ ہو گیا۔ اب ہندہ کو صرف خیار بلوغ رہا اس لیے کہ حسب بیان سائل شوہر ہندہ ہندہ کا کفو ہے اس صورت میں ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً دعوے فسخ کرنا تھا اُس نے بالغہ ہونے کے آدھے گھنٹے بعد دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ نامسموع ہے اور نکاح لازم ہو چکا اب ہندہ کے لیے اس میں کوئی چارہ کار نہیں۔ وبعید غایۃ البعد انہا لم تعلم بالنکاح الا بعد البلوغ حین ادعت الفسخ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ مسئولہ عبدالعزیز صاحب جمعدار انجنیری کوٹہ راجپوتانہ نیاپورہ چہارشنبہ ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

قاضی شہر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص پابند شریعت شرع شریف کے مطابق نکاح پڑھادے یا دیگر مسلمان نکاح پڑھادے اور اُس کا اندراج رجسٹر قاضی شہر میں نہ ہو تو کیا وہ ناجائز ہے اس کا جواب بھی دیجئے فقط۔

الجواب :

یہ نکاح خواں قاضی نہ شرعاً ضرور ہیں نہ اس کے رجسٹر کی شرعاً حاجت۔ ہاں اندراج میں مصلحت ہے باقی جس سے چاہیں پڑھوائیں کوئی روک نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ از کوہ شملہ ولیر نگل لاج مرسلہ کفایت حسین صاحب روز یک شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

مخزن علوم معدن فنون علمائے دین شرع متین جناب مولوی صاحب قبلہ دام ظلکم یہ مسئلہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ خالہ زاد دو بھائی ہیں۔ ایک کی بی بی دوسرے بھائی کے لڑکے سے یعنی اپنے بھتیجے سے فعل ناجائز کرتی تھی سامنے شوہر کے جبکہ شوہر فوت ہو گیا تو اُسی بھتیجے کے ساتھ عقد کر لیا تو وہ عقد جائز ہے یا ناجائز ہے۔

الجواب:

شوہر کے بھتیجے سے بعد وفات شوہر وانقضائے عدت نکاح جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲ از کاٹھیاواڑ مقام اٹریاں مرسلہ امین احمد صاحب پنج شنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ۔

ایک شخص نے نکاح کیا اس کا ارادہ یہ ہے تھوڑی یا زیادہ مدت بعد اُس کو طلاق دینا یہ نکاح ہوتا ہے یا نہیں۔

الجواب:

اگر نکاح میں کسی مدت کی قید نہ لگائے صرف دل میں ارادہ ہو کہ سال بھر یا ایک مہینے یا ایک ہی دن کے بعد طلاق دے دوں گا تو نکاح میں کوئی حرج نہیں ہاں بلا وجہ[۱] بے سبب محض طلاق دینا منع ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳ مرسلہ حاجی سید نعیم الدین صاحب مقام امام گنج ڈاک خانہ سندر گنج۔ ضلع رنگ پور بنگال ۲۔ صفر ۱۳۳۵ھ۔

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی یتیمہ مظلومہ مسماۃ بالف بعمر صغیرہ نابالغہ ۱۱ یا ۱۲ سال کی اُس کے چچا حقیقی کی عین موجودگی میں قہراً و جبراً اہل قریہ بطمع رشوت انگیم رسیدہ

---

[۱] بے وجہ بے سبب طلاق دینا منع ہے۔

شخص سے یتیمہ الف کا عقد و نکاح کر دیا اور چچا حقیقی یتیمہ کا بخیال فتنہ منع کرنے سے قاصر رہا اور لڑکی یتیمہ سے بھی جبرًا اذن لیا اور لڑکی قبل سے انکار کرتی تھی اور بوقت اذن بھی انکار کرتی رہی۔ لہذا آج تک انکار کرتی ہے بعد عقد و نکاح چھ ماہ کے درمیان کئی بار مصنوعی شوہر کے مکان آمد و رفت کیا۔ لیکن جبرًا لہذا ایک وقت کچھ کھا کر مرنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے وارثان مظلومہ رخصتی کرا کے اُس کے نانا کے مکان مقیم کیا ہے۔ عرصہ چار سال سے زیادہ ہوا اور اس وقت عمر لڑکی الف کی قریبًا ١٦ یا ١٧ سال کی ہے اور ایک سال سے بالغ کامل ہے اب شخص عاقد و عقد و ہندہ وارثان الف پر مستعد شر ہے اور رخصتی چاہتا ہے لڑکی جانے سے انکار کرتی ہے احتمال ہے رخصتی کرنے سے لڑکی جان بہلاک ہو۔ اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ ایسا نکاح و اذن یتیمہ کا صحیح ہوا یا نہیں اور عقد و نکاح صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور ایسے عاقد و عقد و ہندہ و عقد پڑھانے والوں پر کچھ حد شرع ہو سکتا ہے یا نہیں۔ امید کہ فی سبیل اللہ یتیمہ مظلومہ پر ترحم فرمایا جائے اور ان سب اموروں کی بشرط توفیق رفیق تحقیق حقیق خلاصہ بیان قابل اطمینان جواب باصواب صاف صاف مفصل بعبارت اُردو کتب مدلل بدلائل شرعیہ احمدیہ حنفیہ مزین بمہر و دستخط تحریر صحیح عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمایا جائے۔ اور کار خیر و ثواب عظیم میں داخل ہو جائیے اور مجھ کو معصیت سے نجات دلائیے بینوا توجروا۔

الجواب:

حقیقت کا علم اللہ عزوجل کو ہے۔ اگر یہ بیان واقعی ہے کہ الف اس وقت نابالغہ تھی اور اس کے چچا نے نہ اُس وقت اجازت دی نہ اُس سے پہلے۔ نہ خبر نکاح سُن کر کوئی قول و فعل دلیل اجازت اُس سے صادر ہوا اور الف کی رخصت اور چند بار شوہر کے یہاں جانا یہ بھی اُس کی بلا اجازت کے ہوا اور اُس وقت تک اُس نے کوئی کلمہ اُس نکاح کے رد کا بھی نہیں کہا نہ الف کے ہنوز کوئی اولاد ہوئی تو ان سب شرائط کے ساتھ وہ نکاح الف کے بالغہ ہونے تک چچا کی اجازت پر موقوف تھا اور بعد بلوغ الف خود الف کی اجازت پر موقوف ہوا اب اگر یہ بیان واقعی ہے کہ بعد بلوغ الف سے کوئی قول و فعل مثبت اجازت صادر نہ ہوا بلکہ اُسے اس نکاح پر انکار ہے تو ناراضی ظاہر کرتے ہی وہ نکاح کہ موقوف تھا رد ہو گیا۔ الف کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے اگر خلوت صحیحہ واقع ہو چکی ہو جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے۔ اور اگر خالی جانا آنا ہوا اور ایک مکان میں تنہا تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ ہوئے تو عدت کی بھی

حاجت نہیں اور عاقد اُسے اگر اپنے تصرف میں لایا تو شرائط مذکورہ کے ساتھ مرتکب حرام ہوا کہ نکاح[ف۱] موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے اور وہ وطی کہ الف کی نابالغی میں واقع ہوئی دلیل[ف۲] اجازت نہیں ہوسکتی اگرچہ اُس کی اجازت سے ہو عقد پڑھانے والا اگر اس بدنیتی میں شریک تھا تو وہ بھی گناہگار ہے ورنہ عقد موقوف فی نفسہ جرم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۱۱۴] مرسلہ حاجی ولد میاں صاحب از ضلع گونڈا ریاست بلرامپور بازار چوک ۸ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ہندہ سے جو زنا سے حاملہ تھی دیدہ ودانستہ حالت حمل میں نکاح کیا بعد اُس کے چند آدمیوں نے مجبور کرکے ایک جلسہ میں تین طلاقیں دلوادیں یہ نکاح اور طلاق جائز ودرست ہوا یا نہیں برتقدیر اول وضع حمل کے بعد جدید نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

جو عورت معاذ اللہ زنا سے حاملہ ہو اُس سے نکاح صحیح ہے خواہ اُس زانی سے ہو یا اُس کے غیر سے فرق اتنا ہے کہ زانی جس کا حمل ہے وہ اُس سے قربت بھی کرسکتا ہے اور غیر زانی اگر نکاح کرے تو تا وضع حمل قربت نہیں کرسکتا لئلا یسقی مائہ زرع غیرہ درمختار وصح نکاح حبلی من زنا تنویر الابصار۔ عدت زن شوہردار پر ہوتی ہے جب شوہر مرے یا طلاق دے اور ذات زوج کا حمل زوج ہی کا ٹھہرتا ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر آیہ کریمہ میں اولات الاحمال سے یہی مراد ہے صدر کلام میں خاص صورت طلاق ارشاد ہوئی ہے اور اُسی کی تفصیل فرمائی گئی ہے یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ حدیث مذکور بطلان نکاح حبلی من زنا پر ہرگز دلیل نہیں بلکہ اگر دلیل ہے تو صحت نکاح پر کہ فرمایا فرق بینھما معہذا ممکن ہے کہ وہ تفریق ارشادی ہو یعنی ایسی عورت رکھنے کے قابل نہیں۔ غرض صورت مستفسرہ میں عورت کا نکاح بے شک صحیح تھا اب اگر یہ شخص اُس سے قربت کرچکا اس کے بعد طلاق دی یا قربت نہ کی تھی تو ایک لفظ میں تین طلاقیں دیں مثلاً یہ کہ تو تین طلاق

ف۱ مسئلہ نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے۔

ف۲ مسئلہ بحالت نابالغی اگرچہ عورت کی اجازت سے وطی واقع ہو اجازت نہیں ہوسکتی۔

ف۳ مسئلہ غیر مدخول بہا کو اگر ایک لفظ میں تین طلاقیں دے تو مغلظہ ہوجاتی ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ متفرق دے تو مغلظہ نہیں ہوتی

سے مطلقہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ ہوگئی اور بغیر حلالہ اُس سے نکاح نہیں کرسکتا اور اگر ہنوز قربت نہ کی تھی اور متفرق لفظوں میں تین طلاقیں دیں مثلاً تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق بائن ہوتی مغلظہ نہ ہوتی بے حلالہ اُس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۵ و ۱۱۶ مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سانگور یاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) یہ کہ بیوگان کا عقد مابین ایام عدت سہواً ہوجائے تو یہ درست ہے کہ نہیں یا بعد گزر جانے ایام مذکورہ نکاح کیا جائے تو اُس میں کس کی اجازت درکار ہوگی عورت خود اپنے اختیار سے نکاح پڑھ سکتی ہے یا اُس کے رشتہ دار یا کسی اور شخص موجودہ کی اجازت درکار ہوگی۔

(۲) ایسی عورت جس کا خاوند مرجائے اس کا نکاح اس کے جیٹھ سے ہوسکتا ہے یا نہیں اور وہ کیسی حالت میں اور کس وقت کن شرائط پر۔

الجواب:

(۱) عدت میں نکاح باطل و حرام محض ہے سہواً ہو خواہ قصداً رہا بعد عدت نکاح اگر عورت نابالغہ ہے تو اجازت ولی مطلقاً درکار ہے اور اگر بالغہ ہے تو دو صورتیں ہیں جس سے نکاح کیا چاہتی ہے۔ اگر وہ اس کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اُس سے اُس کا نکاح اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار ہو جب تو یہ خود اختیار رکھتی ہے۔ اجازت ولی کی حاجت نہیں اور اگر غیر کفو ہے اور عورت کا کوئی ولی شرعی نہیں جب بھی اُسے اپنے نفس کا اختیار ہے اور اگر ولی شرعی ہے۔ مثلاً بیٹا یا باپ یا دادا یا دادا پر دادا کی اولاد کا کوئی مرد بترتیب فرائض تو جب تک وہ پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر اس نکاح کی اجازت صراحۃً نہ دے گا عورت کے کیے نکاح نہ ہوسکے گا باطل محض ہوگا یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بہ یفتی لفساد الزمان۔ درمختار[۲]۔

(۲) بعد عدت جیٹھ سے نکاح جائز ہے جب کہ کوئی مانع مثل رضاعت یا مصاہرت یا جمع محارم نہ ہو اور نکاح کی وہی شرطیں ہیں جو ابتدائی نکاح میں ہوتی ہیں کوئی نئی شرط نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ از بلاسپور۔ سی پی مرسلہ جناب حاجی آدم جی حاجی یعقوب صاحبان ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں بعض علما کہتے ہیں اگر جلسہ منگنی میں الفاظ ایجاب و قبول ہوں تو بھی نکاح ہوگا اور شرط نکاح پائی گئی لہذا وہی جلسہ جلسۂ نکاح ہوگا۔ جیسا کہ درمختار[۵] و غایۃ الاوطار میں ہی اور بعض مولوی کہتے ہیں وہ

حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

جلسہ جلسۂ نکاح نہ ٹھہرے گا۔ اور الفاظ ایجاب وقبول وشواہد اس جلسۂ منگنی میں غیر معتبر ہوگا۔ کون فریق حق پر ہے۔ اور برتقدیر قول بعض مولوی صاحب اس عبارت خلاصہ[ع۵] کے کیا معنے ہوں گے۔

الجواب:

عبارت خلاصہ کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں وہ اس امر میں ہے کہ ایجاب اگر نامتعین کے لیے واقع ہوا تو نکاح صحیح نہیں اور متعین کے لیے واقع ہوا تو صحیح اور اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ اُن الفاظ کو دیکھا جائے اگر وہ ایجاب وقبول کے لیے متعین ہیں تو نکاح ہو جائے گا۔ اگرچہ جلسہ منگنی کا ہو اور اگر خطبہ وعقد میں متردد ہیں تو جلسہ کا اعتبار رہے گا۔ جلسہ منگنی کا ہے تو منگنی ٹھہرائیں گے اور نکاح کا ہے تو نکاح درمختار میں ہے وکذا اهل استیثنبہا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ[۱۱۷] مرسلہ محمد اقبال ونور محمد صاحبان امام مسجد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی مفصلہ ذیل میں ایک لڑکے کی ایک جگہ منگنی ہوئی تھی۔ نکاح سے پیشتر کچھ عرصہ کے بعد لڑکے اور لڑکی کے والدین کے درمیان کسی خانگی امر کی وجہ سے ناموافقت پیدا ہو گئی جس سے لڑکی والے نکاح دینے سے منکر ہوگئے لڑکے کے والد نے کسی طرح لڑکی کو ورغلا کر چوری بوقت رات لڑکی کے میکے سے نکال لیا اور فرار کر کے لے آیا لڑکی چونکہ بالغ ہے اُس نے خود بخود شہر گوجرانوالہ بجائے باوجود لڑکی کے والدین کی نارضامندی اور عدم موجودگی کے اپنے لڑکے سے نکاح کرالیا۔ اس سے طرفین میں بہت سا فساد برپا ہوگیا۔ جس کی نوبت کچہریوں تک پہنچی۔ یہ امر دینی مصلحت کے برخلاف ہوتا ہے اُمید ہوسکتی ہے کہ ایسی دست درازی آئندہ بھی ایسی کارروائیوں اور فتنوں کی بانی ہو۔ جس کا انسداد واجب امر ہے کیا ایسے رخنہ انداز آدمیوں کے لیے شریعت میں کوئی سزا مقرر ہے۔ مفصل حال سے آگاہی فرمائیں فقط

الجواب:

بلاشبہہ ایسے لوگ مفسد وفتنہ پرداز اور آبروریز فتنہ انگیز مستحق عذاب شدید ووبال مدید ہیں معاذاللہ

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ع۵ درمختار میں ہے کہ کذا انا متزوجك او جئتك خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح اھ (ت) ردالمحتار میں ہے اس واسطے صحیح ہو جائے گا کہ مول چکانا نکاح میں رائج نہیں ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) ع۵ عبارت خلاصہ کی یہ ہے ابو الصغیرۃ اذا قال زوجت بنتی فلانۃ من ابن فلان بکذا۔ وقال فلان قبلت لابنی ولم یسم الابن ان کان لہ ابنان او اکثر لایجوز وان کان لہ ابن واحد صح ۱۲

اگر ایسی حرکتیں روا رکھی جائیں تو ننگ و ناموس کو بہت صدمہ پہنچے گا کم سے کم اس میں شناعت یہ ہے کہ بلا وجہ شرعی ایذاء مسلم ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی و — جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور

من اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ — جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

یہ نکاح جس سے ہوا اگر وہ عورت کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہے جب تو یہ نکاح کہ زن بالغہ نے بے رضائے ولی خود کیا سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بہ یفتی لفساد الزمان اور اگر کفو ہے تو والدین کو ناراض کر کے عورت کا بطور خود نکاح کر لینا خصوصاً وہ بھی اس طور پر جاکر عورت کے لیے سخت محرومی و ناراضی الٰہی کا باعث ہے اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو اب بھی نکاح نہ ہوا کہ۔۔۔ ان کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل ہے یہ کیا تھوڑی شناعت ہے کہ ایک امام برحق کے نزدیک عورت بے نکاحی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸ بریلی خوجی محلہ مرسلہ عظیم اللہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بجبر کرایا گیا حالانکہ زید کی منشا ہرگز نہ تھی جس کے چند شاہد موجود ہیں بوقت ایجاب قبول کرنے زید نے ہوں مثل عورات کے کہا اور رخصت نہ ہونے پائی کہ زید اپنے مکان کو چلا گیا اور اس سے قبل بھی تاریخ مقررہ پر زید اپنے گھر سے فرار ہو گیا تھا تو اس صورت میں نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ ہوا یا نہیں مہر سے مزین فرمایا جائے۔

الجواب:

نکاح ہو گیا اگرچہ قبول میں صرف (ہوں) جبرا کہا ہو فان الاکراہ ان تحقق لم یعمل فیما یستوی فیہ الجد والھزل کالنکاح والطلاق والعتاق فکیف مالیس باکراہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹ مرسلہ محمد رحیم بخش عبد الحمید صاحبان از قصبہ فتح نگر ضلع گوڑگانوہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جبکہ بے ریش تھا اس کی نسبت (یعنی سگائی) ہندہ سے ہوئی تھی۔ اور زید ہندہ کے مکان پر کسی وجہ سے رہتا تھا یا پورانی رشتہ داری کی وجہ سے رہتا تھا۔

ہندہ کی پھوپی نے ہندہ کو گود لیا ہوا تھا۔ یعنی ہندہ کی پھوپی لاولد یا بانجھ تھی۔ ہندہ کے گھر میں سوائے ہندہ کے زید سے کوئی پردہ نہیں کرتا تھا۔ ہندہ کی پھوپی نے زید کے ساتھ اس قدر محبت بڑھائی جو کہ شفقتِ مادری سے زیادہ تر نظر آتی تھی۔ آخر کار زید سے سوال ہم بستری کا کیا چونکہ اس زمانے میں زید بالکل بے خبر تھا یعنی خدا اور رسول اور نماز و روزہ سے بالکل بے خبر تھا۔ غرض دونوں کے باہم ناجائز دوستی کئی سال تک رہی۔ یہاں تک کہ زید اور ہندہ کے والدین نے شادی کر دی۔ چونکہ میاں بیوی میں کمال درجہ الفت اور محبت ہوئی اور ہندہ کی پھوپھی سے کچھ تعلق نہ رہا۔ اب چونکہ شادی کو تقریباً اٹھارہ سال گزر گئے اور تین بچے بھی ہو گئے۔ آج تک زید کو اس بات کا خیال تک نہ آیا۔ اب زید ایک بزرگ سے شرف بیعت ہو کر خدا اور رسول کی اطاعت میں کمر بستہ ہے اور اسی طرح ہندہ بھی پابند شرع ہے اور وہ بھی شرف بیعت ہو چکی ہے۔ باوجود زید کو ہمیشہ کتب احادیث و فقہ سے کام رہتا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ آج تک اس کی نظر سے نہیں گزرا اور نہ کسی سے ذکر سنا نہ اس بات کا خیال تھا۔ اب زید کتاب اکسیر ہدایت کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس میں باب النکاح پر نظر پڑی اُس میں یہ عبارت لکھی پائی کہ پھوپی بھتیجی یکجا نکاح میں حرام ہیں۔ جب سے زید نے یہ عبارت پڑھی دیوانہ اور پاگل سا ہو گیا ہے۔ کیونکہ نہ عورت یعنی بیوی کو چھوڑنے کا یارا ہے اور نہ خدا اور رسول کے حکم کے برخلاف ہو کر رہنے کی طاقت ہے۔ اگر اُس کو چھوڑنا چاہے یا طلاق دینا چاہے تو اس کے والدین یہ دریافت کریں گے کہ ہماری لڑکی کی کیا خطا ہے اور جُدائی بھی نہایت شاق گزرے گی۔ مبادا کوئی اور آفت پیدا ہو۔ زید کی بدکرداریوں کی آج تک کسی کو خبر نہیں ہوئی اب یہ رسوائی کیونکر کی جاوے اب تمام کیفیت زید و ہندہ کی آنجناب میں ظاہر کر دی۔ امیدوار ہوں کہ آپ حکم شریعت سے بلا کسی لحاظ و ضرورت کے حکم فرما دیں۔ اور اگر اس گناہ کا کوئی کفارہ ہو سکتا ہو تو وہ بھی بتلا دیا جاوے۔ اور اگر زید اور ہندہ میں جُدائی کرانے کا حکم ہو تو تین لڑکیاں جو پیدا ہو چکی ہیں ان کو کیا کیا جاوے۔ اور مہر ہندہ کا مبلغ مائۃ بندھا ہے وہ ادا کرنا ہو گا یا نہیں حالانکہ ہندہ نے شب عروس کو مہر اپنا معاف کر دیا تھا۔

الجواب:

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیاٰت — اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔ جو گناہ ہوا اُس سے توبہ کرے استغفار کرے۔ باقی جو توہمات دربارۂ منکوحہ

پیش آئے محض بے معنی ہیں۔ کسی عورت سے زنا کرنا اُس کی بھتیجی بھانجی کو حرام نہیں کرتا نہ ان کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ خلاصہ و درمختار و غیرہما میں ہے وطئ اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ۔ اکسیر ہدایت میں جو لکھا اُس کا یہ مطلب ہے کہ پھپی بھتیجی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہونا یہ حرام ہے۔ مثلاً بھتیجی نکاح میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں رہے یا اگر اُسے طلاق دے دے تو طلاق کی عدت جب تک نہ گزر لے اس وقت تک اس کی پھپی سے نکاح حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰ مرسلہ سید عبداللہ صاحب ڈاک خانہ چھپم گاؤں ٹپرہ۔ بنگال ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک مرد گواہ کے مقابل بالغہ نو مسلمان عورت کو کوئی نکاح کیا تو درست ہے یا نہیں۔ از روئے مہربانی جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہو ویں اور مجھ کو سرفراز فرماویں۔

الجواب:

نکاح کے لیے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ ہونا لازم ہے صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و قبول کر لینے سے نکاح نہیں ہو سکتا و ہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱ مسئولہ ببر اکلو، از موضع کرن پورہ ڈاک خانہ سیوان ڈویژن۔ ضلع سارن چھپرا ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ۔

ہمشیرہ	برادر
مسماۃ مولودن	سجاد میاں
عمر تخمیناً ۱۳ یا	عمر تخمیناً ۲۱
۱۴ برس	یا ۲۲ برس

دونوں بھائی بہن

بے ماں باپ کے موجود

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں مسماۃ زیتون دختر ہمشیرہ، غفار پسر برادر غنی خاں موجود کی اولاد ہیں۔

شادی گولاوٹ یعنی بدلین شرط پر میاں سجاد مذکور نے اپنا نکاح مسماۃ زیتون مذکور دختر غنی خاں سے کیا اور سجاد مذکور اپنے ہمشیرہ مسماۃ مولودن کا نکاح ساتھ غفار پسر غنی خاں سے کیا اور تاریخ شادی روانگی و آمد بارات کا بعد نکاح مذکورین کے تاریخ دوسرا مقرر تھا کہ اس درمیان میں جب تین روز سجاد کنے سے بارات جانے کو باقی تھا تب ہی مسماۃ زیتون اپنے باپ کے گھر سے باہر نکل گئی تب بعدہ غفار مذکور کی بارات بھی سجاد کنے نہیں آئی۔ اب درمیان اس گھرانے اور اس گھرانے کے تکرار رنجا رنجی تطویل کلامی پیش ہو گیا۔ سجاد کا مقولہ ہے کہ جب زیتون میرے گھر میں نہیں آئی تھی تب الحال بوجہ نقص شرط نکاح بدلین گے

وہی اس خاندان کی بدچلنی وغیرہ ظاہر ہو جانے سے ہرگز ہم اپنی ہمشیرہ مولودن کو اُس خاندان میں نہیں جانے دیا نہ اب آنے دیں گے اور نکاح مذکورین بوجہ شرط شکنی وعہد شکنی کے باطل ہوگیا۔ خدانخواستہ مسماۃ مولودن کی جان کو کوئی نقصان پہنچ جاوے تو عجب نہیں ہے عرض ہے صاف صاف فتویٰ اس کا حضور ارقام فرمادیں والسلام۔

سجاد میاں برادر　　مولودن ہمشیرہ　　ان لوگ کے والدین فوت کرگئے۔

الجواب:

نکاح میں کوئی شرط بدل کی نہ تھی اور ہوتی بھی تو نکاح شرط فاسد سے فاسد نہ ہوتا اور یہ بھی نہ سہی تو شرطِ نکاح زینتون تھا وہ ہوگیا بہرحال مولودن غفار خاں[عہ] کی منکوحہ ہے اور سجاد کو اُس کے روکنے کا کوئی حق نہیں۔ سجاد اپنی منکوحہ زینتون کو تلاش کرکے اپنے قبضہ میں رکھے اور نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے مولودن کے نکاح پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ از بدایوں مولوی محلہ کوچہ مولوی انوار حسین صدر اعلیٰ مکان بخش والا مرسلہ حبیب اللہ صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۵ھ

مسماۃ ہندہ دختر مسماۃ خالدہ بیوہ ہے اُس کے دو بچے نابالغ ہیں زید پدر شوہر متوفی ہندہ کا بچوں کو کھانے کو دیتا ہے مگر غیر کافی ہندہ وخالدہ اپنی محنت کرکے بشمول زید بسر کرتے ہیں۔ زید یہ چاہتا ہے کہ ہندہ اس کے دوسرے لڑکے سے جس کی بیوی واولاد موجود ہے۔ عقد نکاح باندھنے پر رضامند ہو جائے مگر ہندہ وخالدہ رضامند نہیں۔ دیگر اغراض ہندہ عقد ثانی کو بُرا خیال کرتے ہیں اور اگر ہندہ کی جوانی پر خیال کرکے رائے عقد کی دیتے ہیں تو ایسے شخص سے جس سے ہندہ وخالدہ کو اطمینان نہیں ہوتا اب خالدہ ایک شخص ثالث سے جس سے ہندہ بھی رضامند ہے اور ایک جگہ رہتے ہیں۔ اس طرح عقد کرنا چاہتی ہے کہ دو ایک شخص عزیز تیسرے آدمی کے جس سے عقد کرنا چاہتی ہے واقف ہوں اور خود واقف ہو تاکہ ہندہ بُرے خیال وافعال سے بچی رہے اور اولاد کی بابت نزاع پیدا نہ ہو تو اس طرح عقد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بخیال مزید احتیاط شخص ثالث جس سے عقد نکاح پر رضامند ہے ہندہ کو خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب و

عہ اللہ عزوجل غفار وغنی ہے عبدالغفار عبدالغنی کہنا چاہیے یہ بہت بُری عادت ہے نام عبد کے ساتھ ہوتا ہے اور لوگ لینے دوسرا جز ہیں اس سے احتراز لازم ۱۲۔

قبول ہندہ سے کراسکتا ہے یا عقد نکاح باندھنے کے واسطے شخص غیر کی ضرورت ہے۔

الجواب:

نکاح پڑھانے کے لیے دوسرے شخص کی حاجت نہیں صرف مرد وزن ہوں اور ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم کہ معاً دونوں مرد وزن کا ایجاب وقبول سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے مگر ہندہ اگر ولی نہیں رکھتی یعنی دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ جب تو اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے ورنہ اگر یہ شخص جس سے نکاح کیا چاہتا ہے۔ ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح ہونا ولی ہندہ کے لیے باعث ننگ وعار ہو جب بھی ہندہ مختار ہے۔ اور اگر کفو نہیں تو جب تک ولی پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت نکاح نہ دے گا نکاح ہوگا ہی نہیں۔ اگرچہ ہزار اعلان کیا جائے

مسئلہ ۱۲۳ از بہار پور بریلی مسئولہ جناب مولوی نواب سلطان احمد خانصاحب مورخہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

عرض درخدمت والیان شریعت محمدی وحامیان دین متین احمدی علمائے مقلدین مذہب حنفی یہ ہے کہ ایک شخص میر امام الدین نامی نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ کا نکاح عبدالقدوس نامی کے ساتھ کر دیا۔ نکاح کا ایجاب وقبول ایک لئیق شخص نے کرایا۔ بستی کے سب لوگ حاضر تھے مگر قاضی صاحب جلسہ میں موجود نہ تھے تو یہ نکاح جو غیر قاضی سے پڑھایا جائز ہوا یا نہیں۔ اور ان دنوں قاضیوں کو کیا اختیارات ہیں اور اگر کسی شخص نے کسی خاص وجہ سے قاضی کو شادی میں دعوت نہیں دی تو اس پر کیا الزام آتا ہے اور قاضی کا حق نکاح خوانی اس کو دینا چاہیے یا نہیں جبکہ غیر قاضی سے نکاح پڑھوایا۔ بینوا بیانا وافیا اجرکم اللہ اجرا کافیا۔

الجواب:

قاضی کوئی شرط نکاح نہیں۔ آدمی جس سے چاہے پڑھوائے۔ چاہے مرد وزن دو گواہوں کے سامنے خود ایجاب وقبول کرلیں۔ اس نام کے قاضی کے لیے شرعاً کچھ اختیارات نہیں نہ وہ اُجرت کا مستحق جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا نہ قاضی کو دعوت نہ دینے میں کوئی الزام یہ نکاح خوانی کے قاضی اسمائے سمیتموھا ما انزل اللہ بھا من سلطن۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۲۴ از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ حکیم ریاض الدین صاحب رضوی ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت بیوہ جو کہ اُس کے چھوٹے بھائی کی زوجہ تھی اُس سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ میں ایک دختر نابالغ تھی اُس دختر کا نکاح اُس کے سوتیلے باپ جو اُس کا پہلے تایا تھا اُس نے اپنی ولایت سے نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ کر دیا۔ لیکن لڑکی نکاح سے تا ہنوز اپنے شوہر کے یہاں نہیں گئی اب ناکحین بالغ ہوئے تو ناکح اپنی منکوحہ کو اپنے گھر بلاتا ہے اور منکوحہ اس کے گھر جانے سے انکار کر رہی ہے اور کہتی ہے کہ تیرا چال چلن ٹھیک نہیں ہے میں تجھ سے نکاح توڑ دوں گی تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے یا لڑکے کو مجاز ہے کہ زبردستی اُسے لے جائے اور ولایت اُس کے سوتیلے باپ کی درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

سوتیلا باپ ہونا تو کوئی وجہ ولایت نہیں ہاں چچا ہونا سبب ولایت ہے اگر اُس سے مقدم اور کوئی ولی نہ تھا۔ اور یہ لڑکا جس سے اُس نے اس لڑکی کا نکاح کیا مذہب نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے اُس لڑکی کا نکاح باعث ننگ و عار ہو تو نکاح ہو گیا اگر اُس لڑکی کو اختیار تھا کہ بالغہ ہوتے ہی فوراً اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے جب تو اُسے فسخ کرنے کا اختیار ہے اور اگر ذرا دیر لگائی تو اب نکاح لازم ہو گیا اختیار فسخ نہ رہا اور اگر وقت نکاح ہی اُس لڑکے میں امور مذکورہ میں کوئی کمی تھی جس کے سبب اُس لڑکی کا نکاح باعث ننگ و عار ہو جب تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت واللہ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از دلیل گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ منشی محب اللہ صاحب ضلعدار نیشنر۔ ۲۳- ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ۔

وقت نکاح جو ایجاب و قبول کرائے جاتے ہیں اس میں اکثر اشخاص ایک دوسرے کے برخلاف اعتراض کرتے ہیں:۔

(۱) زید کی لڑکی کہ نام اس کا تم کو معلوم ہے اور بالفعل اس نام کی اور کوئی لڑکی اس گھر میں موجود نہیں ہے۔ بعوض مہر شرعی اس قدر روپے اور اس قدر دینار سرخ سلطانی سکہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح تمہارے کے آئی اور دی میں نے۔ قبول کی تم نے۔

(۲) باقی عبارت سب وہی ہے صرف بجائے لفظ سوائے کے علاوہ استعمال کرتے ہیں۔

(۳) یہی سب عبارت وہی ہے صرف بجائے سوائے یا علاوہ کے لفظ مع استعمال کرتے ہیں۔

(۴۱) بعض شخص صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح تمہارے کے آئی اور دی ہیں نے اور بعض صرف لفظ آئی کہتے ہیں بعض شخص صرف دی لفظ کہتے ہیں۔ اس میں کونسا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔

اب اعتراض اس لفظ پر ہے کہ جب لفظ سوائے نان نفقہ کہا گیا تو نان نفقہ دولہا کے ذمہ عائد نہ ہوا بلکہ صرف روپیہ مہر کا عائد ہوا۔ جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں فلاں شے فلاں شخص کو دی گئی سوائے پگڑی کے یعنی پگڑی نہیں دی گئی۔ اسی طرح لڑکی بالعوض اس قدر مہر کے نکاح میں دی گئی سوائے نان نفقہ کے یعنی اُس لڑکی کا نان نفقہ دولہا کے نکاح میں نہیں آیا۔ یہی اعتراض لفظ علاوہ کے کہنے سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور جب لفظ مع نان نفقہ کہا جاتا ہے تو معترض لوگ رجوع کرتے ہیں تعداد مہر کی طرف اور کہتے ہیں کہ بالعوض اس قدر مہر شرعی مع نان نفقہ کے کہنے سے نان نفقہ مہر میں شامل ہوگیا۔ یعنی جب عورت نان نفقہ پائے تو وہ مہر میں مجرا دیا جائے اور تعیین مہر کا روپیہ اس نان نفقہ کے حساب سے جب سب پا چکے تو پھر عورت نہ نان نفقہ پانے کی مستحق رہی اور نہ زر مہر کی گویا وہ بے نان نفقہ اور مہر کے نکاح میں رہی اپنے کھانے پینے کا انتظام عورت خود کرے معزز فرمائیے کہ ہر سہ الفاظ سوائے، علاوہ، مع کے استعمال کے نکاح درست ہوگا اور نان نفقہ بذمہ مرد عائد رہے گا یا نہیں اور کون سے لفظ کے استعمال سے نان نفقہ عائد ہوگا اور کون سے سے نہیں۔

الجواب:

یہ سب اوہام بھی ہیں اور ان کی بحث فضول بھی اوہام تو یوں ہیں کہ جو رقم ذکر کی جاتی صرف مہر کے لیے مقصود ہوتی ہے اور علاوہ اور سوا اور مع یہ سب مہر کی صفتیں ہوتی ہیں یعنی وہ مہر کہ نان نفقہ سے علاوہ یا اُن کے سوا یا اُن کے ساتھ ہے علاوہ اور سوا کے یہ معنی کہ اس کا وجوب اُن کے وجوب پر زائد ہے۔ اور مع کے یہ معنی کہ یہ اور وہ وجوب میں شریک ہیں یہی مراد ہوتی ہے اور یہی مفہوم اور ان سے بحث فضول یوں کہ نان و نفقہ و مہر ایسی چیز نہیں کہ اگر بالقصد اُن کی نفی بھی کی جائے تو منتفی ہوجائیں۔ یا نکاح میں کچھ خلل آئے نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ وہ خود شرطیں ہی باطل ہوجاتی ہیں۔ اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعاً لازم ہوگا۔ مہر مثل دینا آئے گا اور اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان نفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورت وجوب میں ضرور واجب ہوگا کہ قبل وجوب اسقاط مہمل ہے حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما بال اقوام

یشترطون شروط لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فھورد - وان کانت مائۃ شرط شرط اللہ احق واوثق - بااینہمہ اگرایسی عبارت چاہیں جس میں یہ اوہام پیدا نہ ہوں تو یوں کہیں بعوض اپنے مہر کے نان ونفقہ کا وجوب اُس کے علاوہ ہے تیرے نکاح میں دی اور آئی سے دی ہنر ہے کہ یہ انشا میں صریح ہے واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ ۱۲۶ ازمقام ہنگن گھاٹ محلہ نشان پورہ ضلع وردھا مرسلہ محمد اسماعیل صاحب مورخہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ -

جناب مولانا صاحب مدظلہ السلام علیکم - مندرجہ ذیل میں شرع شریف کا کیا حکم ہے تحریر فرمائیں اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے - زید نے عمر کی لڑکی سے نکاح کیا نکاح کے وقت کسی قسم کی شرط وغیرہ نہ تھی لڑکی رخصت ہوکر گھر آئی چند روز کے بعد لڑکی کا والد لڑکی کو اپنے مکان میں لے گیا اور اب زید سے اس بات کا طالب ہے کہ وہ ایک اسٹامپ اس مضمون کا تحریر کر دے کہ میں لڑکی کو اپنے وطن میں نہ لے جاؤنگا یہیں اُس کے والدین کے پاس اس شہر میں رکھوں گا - اور اگر زید اسٹامپ نہ لکھے گا تو لڑکی کی طرف سے میرا جواب ہے کہ اب میں لڑکی کو رخصت نہ کروں گا دریافت طلب امور یہ ہیں کہ کیا عمر و کا یعنی لڑکی کے باپ کا یہ عذر معقول ہے اور وہ ایسی حالت میں لڑکی کو روک سکتا ہے -

الجواب:

اگر مہر کل یا بعض پیشگی دینا قرار نہ پایا تھا یا قرار پایا تھا اور وہ ادا ہو گیا تو لڑکی کے باپ کا یہ عذر بیجا ہے اور وہ اسے نہیں روک سکتا قال اللہ تعالیٰ واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم واللہ تعالیٰ اعلم ہاں اگر کوئی صورت خاص ہو کہ سفر بہت طویل ہے اور وہاں تنہائی میں لڑکی کو ضرر رسانی کا ظن غالب ہے تو اس کے ثبوت پر بے بندوبست کافی وہاں لے جانے کی اجازت نہ دیں گے قال[1] اللہ تعالیٰ ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاضرر ولاضرار[2] فی الاسلام - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ ۱۲۷ مرسلہ شیخ فضل احمد صاحب درزی بازار کٹرہ متصل کارخانہ میز کرسی یعقوب خاں مورخہ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ -

---

ف۱ عورتوں کو ضرر پہنچانے اور ان پر تنگی کرنے کی قرآن عظیم سے ممانعت ہے -

ف۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرار نقصان رسانی -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے متین دریں مسئلہ کہ ایک عورت کے شوہر نے اپنی زوجہ کو طلاق دی۔ عدّت گزرنے نہ پائی تھی کہ عورت نے دوسرے شخص کے پاس جاکر کہا کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو ورنہ میں حرام کرانے پر تیار ہوں اُس نے یہ خیال کرکے کہ عورت حرام کرانے سے خراب ہوجائے گی اور اُس عورت کو سمجھایا کہ تیری عدّت گزر جاوے بعدہ نکاح کرلینا مگر عورت نے کسی طرح نہ مانا۔ لہٰذا اُس شخص نے مجبورًا اُس عورت سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ دیگر یہ کہ عرصہ آٹھ ماہ سے یہ عورت اسی شخص کے پاس ہے جس کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا۔ بایں وجہ شفقت ومحبت دونوں حد اعتدال سے زیادہ ہوگئی کہ تھوڑی دیر کے واسطے بھی نگاہ سے اوجھل ہونا ایک کو دوسرے کو ناگوار خاطر ہوتا ہے۔ لہٰذا دوسرا نکاح اگر اس عورت کے ساتھ ناجائز ہو تو کس صورت سے جائز ہو۔ اور خود بھی زوج وزوجہ بھی پریشان ہیں کہ کیوں کر نکاح ہوا اور اکثر اوقات ہم بستر بھی ہوئے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

وہ نکاح نہ ہوا زنائے خالص ہوا اُن مرد وزن پر فرض ہے کہ فورًا جُدا ہوجائیں مرد اُسے چھوڑ دے پھر اگر پہلے کی طلاق کے بعد ابھی تین حیض نہ آئے ہوں تو انتظار فرض ہے یہاں تک کہ تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں۔ اور اگر ختم ہوگئے ہیں اور یہ دوسرا اُس سے نکاح چاہتا ہے تو چھوڑنے کے بعد فورًا کرسکتا ہے اور اگر عورت کسی تیسرے سے نکاح چاہے تو یہ دوسرا جس دن چھوڑے اس کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہونا لازم ہے اس سے پہلے تیسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ درر میں ہے المطلقۃ اذا تزوجت فی عدتھا فوطئھا الثانی فرق بینھما وتداخلتا عندنا ویکون ما تراہ من الحیض محتسبا منھما جمیعا واذا انقضت العدۃ الاولٰی ولم تکمل الثانیۃ فعلیھا اتمام الثانیۃ خانیہ وبحر ورد المحتار میں ہے اذا تمت عدۃ الاول حل للثانی ان یتزوجھا لا لغیرہ ما لم تتم عدۃ الثانی بثلاث حیض من حین التفریق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸ و ۱۲۹ از موضع بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ جناب حاجی اسمٰعیل میاں ابن حاجی امیر میاں صدیقی حنفی قادری۔

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ خدا نے مرد کو حکم دیا دو دو تین تین چار چار اور عورت کو کیوں نہیں ملا کہ تم دو دو تین تین چار چار مرد کرو۔

(۲) ایک شخص زانی عورت کافرہ کو اسلام قبول کرواکے نکاح کیا اب وہ عورت حاملہ ہے مگر اُسی مرد سے

جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔ آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں، زید کہتا ہے کہ اگرچہ حاملہ اسی سے ہو جب بھی نکاح جائز نہیں اور شاہد و حاضرین محفل کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

مجموعہ خانی جلد ثانی ص ۳۹ در ہدایہ و کافی آوردہ است عورتے حربیہ در دارالاسلام آمد براں عورت عدت لازم نشود خواہ اسلام در دار حرب آوردہ باشد خواہ نیاوردہ باشد۔ وایں قول امام اعظم ست رحمۃ اللہ علیہ ونزدیک امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ عدت لازم شود و باتفاق علماء برکنیز کے کہ در تاخت گیرند عدت لازم نیست فاما استبرا لازم ست واگر حربیہ کہ در دارالاسلام آمدہ است و حاملہ تا آں زماں کہ فرزند نہ زاید نکاح نہ کند دیگر روایت از امام آنست کہ نکاح درست ست اگر حاملہ باشد فاما نزدیکی باآں عورت شوہر نہ کند تا آں زماں کہ فرزند نزاید چنانچہ عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او بر رواست و نزدیکی کردن روا نیست تا آں زماں کہ فرزند نزاید و اگر یکے از میان زن و شوہر مرتد شد فرقت میان ایشاں واقع شود فاما طلاق واقع نشود وایں قول امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ و نزدیک امام محمد اگر مرد مرتد شدہ است فرقت واقع شدہ است بے طلاق پس اگر مرد مرتد شدہ است و باز اں نزدیکی کردہ باشد تمام مہر برا او لازم شود و اگر نزدیکی نہ کردہ ست چیزے از مہر لازم نشود و نفقہ نیز لازم نشود و اگر خود از خانہ مرد بیروں نیامدہ باشد نفقہ بر مرد لازم شود۔

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ بے شک اللہ عزوجل بے حیائی کا حکم نہیں فرماتا ایک عورت پر دو مردوں کا اجتماع صریح بے حیائی ہے جسے انسان تو انسان جانوروں میں بھی جو سب سے خبیث تر ہے یعنی خنزیر وہی روا رکھتا ہے۔ حرمت زنا کی حکمت نسب کا محفوظ رکھنا ہے ورنہ پتا نہ چلے کہ بچہ کس کا ہے۔ اگر عورت سے دو مردوں کا نکاح جائز ہو تو وہی قباحت کہ زنا میں تھی یہاں بھی عائد ہو۔ معلوم نہ ہو سکے کہ بچہ کس کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم:

جسے زنا کا حمل ہو والعیاذ باللہ تعالیٰ اور وہ عورت شوہر دار نہ ہو اس سے زانی و غیر زانی ہر شخص کا نکاح جائز ہے۔ فرق اتنا ہے کہ غیر زانی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں جب تک وضع حمل نہ ہو لے اور جس کا حمل ہے وہ نکاح کرے تو اُسے قربت بھی جائز در مختار میں ہے۔ صح نکاح حبلی من زنا وان حرم

وطؤها ودواعيه حتى تضع لئلا يسقى ماءه زرع غيره اذ الشعر ينبت منه ولو نكح الزانى حل له وطؤها اتفاقا زید کا قول محض غلط ہے اور اُس کا کہنا اگرچہ حاملہ اسی مرد سے ہے جب بھی نکاح جائز نہیں شریعت پر افترا ہے بلکہ صحیح ومفتی بہ یہ ہے کہ اگرچہ حمل دوسرے کا ہو جب بھی نکاح جائز ہے اور اُس کا کہنا کہ شاہد وحاضران محفل کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں افترا بر افترا ہے مجموعہ خانی سے جو عبارت اُس نے نقل کی ہے۔ صراحۃً اُس کے خلاف ہے کہ اگر عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او روا است و نزدیکی کردن روا نیست تا آنکہ نزاید۔ اور وہ جو اُسی سے نقل کیا کہ حربیہ کہ در دار الاسلام آمدہ است و حاملہ تا نزاید نکاح نہ کند یہ اُس میں ہے کہ حربی کافر کی حاملہ عورت دار الاسلام میں اگر مسلمان ہو گئی نہ کہ حمل میں والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۱۲۹] - از دربھما، ڈاک خانہ جیگانگ محلہ میذنگ۔ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر صاحب۔ ۵- ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ۔

ماقولکم رحمکم الله تعالیٰ فی الفتاوی قاضی خان وان ترك الجمعة ثلاث مرات یصیر فاسقا کذا ذکر فی بعض المواضع وبه اخذ شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالیٰ وذکر فی بعض الموضع انه یبطل العدالة انتهی وان ترك الصلوٰة بالجماعة ولم یستعظم ذلك كما یفعل به العوام بطلت عدالته وان تركها متاوّلا بان كان یضلل الامام او یفسق لا یبطل عدالته ولا یقبل شهادة من كان معروفا بالكذب انتهی وفی الدر المختار لا تقبل شهادة الا بتاویل بدعة الامام او عدم مراعاته اھ۔

جب ان لوگوں کی عدالت باطل ہو گئی تو بوقت نکاح وطلاق شہود بنانے سے نکاح وطلاق صحیح ہوگا یا نہیں چونکہ در المختار میں ہے شہود عادل عند الشافعی شہود عادل شرط ہے اور رجعت کرنے کے بارہ میں الله تعالیٰ فرماتا ہے واشهدوا ذوی عدل منکم۔ اور آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا نکاح الا بولی وشاهدی عدل اس عبارت مرقومہ اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق کو نکاح وغیرہ میں شہود بنانا معتبر نہیں ہے جب معتبر نہیں ہے تو ثانیۃً تجدید نکاح کرنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب:

بلاشبہہ بلا عذر شرعی ترک[۱] جمعہ اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق ومسقط عدالت ووجہ رد شہادت

[۱] ترک جمعہ وجماعت کی عادت موجب فسق مسقط عدالت ووجہ رد شہادت ہے۔

ہے مگر نکاح میں جو شاہدین کی شرط ہے یہ وقت ادائے شہادت نہیں کہ عدالت کی حاجت ہو بلکہ وقت تحمل شہادت ہے اور اُس میں عدالت کچھ ضروری نہیں حنفی مذہب میں تصریح ہے کہ شاہدین نکاح اگر فاسق بھی ہوں حرج نہیں درمختار میں ہے ولو فاسقین او محدودین فی قذف - حدیث میں جو ارشاد ہُوا لانکاح الا بولی وشاہدی عدل نفی بمعنی نہی ہے اور نہی[1] منافی صحت نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ نہی ارشادی ہے کہ بالغہ کے نکاح میں ولی بھی شرط نہیں واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ ۱۳۱ - از شمس آباد ضلع کیمل پور علاقہ اٹک مرسلہ مولانا قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۹ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ -

بحضور لامع النور موفور السرور قامع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم - بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا کہ کتب خانہ فیض نشانہ میں عینی ہدایہ نہیں لہٰذا دو ورق بقدر حاجت ارسال خدمت فیضدرجت ہیں مسئلہ خطبہ و نکاح بغیر کفوء میں اس ملک کے علماء سخت مختلف ہیں بعض کتب عربیہ فارسیہ قلمی غیر مشہورہ میں لکھا ہے کہ تقسیم فوا کہ و شکر یا فاتحہ خوانی بلا ایجاب و قبول یا وعدہ کہ میں تم کو اپنی بیٹی دوں گا یا اس ارادہ پر کوئی تحفہ خوردنی یا پوشیدنی لے لیا تو یہ بھی مثل ایجاب و قبول کے موجب انعقاد نکاح ہو گیا اور حدیث تحرم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ سے ان عبارتوں کو اور بھی تاکید دیتے ہیں اور عینی ہدایہ کی عبارت کتاب النکاح میں لان الخطبۃ التزوج اُن کے مدعا کی پوری مثبت ہے ان کے نزدیک ایجاب و قبول لفظی یا کوئی قول و فعل اُس پر دال ہو موجب نکاح ہے - اگرچہ فتاوی مہدیہ وغیرہ کی عبارتیں ان کو بارہا دکھائی گئیں مگر وہ لوگ قاصر الفہم اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے اور اس کا نام احتیاط فی الفروج رکھا ہے - حضور نے ایک بار فرمایا تھا کہ قلم ناسخ کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور صحیح عبارت لان الخطبۃ للتزوج معلوم ہوتی ہے - حضور کی یہ دُرفشانی نہایت اوفق واوجہ ہے مگر غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ خطبہ کے متعلق کل مالہا و ما علیہا مع ازالہ اوہام وابانۃ مرام ابحاث کے ساتھ بقدر چار پانچ ورق کے بزبان عربی حضور ارشاد فرمائیں - دوسری عبارت عینی کی وعنہ فی الرجل یشرب الشراب او ھو حائک یفرق بینھما و فی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السرجی وھما قولان باطلان انتہی اور عبارت تو اس سے پہلے صاف ہے ھما کے مرجع ہی میں شبہہ ہے

---

[1] نہی منافی صحت نہیں -

اگر اس قاعدہ اکثریہ پر کہ اصل مرجع میں مذکور قریب ہے۔ قریب کے دو قول لیے جائیں جو کہ ایک شارب و حائک کا دوسرا شیعہ والا ہے تو اگرچہ شیعہ کے قول کا بطلان ظاہر ہے کہ ظاہر روایت میں بغیر تراضی اولیا بھی نکاح درست ہے باوجود ثبوت اعتراض للولی اور بروایت نوادر نادرست ہے لفساد الزمان فلم یکن ممتنعا مگر شارب الشراب یا حائک سے اگر اعلیٰ قوم کی عورت نے بغیر تراضی اولیا کے نکاح کر لیا تو ظاہر روایت ہی کی رو سے تو تفریق کی جائے گی جیسا کہ کل متون و شروح و فتاوی میں مذکور ہے۔ پس اس کے بطلان کی وجہ کیا ہے سروجی حنفی مذہب کا ہے یا کہ غیر۔ اور کس طبقہ کا ہے اور اس کی عبارت کا صاف مطلب کیا ہے۔ ملک خراسان کے اکثر حصص میں اکثر علمائے احناف اس کے قائل ہیں کہ سیدزادی کا نکاح ہر شخص شریف و رذیل کے ساتھ درست ہے ولی راضی ہو یا خفا اور فقہ کی کل کتابوں سے اغماض کر کے صرف دو عبارتوں پر مصر ہیں ایک آیت سورۂ احزاب کے اول رکوع میں النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم الخ کہ تحریم ازواج مطہرات کی رسول اللہ و ازواج کی بنات و اخوات و خالات کی طرف متعدی نہیں جیسا کہ مدارک و خازن و احمدی و روح البیان وغیرہ میں ہے اور دوسری عبارت قال السروجی الخ جو کہ ابھی عینی سے نقل ہوئی۔ اُن کو جواب دیا گیا ہے کہ ظاہر روایت و نوادر سے یہ عبارت مخالف نہیں کیونکہ ظاہر روایت میں بھی درست ہے مع اعتراض ولی اور نوادر میں جو نادرست ہے۔ تو وہ بوجہ فساد زمانہ ہے فلا تعارض ولا تصادم اس کے متعلق بھی حضور لامع النور کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب:

بملاحظہ شریفہ مولنا المبجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' عبارت بنایہ ص ۱۰۲ بہت صاف ہے اوپر کی روایت سے موازنہ کر کے اس روایت کا مطلب واضح ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو روایتیں ذکر کیں اول لا بد من اعتبار الکفاءۃ ولا یسقط الا بتراضی الولی والمرأۃ یہ ہمارے مذہب کے موافق ہے۔ حتی کہ روایت حسن مفتی بہا کے بھی کہ اُس میں بھی اگر بالغہ برضائے ولی قبل النکاح عالما بعدم الکفاءۃ غیر کفو سے نکاح کرے گی صحیح و نافذ ہوگا اور حق اعتراض بھی نہ رہے گا۔ دوسری وعنہ فی الرجل یشرب الشراب او هو حائک یفرق بینهما یہ مطلق ہے وہ استثنائے تراضی یہاں نہیں۔ یہاں بھی وہ استثناء ہو تو دونوں

روافضیں ایک ہو جائیں۔ لاجرم اس کے اطلاق کا یہ حاصل کہ لحاظ کفاءت حقاً للشرع لازم تراضی زن وولی سے بھی ساقط نہ ہوگا اور اگر سب کی رضا سے ایسا نکاح ہو قاضی جبراً علیہم تفریق کر دے گا۔ جیسے ہمارے یہاں اگر بنت ممسوسہ بشہوت سے برضائے زن واولیا نکاح کرے یفرق بینہما یہی حکم روافض نے دربارۂ علویات دیا کہ دوسرے سے اگرچہ قرشی ہو۔ علویہ کا نکاح اگرچہ برضائے کل ہو ممتنع ہے ان دونوں قولوں کو امام سروجی فرماتے ہیں باطلان اور وہ بے شک باطل ہیں اگر بالغہ برضائے ولی حائک سے نکاح کرے لا یفرق بینہما اور علویہ بالغہ قرشی غیر علوی سے نکاح کرے اگرچہ بے رضائے ولی یا غیر قرشی سے برضائے ولی لا یمتنع۔

امام سروجی[1] ابوالعباس احمد قاضی مصر متوفی ۷۱۰ھ صاحب غایہ شرح ہدایہ اجلۂ علمائے حنفیہ سے ہیں۔ اس وقت تو فقیر نے قیاس سے گزارش کیا تھا کہ الخطبۃ للتزوج ہوگا اب کتاب کا ورق کہ جناب نے بھیجا دیکھ کر یقین کرتا ہوں کہ بے شک لام ہی ہے۔ کاتب نے اس کتاب کو نسخ نہ کیا مسخ کیا ہے اسی لیے میں نے نہ خریدی خطبہ کا غیر نکاح ہونا ایسا روشن ہے جیسے صبح کا غیر شمس ہونا حاشا یہ احتیاط فی الفروج نہیں بلکہ احتیال فی الفروج ہے کہ منگنی ہوتے ہی منکوحہ بنا لیں ولا یقول بہ جاہل فضلا عن فاضل کس قدر کثرت وافرہ سے نصوص ملیں گے جو خطبہ وتزوج کی مباینت ثابت کریں گے ؎

ولیس یصح فی الاعیان شیئ ۔۔۔ اذا احتاج النہار الی دلیل

حدیث تحرم[2] الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ سے اس کی تائید جہل شدید ورنہ حدیث یحرم[3] السوم علی سوم اخیہ سے نفس سوم کو عقد بیع کر لیں گے بنا یہ کہ پہلی عبارت لا ینبغی ان تخطب المعتدۃ ش لان الخطبۃ للتزوج ونکاح المعتدۃ لا یجوز۔ تو ظاہر ہے کیا نکاح معتدہ کو لا ینبغی کہا جاتا اُس کی تحریم تو محرمات میں گزری یہاں کاتب نے لان چھوڑ دیا ہے۔ متن نے دو مسئلے بیان فرمائے ایک خطبۂ صریحہ اسے منع فرمایا شارح اس کی دلیل بتاتے ہیں

---

[1] امام سروجی ابوالعباس احمد قاضی مصر متوفی ۷۱۰ھ صاحب غایہ شرح ہدایہ اجلہ علمائے حنفیہ سے ہیں۔

[2] اپنے مسلمان بھائی کی منگیتر کو پیام دینا حدیث سے ممنوع ہے یہ پیام دینا ہی ممنوع ہے نہ یہ کہ اگر اس سے نکاح کرلے تو اس لیے اُس سے نکاح نہ ہو کہ وہ دوسرے کی منگیتر تھی کہ منگنی نکاح نہیں ہوتی جس سے وہ منکوحہ غیر ٹھہرے اور نکاح باطل ہو۔

[3] اپنے مسلمان بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرنا یعنی وہ کسی چیز کا بھاؤ کر رہا ہو اور یہ کچھ بڑھا کر یا اپنے تعلق کی قوت سے اتنے یا اتنے سے کم ہی کو خرید لے یہ بھی حدیث سے ممنوع ہے یہاں بھی بات وہی ہے کہ یہ نفس فعل ممنوع ہے اور عقد صحیح۔